ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
پ ۱۴

حکمت اور عمدہ وعظ کے ذریعے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دعوت دو

خطباتِ صمدانی

مجموعہ تقاریر

شان قرآن	فتح مکہ	آداب رسول ﷺ	حضرت موسیٰ	حضرت بلال
جنت اور دوزخ	حضرت اویس	اولاد کی تربیت	فضائل ذکر	

الحافظ القاری مولانا
محمد فاضل صمدانی
ایم اے اسلامیات و عربی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

ادْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ پ ۱۴ ع ۲۲

اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے

خُطباتِ صمدانی

الحافظ القاری مولانا محمد فاضل صمدانی ایم اے اسلامیات و عربی

خطیب جامع مسجد غوثیہ نیو گارڈن ٹاؤن فیصل آباد

جلد نمبر 5



شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-7246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

خطباتِ صمدانی

ناشر	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	اکتوبر 2021ء
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	ورڈز میکر
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور 0322-7202212
قیمت	700 روپے



ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

انتساب

حضورِ پُرنور شافع یوم النشور اللہ تعالیٰ کے محبوب سرور کائنات فخرِ موجودات ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کرتا ہوں۔تا کہ میری مغفرت و بخشش کا ذریعہ بن جائے۔



التماس

''خطبات صمدانی'' جلد پنجم اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ اس میں کوئی غلطی نہ رہے۔ ہماری کوشش کے باوجود اگر آپ کو کہیں غلطی نظر آئے تو مہربانی فرما کر اطلاع دیں تاکہ آئندہ اسے دور کیا جاسکے۔

محمد حسنین فاضل
نیو گارڈن ٹاؤن، گلی نمبر 6، مین بازار
نزد ہلال روڈ، فیصل آباد

ابتدائیہ

پیش نظر کتاب ''خطبات صمدانی'' جلد پنجم مختلف موضوعات پر یہ لکھی ہوئی تقریریں میرے والد محترم کی وہ تقریریں ہیں جو آپ جمعۃ المبارک کے دن مسجد میں بیان فرماتے رہے ہیں۔

مسلمانوں کے فائدے کے لئے ان کو منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ پہلی چار جلدیں علماء، خطباء، طلباء اور عوام الناس میں بہت مقبول ہوئی ہیں۔ ان شاء اللہ یہ پانچویں جلد بھی جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد اجمل صمدانی
پرنسپل صمدانی ایجوکیشنل کمپلیکس
نیو گارڈن ٹاؤن، فیصل آباد

نعت شریف

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

(اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ)

فہرست مضامین

قربانی کی اہمیت

عنوان	صفحہ

وفات النبی ﷺ

پہلا خطبہ

شانِ قرآن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ o وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْہُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۔ (البقرۃ پ۲ ع۷)

قال اللہ تعالٰی:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (پ۱۴ ع۱)

قال اللہ تعالٰی:

قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (پ۳۰ سورۃ البروج)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

تمام حضرات درود شریف پڑھیں

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! آج آپ کے سامنے قرآن کریم کی شان بیان کروں گا۔ قرآن کریم کی عظمت بیان کروں گا۔

حضور پُر نور شافع یوم النشور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (بخاری)

''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا (البیہقی)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندہ کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ! میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا' میری شفاعت قبول کر۔ اور قرآن کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا۔ میری شفاعت قبول فرما۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی (ابن ماجہ)

جو قرآن کا ایک حرف پڑھے گا' اسے دس نیکیاں ملیں گی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے گا' اسے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے۔ میم ایک حرف ہے۔ جو شخص الم پڑھے گا اسے تیس نیکیوں کے برابر ثواب ملے گا۔ آپ مجھے بتائیں دنیا میں کوئی ایسی کتاب ہے

جس کے پڑھنے پر اتنا ثواب ملتا ہو۔ یہ قرآن کریم ہے۔ اللہ کا کلام ہے جس کے پڑھنے کی وجہ سے اتنا ثواب ملتا ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے دل میں قرآن پاک کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزل ویران گھر کے ہے۔ (ترمذی شریف)

جو گھر ویران ہو اس میں جنات کا ڈیرا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو دل ویران ہو اس میں شیطان کا ڈیرا ہوتا ہے۔ قرآن کریم کو یاد کرو تا کہ دل میں نورانیت پیدا ہو۔

دس آدمیوں کے حق میں حافظ کی شفاعت قبول کی جائے گی

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے قرآن کریم پڑھا۔ پھر اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہے۔

حافظ کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ (ابوداؤد شریف)

حافظ کو تاج پہنایا جائے گا

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن کریم پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر

سکتی۔ وہ عرض کریں گے کہ یااللہ! یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تمہارے بچے کے قرآن کریم حفظ کرنے کی وجہ سے۔

جو بیٹے کو ناظرہ پڑھائے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے

جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت انس نے حضور کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن کریم پڑھائے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اٹھایا جائے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا کہ پڑھنا شروع کر۔ جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا۔حتیٰ کہ اسی طرح سارا قرآن پاک پورا ہو۔

لوگ اپنی آنکھوں سے فرشتوں کا دیدار کر لیتے

حضرت اسید بن حضیر نے اپنے بارے میں یوں بیان فرمایا کہ وہ رات کے وقت سورۃ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا اچانک گھوڑے نے گھومنا شروع کر دیا۔ اچھلنا شروع کر دیا۔ انہوں نے یہ دیکھ کر قرات کو موقوف کر دیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ انہوں نے دوبارہ پڑھا گھوڑا پھر گھومنے لگا۔ پھر وہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ ان کا بیٹا یحیٰ گھوڑے کے قریب سویا ہوا تھا انہیں اندیشہ ہوا کہ گھوڑا اسے تکلیف نہ پہنچا دے۔ جب انہوں نے اپنے بیٹے کو گھوڑے سے دور کیا اپنا چہرہ آسمان کی طرف کیا تو دیکھا ایک سائبان میں قندیلیں روشن ہیں۔

صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اے حضیر کے بیٹے! تم نے قرآن پڑھتے رہنا تھا۔ اے حضیر کے بیٹے! تم نے

قرآن پڑھتے رہنا تھا' تلاوت جاری رکھنی تھی۔

اسید بن حضیر نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا بیٹا گھوڑے کے قریب تھا' میں ڈر گیا کہ کہیں گھوڑا میرے بیٹے کو روند نہ ڈالے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اسید! وہ اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق فرشتے تھے جو تیری تلاوت قرآن کی آواز سننے کے لئے آئے تھے۔ اگر تو تلاوت قرآن کو جاری رکھتا تو لوگ اپنی آنکھوں سے فرشتوں کا دیدار کر لیتے۔ (مشکوٰۃ)

مومن جب قرآن کریم کی تلاوت محبت اور خلوص سے کرتا ہے تو فرشتے بحکم الٰہی قرآن کریم کو سننے کے لئے اور قاری قرآن کی زیارت کے لئے زمین پر آتے ہیں۔ جب تلاوت ختم ہو جاتی ہے تو واپس چلے جاتے ہیں۔

امام احمد ابن حنبل اور قرآن پڑھنا

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کی بارگاہ میں قرب حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: احمد حنبل میرا کلام ہے' سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے۔ دونوں طرح موجب قرب ہے۔

قرآن ایک ہیرا ہے

دوستو! قرآن ایک ہیرا ہے۔ ہیرا جس جگہ ہو وہ جگہ قیمتی ہوتی ہے۔ قرآن جس مہینے میں نازل ہوا وہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل ہے۔ جس رات میں نازل ہوا وہ رات تمام راتوں سے افضل ہے۔ جس کے سینے میں آ گیا وہ سینہ تمام سینوں سے افضل۔

کوئی قرآن حفظ کرتا ہے چار سال میں' کوئی تین سال میں۔ شیخ عبدالحق

محدث دہلوی نے حفظ کیا تین ماہ میں' اعلیٰ حضرت نے یاد کیا ایک ماہ میں۔ امام محمد نے یاد کیا چھ دن میں۔ غوث پاک پیدا ہوتے ہی قرآن کے حافظ تھے۔

حافظ اسمٰعیل وڈے میاں کی سرکار

حافظ اسمٰعیل وڈے میاں کی سرکار مزار مغلپورہ میں ہے۔ آپ نے کافی لوگوں کو قرآن یاد کرایا۔ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ قرآن بچوں کو یاد کراتے تھے۔ ایک مرتبہ ہل چلا رہے تھے۔ دس حافظ اس طرف دس اس طرف سنا رہے تھے۔ ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: فلاں امیر اشرفیوں کی بارش کر رہا ہے' آپ کیوں نہیں جاتے اور طالبعلموں کے لئے کچھ لے آتے۔ فرمایا: قرآن کی خدمت کرنے والے دنیادار کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا کرتے۔ آپ جلال میں آگئے۔ آپ نے ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھایا اور زمین پر مارا جہاں تک وہ مٹی گئی ڈھیلے سونا بنتے چلے گئے۔

میرا شوہر قرآن پاک حافظ ہو

حافظ اسمٰعیل کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا: میری شادی ہونے والی ہے۔ میری بیوی نے شرط لگائی ہی۔ میرا شوہر اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن قرآن کا حافظ ضرور ہو۔ زمانہ کتنا پاک تھا۔ لوگ کتنے نیک تھے۔ عرض کیا: مجھے قرآن کریم کا حافظ بنا دیں۔ آپ نے دیکھا نیت نیک ہے۔ عزم پختہ ہے۔ فرمایا: صبح جماعت میں داہنی طرف آ کر کھڑے ہو جانا' حافظ بنا دوں گا۔ صبح وہ شخص آ گیا۔ سلام پھیرا' جماعت میں داہنی طرف کھڑا ہوا' حافظ اسمٰعیل نے نمازیوں کو کہا آج دعا بعد میں کریں گے' پہلے اس شخص کو حافظ بنائیں گے۔ کہا پڑھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ آپ نے ایسی نظر کی ہے کہ بسم اللہ پڑھی۔ پھر سورت فاتحہ پڑھ گیا۔

سورۃ بقرۃ پڑھ گیا' آل عمران پڑھ گیا' والناس تک پڑھتا ہی چلا گیا۔

سورۃ الملک قبر کے عذاب سے بچاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا دیا۔ انہیں اس چیز کا خیال ہی نہ آیا کہ یہ قبر ہے۔ اچانک سنا اس میں صاحب قبر سورۃ الملک پڑھ رہا ہے۔ اس نے سورۃ کو آخر تک پڑھا۔ پس وہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کر دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ سورۃ عذاب کو روکنے والی ہے۔ یہ سورۃ نجات دینے والی ہے۔

اپنے پڑھنے والے کو اللہ کے عذاب سے بچاتی ہے۔ (مشکوۃ المصابیح' ص ۱۸۸)

ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر سے قرآن کی تلاوت کو سننا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصدیق کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ حافظ قرآن اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور اپنی قبروں میں قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔

سرہند شریف میں عبداللہ قاری اور رحمۃ اللہ قاری کا دور کرنا

سرہند شریف میں حضرت سید عبداللہ قاری اور ان کے ساتھی رحمۃ اللہ قاری قرآن کریم کا دور کر رہے تھے۔ اچانک چند عرب سوار آئے اور قریب کھڑے ہو کر قرآن سننا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے کہا: اے قاریو! تم نے قرآن کا حق ادا کر دیا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ قافلہ رخصت ہو گیا۔ یہ دونوں قاری باتیں کرنے لگے کہ یار یہ کون لوگ تھے۔ ان کے چہرے پر رونق تھے۔ ان سے نام اور پتہ نہ پوچھ سکے۔ جب تک وہ قریب رہے عجب فرحت و سرور تھا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی قرآن نازل ہو رہا ہے۔

اسی دوران اسی عرب وضع قطع کا ایک اور سوار آیا اور ان قراء حضرات سے کہا: اے قاریو! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے۔ اگر تشریف لائے تھے تو اب کہاں تشریف لے جا چکے ہیں۔ قراء حضرات ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔ رسول اللہ تشریف لائے تھے۔ ہم ان کی قدم بوسی نہ کر سکے۔ اچھا آپ بتائیں آپ کون ہیں۔ فرمایا: مجھے ابوہریرہ کہتے ہیں۔ رات سرکار نے فرمایا تھا کہ صبح سرہند کے قاریوں کا قرآن سننے چلیں گے۔ تم بھی ساتھ چلنا اور پھر صبح مجھے کسی اور کام کے لئے بھیج دیا۔ میں اس کام سے فارغ ہو کر آیا تو آپ روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اس صحرا میں کئی دن تک بھینی بھینی خوشبو مہکتی رہی۔ (انفاس العارفین)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

قرآن کریم کو یاد کرنے والے اپنے سینے میں محفوظ کرنے والے اپنے سینے سے لگانے والے۔ قرآن کریم پر عمل بھی کر حضور کی سنت کے مطابق زندگی بسر کر سرکار کا کرم تجھ پر بھی ہو جائے گا۔

درس قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا
گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن
روح میں تازگی نہیں قلب میں روشنی نہیں
عشق نبی گر نہ ہو آدمی آدمی نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِیْ اِھَابٍ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ مَا احْتَرَقَ (رواہ الداری)

اگر رکھ دیا جائے قرآن کریم کو کسی چمڑے میں پھر وہ آگ میں ڈال دیا جائے تو نہ جلے گا۔ یعنی حافظ قرآن اگر کسی گناہ کی وجہ سے جہنم میں ڈالا بھی جائے گا تو آگ اس کو نہیں جلائے گی۔ آگ اس پر اثر نہیں کرے گی۔ قرآن کریم کی برکت سے حافظ قرآن بچ جائے گا۔ آگ کے اثر سے محفوظ رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہے تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں کرتے ہیں۔ (مسلم شریف)

قرآن کی تاثیر

طفیل بن عمرو دوسی۔ دوسی قبیلہ کا تھا۔ یہ شخص جب مکہ معظمہ آیا تو قریش مکہ سے ملا۔ طفیل ایک شاعر تھا۔ مالدار تھا۔ قریش مکہ نے کہا تو ہمارے شہر میں ایک نووارد ہے۔ تجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ یہاں ایک آدمی ظاہر ہوا ہے جس نے ہمارے اندر تفریق کر دی ہے۔ اس کی آواز میں اثر ہے۔ اس کی آواز میں جادو ہے۔ وہ باپ بیٹے میں تفریق پیدا کر دیتا ہے۔ بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتا ہے۔ بیوی اس کی بات سنتی ہے تو گھر چھوڑ دیتی ہے۔ والد سنتا ہے تو اسے بیٹوں کی فکر نہیں رہتی۔ وہ عجیب انقلاب لا رہا ہے۔

وہ کہتا ہے خدا ایک ہے۔ لاشریک ہے۔ معبود وہی ہے۔ مسجود وہی ہے۔ مشکل کشا وہی ہے۔ حاجت روا وہی ہے۔

وہ کہتا ہے تین سو ساٹھ خداؤں کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

مشرکین مکہ نے کہا ہمیں ڈر ہے کہیں تجھ میں اور تیری قوم میں تفریق نہ کر دے۔ تم اس سے ہرگز بات نہ کرنا اور اس کا کلام نہ سننا۔ طفیل کہتا ہے قریش مکہ نے اس قدر نصیحت کی کہ میں نے پکا ارادہ کرلیا کہ میں نہ تو اس کی بات سنوں گا اور نہ ان سے کلام کروں گا۔ حتیٰ کہ میں نے مسجد حرام کی طرف جاتے ہوئے کانوں میں روئی ٹھونس لی اس خوف سے کہ کہیں ان کی آواز میرے کانوں تک نہ پہنچے۔

طفیل کہتا ہے جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ میں نے آپ سے بہترین کلام سنا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں شاعر ہوں۔ اچھے برے کلام کی پہچان رکھتا ہوں۔ میں ان کے کلام کو سنوں تو سہی اگر اچھا ہوا تو قبول کرلوں گا۔ اگر اچھا نہ ہوا تو رد کر دوں گا۔ پس میں قرآن سنتا رہا۔ قرآن اور نماز نبی کی آواز بھلا اثر کیوں نہ ہوتا۔ قرآن کریم تو میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گیا۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چلا گیا۔ گھر داخل ہونے لگے۔ میں آپ سے ملا۔ میں نے آپ سے عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی قوم نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے روکا یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی آواز نہ سن سکوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ آپ کی آواز سنوں۔ آپ کی زبان مبارک سے قرآن سنوں۔ آپ مجھے کلمہ پڑھائیں۔ سرکار مدینہ نے کلمہ پڑھایا۔ میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ جلد ۵ ص ۳۶۰)

حافظ قرآن اور قبر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حافظ قرآن دنیا سے رخصت ہوتا

ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم فرماتا ہے کہ اس کے گوشت کو مت کھانا۔ وہ عرض کرتی ہے الٰہی میں اس کے گوشت کو کیسے کھا سکتی ہوں جبکہ تیرا کلام اس کے سینے میں ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

قرآن کریم کا حافظ موت آنے سے بھی مرتا نہیں بلکہ اپنی قبر میں تر وتازہ رہتا ہے۔ اللہ جو شہید کو زندگی عطا کر سکتا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ قرآن کریم کے حافظ کو قبر میں زندگی سے سرفراز فرمادے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پڑھا رات اور دن کی طویل ساعتوں میں۔ اس کے ساتھ قیام کرتا رہا۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گوشت اور خون کو آگ پر حرام کر دے گا اور اسے معزز نیک فرشتوں کا رفیق بنائے گا۔ یہاں تک کہ جب قیامت کا دن ہوگا قرآن اس کی سفارش کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس قرآن کی حفاظت کرو۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یقیناً قرآن کریم پیروں میں بندھن لگے ہوئے اونٹوں سے بھاگ نکلنے میں زیادہ تیز ہے۔

ایک اور حدیث شریف سنیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حافظ قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے۔ اگر اس کی دیکھ بھال کی تو اسے اپنے ہاں روکے رکھا اور اگر اسے چھوڑا تو بھاگ گیا۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی، برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقین غزالی نہ رہی، رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس قرآن کی حفاظت کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ بندھن لگے اونٹ کے کود کر نکل جانے سے یہ نکل جانے میں زیادہ تیز ہے۔ قرآن کو بچانے کی ایک صورت ہے روزانہ تلاوت کی جائے۔ قرآن باقی رہے گا۔ قرآن اللہ کی نعمت ہے۔ اس نعمت کی حفاظت کی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ دیکھا کسی آدمی کو قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت یاد تھی پھر اسے وہ بھول گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے اس آدمی کے گناہ سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ دیکھا جسے قرآن کی کوئی آیت زبانی یاد تھی پھر وہ بھول گیا۔ (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ قرآن حفظ کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ ناقدری کرتے ہوئے بھلانے سے بچائے۔ اس عظیم گناہ سے بچائے۔

قرآن کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جو قرآن پڑھے پھر اسے بھول جائے وہ قیامت کے دن اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کے جسم پر جزام کے اثرات واضح ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن بھلانے سے محفوظ رکھے۔

یہی ہے آرزو تعلیم قرآن عام ہو جائے
ہر اک پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے



مسلمان شاہ نجاشی کے دربار میں

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

قریش مکہ نے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمایا حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ مسلمان حبشہ جا کر آرام سے رہنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت آرام سے کرنے لگے۔ کفار مکہ کو جب پتہ چلا تو آپس میں مشورہ کیا کہ ان کو واپس لاؤ۔ کفار مکہ نے عمرو ابن عاص اور عمارہ بن ولید کو سفیر بنا کر شاہ نجاشی کے پاس بھیجا۔ دونوں سفیر سیاسی امور کے ماہر تھے۔ بادشاہ کے لئے قیمتی تحائف بھی انہیں دیئے۔ بادشاہ کے لئے دیگر تحائف کے علاوہ ایک قیمتی عربی گھوڑا اور قیمتی ریشمی جبہ بھی بھیجا۔ شاہی دربار کے جتنے مذہبی پیشوا تھے۔ ہر ایک کے لئے مکہ کے مشہور چمڑے کی مصنوعات تحفہ کے طور پر بھیجیں۔ تاکید کی کہ شاہ نجاشی کو کہیں کہ مسلمانوں کو واپس بھیجیں۔ یہ سفیر شاہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور مسلمانوں کی شکایت کی اور کہا کہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیں۔

شاہ نجاشی نے کہا میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا پہلے ان کو بلا کر میں ان سے پوچھوں گا پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔ شاہ نجاشی نے صحابہ کرام کو بلایا۔ جب مسلمان

شاہ نجاشی کے دربار میں پہنچے' اپنی ترجمانی کے لئے حضرت جعفر ابن ابی طالب کو جو کہ حضرت علی کے بھائی ہیں' منتخب کیا۔ انہوں نے بھرے دربار میں فرمایا:

اے بادشاہ!

ہم جاہل قوم تھے۔

مردار کھایا کرتے تھے۔

بدکاریاں کیا کرتے تھے۔

بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔

رشتہ داروں کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف عظیم الشان رسول بھیجا۔ اس نے اللہ تعالیٰ پر ہمیں ایمان لانے کی دعوت دی کہ اس کو وحدہ لاشریک مانیں اور اسی کی عبادت کریں۔ برے کاموں سے اور خونریزیوں سے باز رہیں۔ انہوں نے ہمیں

فسق و فجور

جھوٹ بولنے

یتیموں کا مال کھانے

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا

اور ہمیں حکم دیا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ نجاشی نے کہا جو کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے نبی پر نازل ہوئی ہے' کیا اس کا کچھ حصہ تمہیں یاد ہے۔ حضرت جعفر نے سورۃ مریم کی تلاوت فرمائی تو دربار کا نقشہ بدل گیا۔

آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَقِّ ۚ (پ ۷، ع۱)

''تلاوت کا اثر ہوا۔ بادشاہ پر حق واضح ہو گیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بادشاہ نے بھرے دربار میں کہا میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ مسلمان ہو گیا۔

نجاشی نے کہا بخدا یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے یہ ایک ہی شمع کی شعاعیں ہیں اور ایک ہی شمع کی موجیں ہیں۔ نجاشی نے قریش مکہ کے سفیروں کو مخاطب کر کے کہا تم یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ میں مسلمانوں کو کبھی تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ عمرابن عاص نے دوسرے دن دربار میں آ کر نجاشی کو کہا مسلمان حضرت عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں نازیبا باتیں کرتے ہیں۔ آپ انہیں بلا کر پوچھیں۔

مسلمان دوبارہ آئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی نے ان کے بارے میں بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی روح ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم کے اندر ڈالا ہے۔ یہ سن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور وہاں سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ بخدا جو تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا وہ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہے۔

نجاشی نے کہا میں تمہیں مسلمانو! خوش آمدید کہتا ہوں' جس ہستی کے پاس سے تم آئے ہو اسے بھی مرحبا کہتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں' جس ہستی کے

پاس سے تم آئے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

یہ وہی رسول ہیں؟ جن کا ذکر ہم انجیل میں پڑھتے ہیں۔ یہ وہی رسول ہیں...... جن کی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ مسلمانو! میرے ملک میں جہاں چاہو قیام کرو۔ خدا کی قسم! اگر مجھے حکومت کی مجبوریاں نہ ہوتیں تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کفش بردار بنتا اور وضو کرانے کی سعادت حاصل کرتا۔ نجاشی نے مسلمانوں کو کہا جاؤ میرے ملک میں آرام سے رہو۔ جس نے تمہارے ساتھ بدکلامی کی میں اس پر تاوان لگاؤں گا۔ یہ جملہ اس نے تین بار دہرایا۔ پھر کہا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں تم میں سے کسی ایک کو ان کے حوالے کروں اور وہ مجھے اس کے بدلے سونے کا ایک پہاڑ دے دیں۔ نجاشی نے درباری کو کہا مکہ والوں کے تحائف واپس کر دو۔ اس طرح یہ مکہ کے نمائندے ناکام اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔

جب حضرت جعفرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نجاشی کے دربار میں پہنچے تو نجاشی کو سجدہ نہیں کیا بلکہ سنت کے مطابق السلام علیکم کہا۔ بادشاہ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تم نے شاہی آداب کے مطابق مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا تو حضرت جعفرؓ نے جواب دیا ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو سجدہ نہیں کیا کرتے اور ہمارے رسول نے ہمیں بتایا ہے کہ اہل جنت جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو وہ اسی طرح ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔ ہم بھی آپس میں ایک دوسرے کو انہی الفاظ سے سلام کہتے ہیں۔ (ضیاء النبی ج دوم)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دوسرا خطبہ

فتح مکہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ
الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ٥ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔
اَمَّا بَعْدُ !
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ
وَمَا تَاَخَّرَ ۝ (پ ۲۶ سورۃ الفتح)
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا
عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔

تمام حضرات محبت' ذوق اور شوق کے ساتھ درود شریف پڑھیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور دوستو! آج فتح مکہ کا بیان ہوگا۔ قرآن کریم کی جو آیت مقدسہ تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ محبوب ہم نے تیری خاطر فتح مبین عطا فرمائی تا کہ بخش دے اللہ تعالیٰ تیری خاطر۔ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا

تَاَخَّرَ۔ تیرے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ۔

برادران ملت! اسلام کی تاریخ میں رمضان شریف کی دس تاریخ نہایت اہم ہے اور مبارک دن ہے۔ رمضان شریف کا ہر دن فتح کا دن ہے۔ رمضان کے باقی دنوں میں شیطانی قوتیں اور تمام کافر قوتوں کو بھی شکست فاش ہوئی۔ تاریخ اسلام کی روشنی میں بے شمار فتوحات بھی اللہ تعالیٰ نے رمضان پاک میں مسلمانوں کو عطا فرمائیں۔ ان فتوحات میں ایک فتح جس کا نام فتح مکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہاری خاطر فتح مبین عطا فرمائی۔ روشن فتح۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ وہ بھی صحیح ہے۔ بعض فرماتے ہیں فتح مبین سے مراد فتح بدر ہے وہ بھی صحیح ہے۔ میں عرض کرتا ہوں جہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود ہوں وہ فتح مبین ہے۔ اکثر کا اتفاق یہ ہے کہ فتح مبین سے مراد فتح مکہ ہے۔

مکے کے لوگ اذانیں برداشت نہیں کرتے، تلاوت برداشت نہیں کرتے۔ اسلام کی تبلیغ برداشت نہیں کرتے، تکلیفیں دیتے ہیں۔ مکہ کے مشرکوں نے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طرح طرح کی تکلیفیں اور پابندیاں لگا کر ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے آٹھ سال پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا: میرے غلامو! مکے کو چھوڑ دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کرنی پڑی۔

غور کریں مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن سے زیادہ افضل وطن کس کا ہو سکتا ہے۔ فرمایا: اسلام کے مقابلے پر اگر وطن بھی آجائے وطن چھوڑ دو۔ وطن سے محبت اچھی چیز ہے، وطن سے محبت بہت اچھی

علامت ہے لیکن جو وطن اسلام میں حائل ہو جائے۔ وطن قربان کر دو۔ وطن کو چھوڑ دینا لیکن اسلام کو نہ چھوڑنا اسلام کا پرچم نہ جھکنے پائے۔

بدر کا بھی یہ پیغام ہے' ہجرت کا بھی یہی پیغام ہے' کربلا کا بھی یہی پیغام ہے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مکان چھوڑ دیئے' اپنے رشتہ دار چھوڑ دیئے اپنی جائیدادیں چھوڑ دیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر سب کچھ چھوڑ دیا لیکن اسلام نہیں چھوڑا۔ چودہ سو سال کے بعد ہم معمولی معمولی چیزوں پر اسلام چھوڑ دیتے ہیں۔ معمولی سی زمین پر اسلام چھوڑ دیتے ہیں۔ معمولی سی نوکری پر اسلام چھوڑ دیتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر رہے ہیں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور ہجرت کے بعد بڑی بڑی فتوحات ہوئیں غزوہ بدر ہوا' غزوہ احد ہوا' غزوہ خندق ہوا' بیعت رضوان ہوئی صلح حدیبیہ ہوئی۔ حقیقت میں ہجرت بھی فتح ہے یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

صلح حدیبیہ بھی فتح ہے باوجودیکہ اس میں بڑی پابندیاں تھیں۔ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ کا آغاز ہو چکا تھا۔ صلح حدیبیہ دراصل تمہید تھی۔ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی بھی قریش نے کی تھی۔ صلح حدیبیہ میں پابندیاں تھیں۔ ان پابندیوں میں ایک پابندی یہ تھی کہ مشرکوں کا اگر کوئی مسلمان ہو کر چلا جائے تو واپس کرنا پڑے گا' اور مسلمان ادھر چلا آئے تو واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی ایک شق تھی اور بڑی کمزوری سی نظر آتی ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے اس شق کو پڑھ کر لرز گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم کمزور ہیں۔ کیا ہم غلط ہیں کہ ہم نے اتنی جھک کر صلح کر لی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: میرے رب کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام فتوحات کا سہرا اس پر نظر آتا ہے۔ فتح مکہ کی بنیاد ہی صلح حدیبیہ ہے۔

ابوسفیان کی مدینہ میں آمد

ابوسفیان اس وقت حالت کفر میں تھا اور مشرکین مکہ کا سردار تھا۔ چنانچہ قریش مکہ نے ایک میٹنگ کر کے فیصلہ کیا کہ ابوسفیان کو سفیر بنا کر مدینہ منورہ حضور کی بارگاہ میں بھیجا جائے تا کہ ان سے صلح حدیبیہ کی تجدید کرائی جا سکے اس طرح جنگ کا خطرہ ٹل جائے گا۔ چنانچہ ابوسفیان سفیر بن کر مدینہ منورہ پہنچا۔

حضرت اُمّ حبیبہ کا جواب

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور مسلمانوں کی ماں ہیں۔ ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ کی بہن ہیں۔ ابوسفیان مدینہ پہنچ کر سیدھا اپنی بیٹی کے گھر پہنچا۔ ابوسفیان کا خیال تھا۔ آٹھ سال کے بعد اپنی بیٹی کے گھر آیا ہوں۔ میری بیٹی بڑی خوش ہوگی۔ میرا بڑا استقبال ہوگا۔ بیٹی سے گفتگو ہوگی تو حضور سے گفتگو کا موقع مل جائے گا۔ منزل آسان ہو جائے گی۔

ابوسفیان حیران ہوگیا

ابوسفیان حضرت اُمّ حبیبہ کے حجرہ مقدسہ میں پہنچا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود نہیں تھے۔ حضور اس وقت اسلامی لشکر کو ہدایات دے رہے تھے۔ ابوسفیان کا خیال تھا عرصہ دراز کے بعد بیٹی کو ملا ہوں بیٹی خوش ہو جائے گی کہ میرا والد آ گیا ہے۔ حضرت اُمّ حبیبہ نے جب باپ کو حالت کفر میں دیکھا

کوئی استقبال نہیں کیا۔

کوئی خوشی کا اظہار نہیں کیا

کوئی مسرت کا اظہار نہیں کیا

بلکہ خاموش رہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھا ہوا ہے۔ اس پر بیٹھنا چاہا۔ حضرت اُمّ حبیبہ کے چہرے پر جلال آ گیا۔ فرمایا: خبردار! اس بستر پر مت بیٹھنا۔ لپیٹ کر رکھ دیا۔ ابوسفیان حیران ہو گیا۔ ہکا بکا رہ گیا۔ کہنے لگا: بیٹی تجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ حضرت اُمّ حبیبہ نے کہا: مانتی ہوں کہ تو میرا باپ ہے لیکن

تو مشرک ہے۔

تو نجس ہے۔

تو ناپاک ہے۔

تو بتوں کا پجاری ہے۔

تو لات و ہبل کو مانتا ہے۔

تو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے۔

اس پاک بستر پر بیٹھنے کی تجھے اجازت نہیں ہے۔

یہ وہ بستر ہے جس پر اللہ کا رسول بیٹھتا ہے۔

یہ ہے ایمانی جذبہ۔ یہ ہے ایمان کی نشانی۔ سرکار سے اتنی محبت ہونی چاہئے۔ باپ ہو۔ بیٹا ہو۔ بھائی ہو۔ رشتہ دار ہو۔ کوئی بھی ہو۔ جب تک سب سے زیادہ حضور سے محبت نہیں ہے۔ اس وقت تک ایماندار نہیں ہے۔ آپ فرماتی ہیں میرا ایمان اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ کفر کی حالت میں تو اس بستر پر

بیٹھے جس پر امام الانبیاء رونق افروز ہوتے ہیں۔ ابوسفیان ناراض ہو کر چلا گیا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ابوسفیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا

ابوسفیان اپنی بیٹی کے اس رویہ سے مایوس ہو کر اٹھ کر چلا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ حاضر ہو کر عرض کی ”جب صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پایا تھا تو میں غیر حاضر تھا۔ اب میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ حضور اس معاہدے کی تجدید فرمائیں اور معاہدہ کی مدت میں اضافہ فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم صرف اس لئے یہاں آئے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں! حضور نے ارشاد فرمایا: کیا تم سے معاہدے کی خلاف ورزی ہوئی ہے کہا نہیں ہم تو صلح حدیبیہ پر قائم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں سے مایوس ہو کر حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی درخواست پیش کی کہا آپ حضور کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں یا اپنی طرف سے لوگوں کو پناہ دینے کا اعلان کریں۔ حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا: میری پناہ اللہ کے رسول کی پناہ کے تابع ہے۔ وہاں سے ناکام ہو کر حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا حضور سے سفارش کریں۔ آپ نے بھی انکار کر دیا۔ ابوسفیان حضرت عثمان غنی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عثمان نے بھی انکار کر دیا۔ وہاں سے اٹھ کر حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی حضور کی بارگاہ میں میری سفارش کریں۔ آپ نے فرمایا: میری پناہ حضور کی پناہ کے تابع ہے جہاں بھی گیا ناکام لوٹا' پھر

واپس مکے چلا گیا۔

دس ہزار کا لشکر تیار کھڑا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس ہزار کا لشکر تیار کھڑا ہے۔ حضور لشکر کو پوری تیاری کا حکم دے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی مدینہ سے روانگی کا دن نہیں بتایا۔ فتح مکہ کی تیاری بڑے رازدار طریقے سے کی تاکہ مکے کے مشرکوں کو خبر نہ ہو جائے۔ اگر بتا دیا جاتا ہم لشکر لے کر آ رہیں تو مکے کے مشرک بھی اپنے لشکر تیار کرتے تو پھر خون ریزی ہوتی۔ لاشے زمین پر تڑپتے ہوئے نظر آتے۔ حضور نہیں چاہتے تھے کہ کشت و خون ہو۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے جانا چاہتے تھے۔ یہ ایک جنگی راز تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم راز کی صورت میں چھپا رہے تھے۔

اہل مکہ کی طرف صحابی رسول حاطب بن ابی بلتعہ کا خط

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کی جب مکمل تیاری کر لی تو حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو ایک خط لکھا جس میں جنگی راز کو فاش کیا گیا۔

حالانکہ حاطب بن ابی بلتعہ

صحابی رسول ہیں۔

بدری صحابی ہیں۔

سچے مومن ہیں۔

منافق نہیں ہیں۔

حاطب کے اہل خانہ بیوی بچے مکہ میں رہتے تھے۔ حاطب مدینہ میں رہتے

تھے۔ حاطب نے خط لکھ کر اہل مکہ پر احسان کیا تا کہ میرے بیوی بچوں کا خیال رکھیں۔ حاطب نے خط لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے قریش مکہ کو آگاہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر حملہ کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ آپ کا لشکر رات کی مانند ہے اور وہ سیلاب کی طرح رواں دواں ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بھی تم پر چڑھائی کریں تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد فرماتا اور اپنے وعدے کو پورا کرتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنے نبی کا مددگار اور دوست ہے۔ یہ خط لکھ کر بنو ہاشم کی کنیز سارٔہ کو دیا۔ اسے کہا اس خط کو قریش مکہ تک پہنچا دو۔ اس خدمت کے عوض اس عورت کو حاطب نے دس اشرفیاں دیں۔ سارٔہ لونڈی نے اس خط کو اپنی مینڈھیوں میں چھپا لیا۔ راستوں پر پہرے دار مقرر تھے۔ ان سے بچنے کے لئے وہ لونڈی عام راستے کو چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر چل کر گئی۔ سرکار مدینہ نے نگاہِ نبوت سے اس خط کو دیکھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، زبیر بن عوام اور مقداد بن اسود کو طلب کیا اور حکم دیا فوراً روانہ ہو جاؤ۔ جب تم روضہ خاخ (جگہ کا نام) پر پہنچو تو وہاں تمہیں ایک عورت اونٹ پر سوار ملے گی۔ اس کی تلاشی لینا اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے آؤ۔ جو سرکار مدینہ کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں، میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا یہ علم غیب نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب تو ہزارہا صحابہ کرام کے ایمان لانے کا سبب بنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو دیکھ کر ہزاروں کافروں نے کلمہ پڑھا اور صحابی بن گئے۔

یہ تینوں صحابی گھوڑوں پر سوار ہو کر گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اس مقام پر پہنچے۔ دیکھا تو واقعی ایک عورت اونٹنی پر سوار درختوں کے جھنڈ میں چھپتی چھپاتی جا رہی ہے۔ یہ تینوں صحابی اس لونڈی کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے لیکن نگاہیں جھکی ہوتی ہیں۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ حق نے دل کو کیا ہے نگاہ کا پیرو
زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

حضرت علی اور لونڈی سائرہ

حضرت علی نے فرمایا: رک جاؤ خاتون' تیرے پاس ایک خط ہے۔ یہ خط ہمیں دے دو۔ اس لونڈی نے بولنا شروع کر دیا اور کہا تم مجھے اکیلی دیکھ کر لوٹنا چاہتے ہو۔ دست درازی کرنا چاہتے ہو۔ حضرت علی المرتضٰی نے کہا بس تو خط ہمارے سپرد کر دے۔ اس نے شور کرنا شروع کر دیا۔ کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ تم بہانہ بنا کر لوٹنا چاہتے ہو۔ حضرت علی المرتضٰی نے تلوار بے نیام کی فرمایا: اگر تو خط نہیں دے گی میں تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ خط ہم لے کر جائیں گے۔ اس لئے کہ تو جھوٹ بول سکتی ہے لیکن جس نے ہمیں بھیجا ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار بے نیام کی' لونڈی نے محسوس کیا کہ یہ مجھے قتل کر دیں گے۔ تو فوراً مینڈھیوں سے خط نکال کر دے دیا۔ حضرت علی المرتضٰی نے کہا میں کہتا نہ تھا کہ تو جھوٹی ہے۔ میرے آقا

بچے ہیں۔

حضرت علی خط لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ پہنچے

خط لے کر صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ سرکار مدینہ نے حاطب ابن ابی بلتعہ کو بلایا۔ فرمایا: یہ خط تم نے لکھا ہے۔ حاطب نے معذرت چاہی۔ عرض کی: یارسول اللہ! اللہ اور اس کے رسول پر میرا پختہ ایمان ہے۔ میں ہرگز مرتد نہیں ہوا۔ میں نے صرف اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے یہ خط لکھا ہے۔ یہ خط لکھ کر اہل مکہ پر میں نے احسان کیا تا کہ وہ اس احسان کے بدلے میں میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کا عذر سن کر فرمایا:

وَاَنَّہٗ قَدْ صَدَقَکُمْ

حاطب نے تمہیں سچی بات بتائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حاطب کو دیکھا

تو انہیں جھڑکتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ

تجھے ہلاک کرے تم نے اہل مکہ کو اطلاع دینے کی کوشش کی ہے۔

پھر حضرت عمر نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر حاطب بدری صحابی ہیں۔ غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ۔ اب جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ حضرت عمر یہ سن کر رونے لگ گئے۔ سرکار مدینہ نے انہیں معاف فرمادیا۔

عمیر ابن وہب مدینہ طیبہ آیا

عمیر بن وہب مکہ کا مشرک تھا۔

بڑا چالاک تھا۔

بڑا عیار تھا۔

دور اندیش تھا۔

صفوان بن امیہ کا گہرا دوست تھا۔

عمیر بن وہب کا بیٹا بدر میں صحابہ کرام نے قیدی بنا لیا تھا۔ اس کو صفوان بن امیہ نے کہا میں تجھے پریشان دیکھتا ہوں کیا بات ہے؟ عمیر بن وہب نے کہا تجھے پتہ نہیں میرا بیٹا مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا ہے۔ میری تو قیامت آ گئی ہے۔ اب تو کیا چاہتا ہے عمیر نے کہا میرے بیٹے کے واپس ہونے کا انتظام ہو جائے۔

صفوان نے کہا عمیر تم مدینہ جاؤ اور حضور کو شہید کر کے اپنے بیٹے کو چھڑا لاؤ۔ اگر تجھے کوئی نقصان پہنچا تو میں تیرا سارا قرض بھی ادا کر دوں گا۔ جب تک میں زندہ ہوں تیرے اہل وعیال کے تمام اخراجات کا میں ذمہ دار ہوں۔ تم کسی قسم کی فکر نہ کرو۔ اگر تم نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنا دیا تو ساری قوم تمہاری شکر گزار ہو گی۔ ساری قوم تمہیں دعائیں دے گی۔

عمیر بن وہب حضور کی بارگاہ میں

کئی دن کے سفر کے بعد عمیر مدینہ پہنچ گیا۔ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور اس سے اترا اور اونٹ کے پاؤں باندھ دیئے۔ تلوار کو گلے میں لٹکایا۔

مسجد نبوی میں پروانوں کا ہجوم

ادھر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام پروانوں کی طرح اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام کی عید تھی۔ نگاہیں جمال مصطفیٰ پر تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے حوض کوثر کے جام پی رہے ہیں۔ آج ہم سرکار کا ذکر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے حوض کوثر کے جام پی رہے ہیں۔ جس ذات کا نام لینے سے اتنا لطف آجائے اس کی زیارت کا عالم کیا ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ادب و احترام کے مجسمے بنے بیٹھے تھے۔ عمیر ابن وہب صحابہ کرام کی جوتیوں میں آ کر بیٹھ گیا۔ اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ عمیر پر پڑی تو حضور کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ! یہ عمیر ابن وہب اپنے گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ یہ بڑا غدار ہے اور دھوکا باز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آگے آنے دو۔ میرے پاس لے آؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمیر آگے آجاؤ۔ صحابہ کرام کو کہا اس کا راستہ چھوڑ دو۔ اس کو آگے آنے دو یہ ہمارا مہمان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمیر کس ارادے سے آئے ہو۔ کہنے لگا میں اپنے قیدی بیٹے کو لینے آیا ہوں تاکہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اسے آزاد کراؤں۔ رحمت عالم نے پھر فرمایا: مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو۔ اس نے پھر وہی جھوٹ بولا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کو آزاد کرانے آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمیر اگر تم نہیں بتاتے پھر میں بتاؤں کیا تم مجھے قتل کرنے کے ارادے سے نہیں آئے۔ صفوان بن امیہ نے تمہیں تلوار اور سواری نہیں دی۔ مقام حجر میں تمہارے دونوں کے درمیان یہ طے نہیں ہوا کہ تم مجھے قتل

کر دو۔ تمہارے بچوں کو خرچہ میں دونگا اور قرض بھی ادا کر دونگا۔ عمیر یہ سن کر حیران ہو گیا۔ یہاں بیٹھ کر آپ اتنی دور کی بات سن رہے ہیں۔ واقعہ کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ تو میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (ضیاء النبی ج ۴)

عمیر قاتل بن کر آیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو دیکھ کر صحابی بن گیا۔ علم غیب تو نبی کی حفاظت ہے۔ نبی کی ڈھال ہے۔ اللہ اپنے نبی کو غیب کے خزانے عطا کرتا ہے۔

لشکر اسلام کی مکہ کی طرف روانگی

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: میرے جان نثارو، میرے شیدائیو، میرے غلامو! مکے جانے کی تیاری کر لو۔ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن کر مکہ جانے کی تیاری کرتے ہیں۔ دس ہزار کا لشکر تیار ہو جاتا ہے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ جب ایک منزل رہ جاتا ہے تو مرالظہران کے مقام پر لشکر اسلام کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم ملتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی حکم ملتا ہے کہ فاصلے فاصلے پر خیمے نصب کیے جائیں اور آگ روشن کی جائے۔

ابوسفیان دیکھنے آیا

قریش مکہ کو ہر وقت خطرہ رہتا تھا کہیں مسلمان حملہ نہ کر دیں۔ اس لئے اہل مکہ نے ابوسفیان کی قیادت میں چند آدمی لشکر اسلام کا جائزہ لینے کے لئے بھیجے۔ ابوسفیان لشکر اسلام کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ ہکا بکا رہ گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو اس وقت پہرے پر تھے۔ انہوں نے ابوسفیان کو پہچان لیا اور سمجھایا کہ اب

مسلمان ہو جاؤ۔ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب باز آ جاؤ۔ ہتھیار ڈال دو۔ ابوسفیان خوف کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ موت کے خوف سے لرز رہا تھا۔ ابوسفیان نے کہا اب کیا کرنا چاہیے۔ حضرت عباس نے فرمایا: آ میرے ساتھ سوار ہو جا۔ میں حضور کی بارگاہ میں لے چلتا ہوں تو بچ جائے گا۔ ابوسفیان حضرت عباس کے پیچھے سوار ہو گیا۔ حضرت عمر کی نظر پڑ گئی۔ حضرت عمر نے زور سے کہا دشمن خدا اور رسول خود آ گیا ہے۔ جانے نہ پائے اور تلوار نکال لی مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ حضرت عمر بھی پیچھے پیچھے گئے۔ فرمایا: ابوسفیان کو میرے حوالے کرو۔ میں ابھی اس کی گردن اڑاتا ہوں۔ مگر حضرت عباس نے اس کو پناہ دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پناہ پر خاموش ہو گئے اور فرمایا: اسے صبح میرے پاس لے آنا۔ پھر ابوسفیان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور واپس مکے چلا گیا۔ ابوسفیان کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن ابوسفیان کے گھر جو داخل ہو جائے اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ابوسفیان نے کہا حضور میرا گھر تو چھوٹا ہے۔ فرمایا: جو کوئی مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ بھی امن میں رہے گا۔ پھر ابوسفیان نے کہا مسجد حرام تو مکہ کی آبادی سے چھوٹی ہے۔ فرمایا جو اپنا دروازہ بند کر لے گا وہ بھی امن میں رہے گا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان سے مسلمانوں سے کی ہوئی زیادتیاں یاد آنے لگیں اور اپنے ماضی پر ندامت ہونے لگی۔ حضرت عباس کو حکم دیا گیا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کر دو یہ لشکر اسلام کا گزرنا دیکھے۔

ابوسفیان صحابہ کرام کا گزرنا دیکھے

ابوسفیان صحابہ کرام کا چلنا دیکھے

ابوسفیان صحابہ کرام کی یگانگت دیکھے
ابوسفیان چلتے پھرتے ہدایت کے ستارے دیکھے
ابوسفیان آج قوت اسلام دیکھے

ابوسفیان لشکر اسلام کو دیکھتا رہا۔ تھک گیا تو کہا ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئے۔ بتایا گیا ابھی تشریف نہیں لائے۔ جس وقت سرکار مدینہ تشریف لائیں گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہو کر نمودار ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق اور بائیں جانب اسید بن حضیر تھے۔ رحمت دو عالم ان کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اشارہ کرتے ہوئے ابوسفیان کو کہا ھٰذَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اے ابوسفیان! یہ ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سارا منظر دیکھ کر ابوسفیان دم بخود ہو گیا۔ کہنے لگا اے عباس تمہارے بھتیجے کی بادشاہی آج بہت عظیم بن گئی ہے۔ حضرت عباس نے کہا ابوسفیان یہ نبوت ہے۔ بادشاہی نہیں ہے۔ ابوسفیان واپس مکہ چلا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ میں داخلہ

مکہ میں داخلہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ یمنی چادر سر مبارک پر بطور عمامہ بندھی ہوئی تھی۔ آج ایک جھلک دیکھنے کے لئے سارا مکہ امنڈ آیا تھا۔ شہر مکہ کی گلیاں اور شاہراہیں' مکانوں کے دریچے اور چھتیں زیارت کرنے والوں سے بھری ہوئی تھیں۔ تمام لوگ سراپا شوق بنے ہوئے تھے۔

معراج کے دولہا کی زیارت کرنے کے لئے بے تاب تھے۔

فتح اور کامرانی کی بارات کے دولہا نے گردن جھکائی ہوئی تھی۔

پیکر عجز و نیاز بنے اپنے خدا کی حمد و ثناء میں مصروف تھے۔ سورۃ فتح کی تلاوت ہو رہی تھی۔

جبین سعادت کجاوے کی سامنے والی لکڑی کو چھو رہی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق تھے اور بائیں طرف حضرت اسید بن حضیر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اپنے غلام زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ کو بٹھایا ہوا تھا۔ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم آج اکیلے نہیں بلکہ دس ہزار صحابہ کرام کا مقدس لشکر آپ کے ساتھ تھا۔ آج بلال بھی ساتھ تھا۔

حرم شریف میں داخلہ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہیں۔ قصواء خراماں خراماں کعبہ شریف کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ساتھ دس ہزار سرفروش مجاہدین بھی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کعبہ شریف پر پڑی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سرکار مدینہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ صحابہ کرام نے بھی پورے جوش و خروش سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کے در و دیوار لرز گئے۔ مشرکوں کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ یہ ایمان پرور منظر دیکھ کر ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر سوار ہو کر کعبہ شریف کا طواف شروع کیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے اونٹنی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی۔ اس وقت کعبہ شریف کے اردگرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ سرکار مدینہ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ چھڑی سے بتوں کی طرف اشارہ فرماتے۔ وہ منہ کے بل زمین پر اوندھے گر پڑتے۔ سرکار مدینہ کی زبان پر

جاری تھا۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلَ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔حق آ گیا باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل تھا ہی مٹنے والا۔

کعبہ شریف کو بتوں سے پاک کر دیا

ایک روایت میں ہے کچھ بت اونچی جگہ رہ گئے۔ جہاں دست اقدس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت علی کو فرمایا: میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر بتوں کو توڑ دو۔ حکم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ سرکار مدینہ کے کندھوں پر چڑھے اور بت توڑ دیئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کندھوں پر کھڑے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: علی بتا اب کیا حال ہے۔ حضرت علی نے عرض کی: یارسول اللہ! میری آنکھوں سے تمام پردے ہٹ گئے ہیں۔ میرا سر ساق عرش تک پہنچ گیا ہے۔ اگر میں اپنا ہاتھ دراز کرتا وہ عرش تک پہنچ جاتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بتوں کو توڑنے کے بعد نیچے زمین پر آ گئے تو تبسم فرمایا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے تبسم کی وجہ پوچھی تو عرض کی یارسول اللہ! میں اتنے بلند مقام سے چھلانگ لگا کر زمین پر آیا ہوں۔ مجھے کوئی چوٹ وغیرہ نہیں لگی اس لئے مسکرا رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی جسے اٹھانے والے محمد ہوں۔ اتارنے والے جبرائیل ہوں اسے بھلا چوٹ کیسے لگ سکتی ہے۔ (مدارج النبوت' جلد دوم)

بتوں کو توڑنے کی حکمت

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بت توڑنے کا حکم کیوں دیا۔ علماء کرام نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۔یعنی تم اور تمہارے معبود

بت سب دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ اس سے پتہ چلا کہ بت دوزخ میں جائیں گے اور اس کا ایندھن بنیں گے۔ اگر بتوں کو توڑتے ہوئے سرکار مدینہ کا دست اقدس بتوں کو لگ جاتا تو بت کبھی دوزخ میں نہ جلتے کیونکہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک لگ جائے اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلا سکتی اس لئے آپ نے حضرت علی کو ارشاد فرمایا:

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور میں روٹیاں لگانا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری اور چہیتی بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت خاتون جنت تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا خاتون جنت سخت گرمی میں روٹیاں لگا رہی ہیں۔ اوپر سے سورج کی گرمی ادھر تنور کی آگ پسینے سے کپڑے شرابور ہیں۔ خاتون جنت کی گرمی کو دور کرنے کے لئے شفقت فرماتے ہوئے خود اپنے دست رحمت سے تنور میں چند روٹیاں لگائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فاطمہ نے دیکھا کہ حضور کی لگائی ہوئی روٹیاں کچی ہیں۔ تنور کی آگ کی تپش ان پر کوئی اثر نہیں کر رہی لیکن خاتون جنت نے جو روٹیاں لگائی تھیں وہ سب پک چکی تھیں۔ خاتونِ جنت نے عرض کی: میری روٹیاں پک چکی ہیں اور آپ کی کچی ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا: یہ روٹیاں نہیں پک سکتیں کیونکہ انہیں میرا ہاتھ لگ گیا ہے۔ یہ تو دنیا کی آگ ہے۔ اگر دوزخ کی آگ بھی ہو تو وہ بھی ان پر اثر نہیں کرے گی۔

(مدارج النبوۃ، ج دوم ص ۳۸۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی سے نیچے اترے

بیت اللہ شریف کے طواف سے فراغت کے بعد جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء سے نیچے اترے تو صحابہ کرام کا اتنا ہجوم تھا کہ صحن میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ صحابہ کرام نے ہاتھوں کی تلیاں پھیلائیں اور ہتھیلیوں پر قدم مبارک رکھ کر نیچے تشریف لائے۔ مقام ابراہیم پر طواف کے دو نفل پڑھے۔ پھر زمزم نوش فرمایا اور وضو بھی کیا۔ سرکار مدینہ وضو کرنے لگے تو جسم اطہر کو جو قطرہ چھو کر نیچے گرتا صحابہ کرام اسے اپنی ہتھیلیوں پر لیتے اور اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیتے۔ کفار نے جب یہ روح پرور منظر دیکھا تو حیران ہو گئے کہ ایسا نظارہ نہ کبھی دیکھا تھا نہ سنا تھا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کلید کعبہ

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر تلوار بے نیام کر کے اپنے آقا کے قریب کھڑے ہو گئے۔ پھر کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ کو طلب کیا وہ حاضر ہوا تو کعبہ کا دروازہ کھولنے کا حکم ہوا۔

عثمان بن طلحہ کی کہانی ان کی زبانی

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہجرت مکہ سے پہلے ایک روز سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ حضور نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ میں نے کہا یا محمد آپ کیسی عجیب و غریب باتیں کر رہے ہیں؟ آپ

مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں آپ کا غلام بن جاؤں حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور ایک نیا دین بنالیا ہے۔ عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تاکہ لوگوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوں۔ میں نے آپ کے ساتھ بدخلقی کا مظاہرہ کیا اور نہایت ناشائستہ انداز میں گفتگو کی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم کی برہمی کا اظہار نہ کیا بلکہ بڑے حلم اور بردباری سے میری بدکلامی اور بداخلاقی کو برداشتکیا البتہ بڑی نرمی سے مجھے فرمایا:

یَا عُثْمَانَ لَعَلَّکَ سَتَرٰی ھٰذَا الْمِفْتَاحَ یَوْمًا بِیَدِیْ اَضَعُهُ حَیْثُ شِئْتُ ۔اے عثمان یادرکھ ایک دن آنے والا ہے جب تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔ یہ سن کر میرا برا حال ہو گیا۔ میں نے کہا: کیا اس روز قریش کی عزت خاک میں مل گئی ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان جس دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اس دن قریش ذلیل وخوار نہیں ہوں گے بلکہ ان کی عزت وشوکت کا آفتاب نصف النھار پر چمک رہا ہوگا۔ قریش کی شان بلند ہوگی۔ عثمان کہتے ہیں سرکار مدینہ کا یہ فرمان میرے قلب پر نقش ہوگیا مجھے یقین ہو گیا۔ ایسا ہو کر رہے گا کیونکہ آپ کی زبان مبارک سے جو بات نکلتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کر رہی
دن کو جو رات کہا تو شب ہو کر رہے

جس روز مکہ معظمہ فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: عثمان چابی لاؤ۔ میری کیا مجال تھی کہ میں انکار کرتا۔ فوراً گھر سے چابی لے آیا اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کردی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان تمہیں وہ دن یاد ہے جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کردوں گا۔ میں نے عرض کی بیشک آپ نے ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ عثمان کہتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چابی پھر مجھے عطا فرمائی۔ ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزَعُهَا مِنكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ

یعنی یہ چابی لے لو اور میں یہ تمہیں ہمیشہ کے لئے دے رہا ہوں اور جو تم سے یہ چابی چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ (مدارج النبوت، ج دوم)

چودہ سو سال گزر چکے ہیں۔ ابھی تک وہ کلید جو حضور نے انہیں دی تھی انہیں کی نسل میں ہے اور قیامت تک ان کی نسل میں ہی رہے گی۔

کعبہ شریف کا دروازہ کھلا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور دروازے کے پاس تشریف لائے اور اپنے رب کی حمد و ثنا کی شان کبریائی کا اظہار کیا اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی خدا نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی، تنہا دشمن کے لشکروں کو شکست دی۔

معافی کا عام اعلان

پھر دین اور ایمان کے دشمنوں سے ایک سوال پوچھا۔ آج یہ سوال ان سے پوچھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

شاعر کہتے تھے۔
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کذاب کہتے تھے۔
جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنوں کہتے تھے۔
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہتے تھے۔
جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں تین سال محصور رکھا تھا۔
جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے جلاوطن کیا تھا۔
جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔
جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا امیر حمزہ کو قتل کیا تھا۔
جنہوں نے مدینہ پر لشکر جرار سے حملہ کیا تھا۔
جو مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتے تھے۔

آج وہ سب دشمن سامنے کھڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک سوال پوچھا جس نے ان پر لرزہ طاری کر دیا۔ ارشاد فرمایا: اے قریش مکہ! تمہارا کیا خیال ہے آج میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ قریش مکہ نے عرض کی: ہم حضور سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔

نَبِیٌّ کَرِیْمٌ وَاَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٌ وَ قَدْ قُدِرْتَ ۔ آپ کریم نبی ہیں، کریم النفس بھائی ہیں اور ہمارے کریم بھائی کے فرزند ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو قدرت اور اختیار بھی عطا فرمایا ہے۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ آج میری

طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ اِذْھَبُوْا وَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ جاؤ میری طرف سے تم آزاد ہو۔ (سیرۃ ابن ہشام)

عفو ودرگزر، جودوکرم کا جو بے مثال مظاہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ تاریخ عالم کے اوراق کھنگال ڈالیں اس حسن سلوک کی کوئی مثال نہیں مل سکے گی۔ یہ عام معافی کا اعلان ان کے لئے تھا جو مسلسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کیخلاف مصیبتوں کے وہ تمام طوفان برپا کرتے رہے تھے جو ان کے بس میں تھے۔ مگر قربان جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سب کو معاف فرمادیا۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ کسی سیاسی رہنما نے، کسی فوجی جرنیل نے اس قسم کے کریمانہ اخلاق کا کبھی مظاہرہ کیا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کے بغیر کسی کے بس کا روگ نہیں۔ ایسے حالت ایسی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرسکے۔ آج کوئی فاتح کوئی ملک فتح کرلے کوئی شہر فتح کرلے ہر طرف خون ہی خون ہوتا ہے۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں ہوتی ہیں لیکن دنیا میں بے مثال فتح، فتح مکہ ہے۔ بے ادبیاں کرنے والوں کو کہا! آج ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج دنیا کا کوئی فاتح نہیں آیا۔ رحمۃ للعالمین آیا ہے۔ جاؤ آج تمہیں معاف کردیا۔

حضرت بلال حبشی کا کعبے کی چھت پر اذان پڑھنا

فتح مکہ کا دن ایک عظیم دن ہے۔ عظمت بشر کا دن ہے۔ حضرت بلال حبشی کو حکم ملا سرکار مدینہ نے فرمایا بلال آج کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان پڑھو۔ بلال نے کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان پڑھی۔ اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ

اکبر، اشھدان لا الہ الا اللہ ۔ اشھدان لا الہ الا اللہ ۔ اشھدان محمد رسول اللہ ۔ اشھدان محمد رسول اللہ ۔ مشرکین مکہ نے جب بلال حبشی کی اذان سنی تو ان کے دل دہل گئے ۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
اور نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

حضرت ابومحذورہ

ابومحذورہ کفر کی حالت میں تھا۔ بچوں کو جمع کر کے بلال کی نقل اتارنا شروع کر دی۔ امام الانبیاء حبیب کبریا کی نظر پڑ گئی۔ ابومحذورہ کو بلایا فرمایا: کیا کر رہے تھے کالے بلال کی نقل اتار رہا تھا۔ اچھا پھر اسی طرح کہو اس نے پھر اذان کہی جب اذان مکمل ہوئی تو سرکار مدینہ نے ابومحذورہ کے سینے پر اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ ابومحذورہ کہتے ہیں میرے دل کی کیفیت بدل گئی۔ میں فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ ابومحذورہ خوش الحان اور بلند آواز تھے۔ عرض کی: مجھے حرم کا مؤذن بنا دیں حضور نے مؤذن بنا دیا۔ فوت ہونے تک حرم شریف میں اذان پڑھتے رہے۔

وحشی بن حرب

قریش مکہ کے لئے عام معافی کے اعلان سے پہلے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ افراد کو مباح الدم قرار دیا تھا۔ ان کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ وہ جہاں بھی پائے جائیں ان کو قتل کر دیا جائے لیکن ان میں سے اکثر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور معافی مانگی مسلمان ہو گئے اور قتل ہونے سے بچ گئے۔ ان میں سے ایک وحشی بن حرب ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو میدان احد میں چھپ کر شہید کیا

تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی کا خون بھی مباح کر دیا تھا۔ جس روز مکہ فتح ہوا۔ یہ طائف بھاگ گیا تھا۔ وحشی کہتا ہے مجھے ایک شخص نے کہا جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتا ہے وہ کتنا ہی مجرم ہو حضور اسے معاف کر دیتے ہیں اسے قتل نہیں کرتے۔ وحشی کہتا ہے یہ سن کر میرے دل میں بھی امید کی کرن چمکی۔ میں فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کلمہ پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا تو فرمایا: تم وحشی ہو؟ عرض کی: ہاں یارسول اللہ! میں وحشی ہوں۔ جاؤ تمہیں بھی معاف کر دیا۔

دشمن آجائے تو چادر بھی بچھا دیتے ہیں
گالیاں دیتا ہے کوئی تو بھی دعا دیتے ہیں
سلام اس پر جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں

جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق کے زمانے میں تو اس جنگ میں وحشی موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہی نیزہ تھا جس کے ساتھ اس نے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ وہی نیزہ اس نے مسیلمہ کذاب کو مارا تو مسیلمہ کو قتل کر دیا۔

وحشی کہتا تھا اگر حالت کفر میں، میں نے سیّد الشہداء حضرت امیر حمزہ کو قتل کیا ہے تو مسلمان ہونے کے بعد اسلام کے سب سے بڑے دشمن مسیلمہ کذاب کو قتل کیا ہے۔ مجھے امید ہے کل قیامت والے دن امیر حمزہ مجھ سے راضی ہو جائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تیسرا خطبہ

اولاد کی تربیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝ (سورۃ التحریم، پ ۲۸)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

وَبَلَغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔

تمام حضرات ذوق اور شوق کے ساتھ درود شریف پڑھیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! اور عزیز نوجوانو! آج آپ کے سامنے اولاد کی تربیت کے سلسلے میں بیان کروں گا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سورۃ التحریم کی ایک آیت مقدسہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اے ایمان والو! اپنی جانو اور اپنے گھر والوں کو آگے سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کڑے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں''۔

قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی آگ سے بچاؤ۔ بعض لوگ اپنے آپ کو تو بچاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں حج کرتے ہیں۔ صدقہ اور خیرات کرتے ہیں لیکن اپنے گھر والوں کی پروانہیں کرتے۔ بیوی بچوں کی فکر نہیں کرتے۔ اولاد گناہوں میں مبتلا ہے۔ سود کھاتی ہے، رشوت لیتی ہے۔ بری محفلوں کی زینت بنتی ہے مگر گھر کے سربراہ کو ان کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اگر اپنے گھر والوں کو آگ سے بچانے کی فکر نہ ہو تو خود انسان کی اپنی نجات بھی نہیں ہو سکتی۔ اولاد کو آگ سے بچانا فرائض میں شامل ہے۔ اگر اس نے کوتاہی کی تو قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔ جواب دینا پڑے گا۔ اگر اولاد کو اپنی طرف سے بچانے کی پوری کوشش کر لی ہے تو انشاء اللہ ماں باپ بری الذمہ ہو جائیں گے اور اولاد کے کیئے کا وبال اولاد پر ہوگا۔ اگر بچہ آپ کی آنکھوں کے سامنے آگ کی طرف بڑھ رہا ہے تو آپ فوراً بھاگ کر اسے اٹھالیں گے تب آپ کو چین آئے گا۔ اسی طرح کی تڑپ یہاں پر بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم میں

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے۔ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (پ۱۶سورۃ مریم) یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے آخری وقت میں اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور پوچھا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۔(پ۱سورۃ البقرہ) بیٹوں نے جواب دیا کہ ہم تیری معبود کی عبادت کریں گے۔

اپنے بچوں کو تربیت دینے کا انداز۔ کھانا کھانے کا ادب

حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا جو اُمّ المومنین ہیں۔ ان کے پچھلے شوہر سے یہ صاحبزادے پیدا ہوئے تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو یہ ان کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ اس لیے یہ آپ کے ربیب یعنی سوتیلے بیٹے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت وشفقت فرمایا کرتے تھے اور ان کے ساتھ بڑی بے تکلفی کی باتیں کیا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں چھوٹا بچہ تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر پرورش تھا ایک روز میرا ہاتھ پیالے میں ادھر سے ادھر حرکت کر رہا تھا یعنی کبھی ایک طرف سے لقمہ اٹھایا۔ کبھی دوسری طرف سے کبھی تیسری طرف سے اٹھا لیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے لڑکے کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کا جو حصہ تمہارے سامنے ہو وہاں سے کھاؤ۔

ادھر ادھر سے ہاتھ بڑھا کر کھانا ٹھیک نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھ کر تنبیہ فرماتے اور ادب سکھاتے۔

حضرت عکراش بن زویب

ایک اور صحابی حضرت عکراش بن زویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کھانا سامنے آیا تو میں نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک نوالہ ادھر سے لیا اور دوسرا نوالہ ادھر سے لے لیا اور اس طرح برتن کے مختلف حصوں سے کھانا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے عکراش ایک جگہ سے کھاؤ' اس لئے کہ کھانا ایک جیسا ہے۔ ادھر ادھر سے کھانے سے بدتہذیبی بھی معلوم ہوتی ہے اور بدسلیقگی بھی ظاہر ہوتی ہے اس لئے ایک جگہ سے کھاؤ۔ حضرت عکراش فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ سے کھانا شروع کر دیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک بڑا تھال لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجوریں بکھری ہوئی تھیں۔ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا ہوا چھاچھ کو بھی پھونک کر پیتا ہے چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرما چکے تھے کہ ایک جگہ سے کھاؤ۔ اس لیے میں نے وہ کھجوریں ایک جگہ سے کھانی شروع کر دیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک جگہ سے کھجور اٹھاتے کبھی دوسری جگہ سے اٹھاتے اور مجھے جب ایک طرف سے کھاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اے عکراش! تم جہاں سے چاہو کھاؤ۔ اس لیے کہ یہ مختلف قسم کی کھجوریں ہیں اب اگر ایک طرف سے کھاتے رہے پھر دل تمہارا دوسری قسم کی کھجور کھانے کو چاہ رہا ہے تو ہاتھ بڑھا کر وہاں سے کھجور اٹھا کر کھالو۔ (مشکوۃ المصابیح' ص ۳۶۷) گویا کہ اس حدیث میں حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم نے یہ ادب سکھایا کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز ہے تو پھر صرف اپنی طرف سے کھاؤ اور اگر مختلف قسم کی چیزیں ہیں تو دوسری طرف بھی کھا سکتے ہو۔ اپنی اولاد اور اپنے صحابہ کی ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ تھی۔ یہ سارے آداب خود بھی سیکھنے کے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی سکھانے کے ہیں۔ یہ اسلامی آداب ہیں جن سے اسلامی معاشرہ ممتاز ہوتا ہے۔

اولاد کو نماز کا حکم دو۔ جب وہ سات سال کے ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں یعنی سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تاکید کرنا شروع کرو۔ اگرچہ اس کے ذمے نماز فرض نہیں ہوئی لیکن اس کو عادی بنانے کے لئے سات سال کی عمر سے تاکید کرنا شروع کر دو اور جب دس سال کی عمر ہو جائے اور پھر بھی نماز نہ پڑھے تو اس کے نماز نہ پڑھنے پر مارو اور دس سال کی عمر میں بچوں کے بستر الگ الگ کر دو۔ ایک بستر میں دو بچوں کو نہ سلاؤ۔ (جامع الاصول رقم الحدیث ۳۲۲۳)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں حضرت فاطمہ اور حضرت علی کے بیٹے حضرت حسن نے جب کہ ابھی بچے ہی تھے صدقہ کی کھجوروں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھلی۔ جب حضور نے دیکھا تو فوراً فرمایا: کخ کخ یعنی اس کو منہ سے نکال دو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہم صدقے کا مال نہیں کھاتے۔

(جامع الاصول رقم الحدیث ۴۸ ۲۷)

ہر شخص نگران ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں

نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے ہیں تم میں سے ہر شخص راعی ہے۔ نگہبان ہے۔ ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے قیامت کے روز اس کی ذمہ داری اور نگہبانی کے بارے میں سوال ہوگا۔ امام یعنی سربراہ حکومت ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا کہ تم نے ان سے کیسا برتاؤ کیا۔ ان کی تربیت کیسی کی۔ ان کے حقوق کا کتنا خیال رکھا اور وہ اپنے گھر والوں کا بیوی' بچوں کا نگران اور نگہبان ہے۔ قیامت کے دن اس سے سوال ہوگا۔

ماتحتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے

اس حدیث شریف کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ باپ اور اولاد تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں کچھ لوگ ماتحت ہوتے ہیں مثلاً گھر کے اندر اس کے ماتحت بیوی بچے ہیں۔ دفتر میں اس کے ماتحت کچھ افراد کام کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی فیکٹری ہے تو اس فیکٹری میں اس کے ماتحت کچھ عملہ ہے۔ یہ سب اس کے ماتحت ہیں لہٰذا ان سب کو دین سکھانا دین کی طرف مائل کرنا دین کے سلسلے میں تربیت کرنا انسان کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حدیث شریف پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بچے کا پہلا حق

جب بچہ پیدا ہو وہ لڑکا ہو یا لڑکی اس پر خوشی کا اظہار کیا جائے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں اگر لڑکا پیدا ہو تو خوشی کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر لڑکی پیدا ہو تو نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ نفرت کا اظہار کافروں کا طریقہ ہے۔ کافر بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ غصہ کا اظہار کرتے تھے۔ اسلام میں بچی کی پیدائش پر غصہ کا اظہار کرنا جائز نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بچی دو رحمتیں

لے کر آتی ہے۔ بچی والدین کے لئے بھی رحمت ہے۔ سسرال کے لئے بھی رحمت ہے۔ بیٹی پیدا ہو تو بیوی کو قصوروار ٹھہرانا جائز نہیں ہے۔ یہ ظلم ہے۔ جیسے بیٹا نعمت ہے۔ اسی طرح بیٹی بھی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جس کو چاہے بیٹے جس کو چاہے بیٹیاں عطا کرے جس کو چاہے کچھ بھی عطا نہ کرے جس کو چاہے بیٹے بھی عطا کرے بیٹیاں بھی عطا کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے لہٰذا جب کسی کے گھر بیٹا پیدا ہو یا بیٹی پیدا ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر خوشی کا اظہار کرے۔ بچے کو دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ بچے کو نیک اور صالح بنائے سچا پکا مسلمان بنائے۔

دوسرا حق کان' میں اذان اور اقامت کہنا (تکبیر کہنا)

جب بچے کو نہلا دھلا کر پاک صاف کر دیا جائے تو بچے کے دائیں کان میں اذان کہی جائے اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ اذان اور اقامت میں حکمت یہ ہے کہ تیری اذان بھی ہو چکی ہے۔ تیری اقامت بھی ہو چکی ہے۔ اب صرف نماز باقی ہے اور نماز کے بعد آخرت کی طرف جانا ہے اسی لئے نماز جنازہ کے لئے نہ اذان ہے نہ اقامت ہے۔

تیسرا حق تحنیک

جب بچے کے کان میں اذان اور اقامت ہو جائے تو اس کے بعد تحنیک کرائی جائے۔ (گھٹی) کسی نیک اور صالح آدمی سے کھجور یا چھوارا چبوا کر اس کا تھوڑا سا حصہ بچے کے تالو سے لگا دیا جائے۔ اس کو "تحنیک" کہا جاتا ہے اور یہ سنت ہے۔ اگر کھجور یا چھوارا نہ ہو تو شہد استعمال کر لیا جائے۔

چوتھا حق

بچے کا اچھا نام رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ ان میں سے کوئی نام رکھا جائے۔ مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم وغیرہ انبیاء کرام کے ناموں میں سے کوئی نام رکھا جائے مثلاً اسماعیل، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں میں سے کوئی نام رکھا جائے مثلاً ابوبکر، عمر، عثمان، علی یا بزرگانِ دین میں سے کسی کا نام رکھا جائے۔ اگر بیٹی ہے تو صحابیات یا ازواج مطہرات کے ناموں میں سے رکھا جائے۔ مثلاً فاطمہ، عائشہ، اُم سلمیٰ۔ کوئی بُرا یا بے معنی نام نہ رکھا جائے۔ کافروں کے نام فرعون، ہامان، شداد شیطان نہ رکھا جائے۔ اچھے اور برے نام کے بچے پر اثرات پڑتے ہیں۔

پانچواں حق

مسنون ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن بچہ کا نام رکھا جائے اگرچہ پہلے بھی رکھ سکتے ہیں اور ساتویں دن ہی عقیقہ کیا جائے۔ یہ مستحب ہے اور مسنون ہے۔ سنت ہے۔ اگر لڑکا ہے تو دو بکرے اگر لڑکی ہے تو ایک بکری۔ اگر طاقت نہ ہو تو عقیقہ نہ کیا جائے کوئی گناہ نہیں ہے۔ کرنے میں فائدہ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ عقیقہ کرنے سے بچے سے تمام آفات اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔

اگر کوئی ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو بعد میں بھی کر سکتا ہے لیکن بعد میں بھی ساتویں دن کا خیال کرنا بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کی پیدائش سے ایک دن پہلے کریں۔ مثلاً اگر بچہ ہفتہ کے دن پیدا ہوا ہے تو بعد میں جب بھی عقیقہ کریں جمعہ کے دن کریں۔ اس حساب سے یہ ساتواں دن بنے گا۔ بہتر یہ

ہے کہ عقیقہ کے گوشت کے تین حصہ کریں۔ ایک حصہ اپنے گھر کے لئے ایک حصہ پڑوسیوں کے لئے ایک حصہ غریبوں اور مسکینوں کے لئے۔ اس طرح مستحب ہے ساتویں دن بچہ ہو یا بچی ہو۔ سر کے بال منڈوا دیئے جائیں۔ بالوں کے ہم وزن چاندی یا چاندی کی قیمت خیرات کردی جائے۔ سر کے بال استرے سے مونڈنے کی وجہ سے سارے مسامات کھل جائیں گے اور دماغ صحیح کام کرنے لگے کا بچہ صحت مند ہو جائے گا۔

بچے کی ختنہ کرانا

ساتویں دن ختنہ کروا دینا مستحب ہے۔ شرعی لحاظ سے ختنہ کروانا سنت مؤکدہ ہے۔ تمام انبیاء کرام کی سنت ہے شعائر اسلام میں سے ہے۔ ختنہ کروانا ضروری ہے۔ نہیں کروائے گا تو گنہگار ہوگا۔

بیٹا اور بیٹی دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو صنفوں میں پیدا کیا ہے۔ ایک مرد ایک عورت اس طرح پیدا کرنا یہ رب العزت کی حکمت ہے۔ کسی کو اللہ کریم نے صرف بیٹے عطا کئے ہیں۔ کسی کو صرف بیٹیاں عطا کی ہیں۔ کسی کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کئے ہیں۔ کسی کو نہ بیٹے نہ بیٹیاں عطا کی ہیں۔ یہ تقسیم بھی اللہ کی حکمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ٥ (پ۲۵ ع۶ الشوریٰ)

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں۔ لڑکیاں عطا فرماتے ہیں جس کو چاہتے ہیں لڑکے عطا فرماتے ہیں۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط (الشوریٰ ۴۹۔۵۰) اور کسی کو لڑکی اور لڑکیاں دونوں عطا فرما دیتے ہیں اور

جس کو چاہتے ہیں بانجھ کر دیتے ہیں۔اس کے ہاں نہ لڑکا پیدا ہوتا ہے اور نہ لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ بیٹے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ بیٹیاں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ مرد عورتوں کے محتاج ہیں۔عورتیں مردوں کی محتاج ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام قائم فرمایا ہے جس میں دونوں کی ضرورت ہے۔دونوں ایک دوسرے محتاج ہیں۔یہ رب العزت کی حکمت ہے۔

بیٹے کی پیدائش پر خوشی

کچھ لوگ بیٹے کی ولادت پر بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔اپنے دوست و احباب کو بتاتے ہیں۔میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔پھر مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے۔ دھوم دھام سے عقیقہ کیا جاتا ہے۔

بیٹی کی ولادت پر افسوس کا اظہار ہوتا ہے

آج کل اگر مسلمان کے گھر بیٹی پیدا ہو جائے تو خوشی کا اظہار نہیں ہوتا۔گھر میں ہر شخص پریشان ہو جاتا ہے۔مٹھائی تقسیم نہیں کی جاتی نہ ہی عقیقہ کیا جاتا ہے۔ بیٹی کی ولادت پر بیوی سے ناراضگی ہو جاتی ہے۔شوہر بیوی کو طلاق دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ عورت کے اختیار میں کچھ نہیں نہ لڑکی پیدا کرنا عورت کے اختیار میں ہے نہ لڑکا پیدا کرنا عورت کے اختیار میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اسے پوچھ نہیں سکتا اور وہ سب سے پوچھ سکتا ہے۔زمانہ جاہلیت میں اگر کفار عرب کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تو باپ اسے باعث ذلت سمجھتا تھا اور اسے زندہ درگور کر دیتا تھا۔ بیٹیوں پر یہ ظلم کرتے تھے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○

(النحل ۵۸۔۵۹ ترجمہ کنزالایمان)

"ترجمہ: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کا سبب کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتون جنت سے پیار

حضور پرنور شافع یوم النشور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی اور چہیتی بیٹی ہیں۔ تصویر مصطفیٰ ہیں۔ آپ جنت کی کلی ہیں۔ آپ کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی تھی جسے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سونگھا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ۔ فاطمہ میری جان کا حصہ ہے پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال فرمانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو ہستیوں کا کھڑے ہو کر استقبال کیا ہے اور وہ دونوں عورتیں ہیں۔ ایک حضرت فاطمۃ الزہرا اور دوسری حضرت حلیمہ سعدیہ حضور حضرت فاطمہ سے کتنی شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ فاطمہ کو آتے ہوئے

دیکھتے تو خوش آمدید کہتے پھر ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ انہیں بوسہ دیتے ان کا ہاتھ پکڑ کر لاتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھاتے اور جب سیّدہ فاطمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھتیں تو خوش آمدید کہتیں پھر کھڑے ہو کر استقبال کرتیں اور آپ کو بوسہ دیتیں۔

(نسائی رقم الحدیث ۹۲۳۶)

اللہ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے۔ وہ حضرت فاطمہ ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمہ ہوتیں۔

سبحان اللہ کیا محبت کا انداز ہے کہ سفر پر جاتے سب سے آخر میں حضرت فاطمہ سے ملتے۔ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے خاتون جنت سے ملتے۔

سیّدہ زاہدہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی سے کتنی محبت فرماتے تھے۔ کتنی شفقت فرماتے تھے ہمیں اپنی بیٹیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہئے۔

بیٹیاں جنت میں جانے کا ذریعہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش کرنے پر جتنے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ بیٹے کی پرورش پر اس قدر بیان نہیں فرمائے:

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھا معاملہ کرے۔ تو اس کی بدولت وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (ترمذی)

ایک دوسری حدیث جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے زندگی گزارے۔ (یعنی ان کے جو حقوق شریعت نے مقرر فرمائے ہیں وہ ادا کرے' انکے ساتھ اچھا برتاؤ کرے' ان کے وجود کو اپنے لئے مصیبت اور باعث ذلت نہ سمجھے) اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔''

(ترمذی باب ماجاء فی الشفقۃ علی البنات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور اس کو ان بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کا سابقہ پیش آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کو پالے اور ان کو تہذیب اور ادب سکھائے اور ان کو کھلانے پلانے اور دیگر ضروریات کے انتظام کی تکلیف پر صبر کرے تو اللہ

تعالیٰ اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دیں گے۔
کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی دو بیٹیاں ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: دو بیٹیوں کا بھی یہی حکم ہے پھر کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی ایک بیٹی ہو (تو کیا وہ اس ثواب عظیم سے محروم رہے گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک بیٹی کی اس طرح پرورش کرے گا' اس کے لئے بھی جنت ہے صلی اللہ علیہ وسلم'' (اتحاف السادۃ المتقین)
دیکھئے یہ فضیلت اور ثواب بیٹوں کی پرورش پر بیان نہیں فرمایا بلکہ بیٹیوں کی پرورش پر بیان فرمایا ہے۔ اس لیے ہمیں بیٹیوں کی پرورش خوش دلی سے کرنی چاہئے۔

بیٹی جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص پر لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہو اور وہ اس کو صبر و تحمل سے انجام دے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔''

ماں کی شفقت اور محبت کا عجیب و غریب واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصہ منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک خاتون میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ اس خاتون نے مجھ سے سوال کیا' اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہیں تھا۔ وہ کھجور میں نے اس کو دے دی' اس اللہ کی بندی نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے

اور ایک ایک ٹکڑا دونوں کے ہاتھ پر رکھ دیا' خود کچھ نہیں کھایا' حالانکہ خود اسے بھی ضرورت تھی' اس کے بعد وہ خاتون بچیوں کو لے کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اس خاتون کے آنے اور ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو دینے کا پورا واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو دو بچیوں کی پرورش کرنے کی نوبت آئے اور وہ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے تو وہ بچیاں اس کو جہنم سے بچانے کے لئے پردہ بن جائیں گی۔

اولاد کو دینے میں برابری ہونی چاہئے

اور جس طرح اظہار محبت میں برابری کرنا ضروری ہے' اسی طرح ہدیہ اور تحفہ دینے میں بھی برابری کرنے کا حکم ہے لہٰذا ماں باپ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان اگر پیسے تقسیم کریں یا کپڑا تقسیم کریں یا کھانے پینے کی کوئی چیز تقسیم کریں تو اس میں برابری کرنا ضروری ہے اور لڑکی کو بھی اتنا ہی دیں جتنا لڑکے کو دیں یہ نہ کریں کہ لڑکے کو زیادہ دے دیں اور لڑکی کو کم دیں یا لڑکی کو زیادہ دے دیں اور لڑکے کو دیں بلکہ برابری کریں۔ یہ برابری کرنا اس صورت میں ضروری ہے۔ جب ماں باپ ضرورت سے زائد اور خوشی کے مواقع پر اولاد کے درمیان کچھ تقسیم کریں جیسے عید کے موقع پر عیدی برابر تقسیم کریں یا سفر سے واپسی پر تحفہ دیں تو اس میں برابری کریں۔

ضرورت کے وقت بچوں پر خرچ کرنے میں کمی بیشی جائز ہے

لیکن اگر ماں باپ ضرورت کے مواقع پر اولاد میں سے کسی پر کچھ خرچ کر رہے ہیں۔ مثلاً بیماری کے موقع پر خرچ کر رہے ہیں یا کسی کی تعلیم پر خرچہ کر رہے

ہیں یا مثلاً بیٹا یا بیٹی سفر پر جا رہے ہیں اور کسی کا سفر چھوٹا ہے اور کسی کا سفر لمبا ہے' ایک کو سفر میں زیادہ پیسوں کی ضرورت ہوگی۔ اس طرح کے ضرورت کے مواقع پر خرچ کرنے میں کمی بیشی کرنے میں کوئی گناہ اور پکڑ نہیں' بلکہ جس اولاد کو جتنی ضرورت ہے باپ اس کو اتنا دے سکتا ہے لہٰذا حسب ضرورت دینے میں کمی بیشی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

زندگی میں تقسیم جائیداد ضروری نہیں

اسی طرح بیٹی کا ایک بہت بڑا حق یہ ہے کہ جب کوئی باپ اپنی زندگی میں اپنا مال و جائیداد اولاد میں تقسیم کرنا چاہے تو اس سلسلے میں پہلی بات یہ سمجھ لینی چاہیے کہ زندگی میں اپنا مال و جائیداد اولاد میں تقسیم کرنا ضروری نہیں۔

باپ کی زندگی میں جائیداد پر اولاد کا حق نہیں ہے

اسی طرح یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ماں باپ کی صحت والی زندگی میں ان کے مال و جائیداد میں اولاد کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ ماں باپ اپنی جائیداد کے مالک ہیں ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی جائیداد اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان تقسیم کریں اور چاہیں تو تقسیم نہ کریں' اولاد ان سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ جو کچھ آپ نے کمایا ہے' ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے' اور ہمارا حق ہمیں دے دیجئے۔ یہ مطالبہ اولاد کو نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ جب زندگی میں اولاد کا حق ہی نہیں ہے تو پھر مطالبہ کیسا؟ کیونکہ باپ کی صحت والی زندگی میں جائیداد پر اولاد کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہ اس لئے عرض کر دیا کہ بعض اولاد باپ پر اس طرح زیادتی کرتی ہے کہ وہ ماں باپ کو مجبور کرتی ہے کہ آپ کو تو اب اس جائیداد کی ضرورت نہیں۔ آپ

نے اس کو کیا کرنا ہے؟ یہ سب ہمارا حق ہے' آپ اپنی زندگی میں اس کو تقسیم کر کے فارغ کر دیجئے۔ آپ کے مرنے کے بعد معلوم نہیں کوئی ہمیں دے یا نہ دے یا آپ کے بعد ہمارے درمیان جھگڑا ہو جائے' اس لئے آپ ہمیں ابھی دے کر فارغ ہو جائیں۔ یاد رکھئے! جب اولاد کو ان کی زندگی میں ان کی جائیداد پر کوئی حق نہیں ہے تو زبردستی تقسیم کرانا اور تقسیم کرنے پر زور دینا کیسے درست ہوگا؟ ماں باپ اس جائیداد کے مالک ہیں اور تقسیم کرنا یا نہ کرنا ان کی مرضی پر موقوف ہے' ان کے ذمہ تقسیم کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر وہ اس میں اپنی مصلحت سمجھتے ہیں تو زندگی میں تقسیم کر دیں۔ اگر تقسیم نہ کریں تو بھی ان کو اختیار ہے۔

باپ زندگی میں سب اولاد کو برابر دے

اگر باپ اپنی زندگی میں جائیداد اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہے تو اس میں جائیداد میں جتنا حصہ بیٹے کو دے اتنا ہی حصہ بیٹی کو بھی دے۔ اگر باپ کے انتقال کے بعد میراث تقسیم ہو رہی ہے تو اب شریعت کا حکم یہ ہے کہ لڑکی کا لڑکے کے مقابل آدھا حصہ ہے۔ یہ حکم باپ کے انتقال کے بعد اس کی میراث میں ہے۔

شادی سے بیٹی کا حق ختم نہیں ہوتا

ہمارے معاشرے میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بیٹیوں کو جائیداد نہیں دی جاتی۔ کہتے ہیں بیٹی کی شادی جو کر دی ہے سب کچھ جہیز میں دے دیا ہے۔ یہ غلط ہے جس طرح بیٹے کو جہیز دینے سے بیٹے کا حق میراث ختم نہیں ہوتا۔ اسی طرح بیٹی کو جہیز دینے سے اس کو اپنے مال و جائیداد سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح باپ نے بیٹے کی شادی پر خرچ کیا ہے۔ اسی طرح بیٹی کی شادی پر بھی خرچ کیا ہے۔

بیٹی کی شادی پر اس کو سب کچھ دے دیا۔اب اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ میراث میں یہ بیٹی کی حق تلفی ہے جائز نہیں ہے۔ بیٹی کو میراث سے پورا حق دیا جائے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی والدہ نے تربیت کیسے کی

انڈیا میں ایک بزرگ گزرے ہیں جو مغل بادشاہوں کے پیر کہلاتے ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی' قطب مینار کے پاس ہی ان کی مزار ہے جہاں یہ لیٹے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ ان کے بارے میں آتا ہے ان کا نام تو تھا قطب الدین لیکن ان کے ساتھ کاکی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ کاکی ہندی کا لفظ ہے۔ کاکی ہندی میں روٹی کو کہتے ہیں تو یہ لفظ ان کے نام کے ساتھ کیسے لگا۔ یہ بھی دلچسپ واقعہ ہے کہ جب ان کی پیدائش ہوئی ذرا سمجھ بوجھ والے ہو گئے۔ ماں باپ بیٹھ کر سوچنے لگے کہ ہم بچے کی کس طرح اچھی تربیت کریں تا کہ ہمارا بچہ اللہ رب العزت سے محبت کرنے والا بن جائے۔ دونوں آپس میں بحث کرتے رہے لیکن وہ لوگ جس بات پر بحث کرتے تھے اسے اسی وقت عمل میں لے آیا کرتے تھے۔ آج کی عورتوں کا یہ حال ہے کہ جب ان کی شادی نہیں ہوتی تو بچوں کی تربیت کے بارے میں ان کے پلان ہوا کرتے ہیں اور جب ان کی شادی ہوتی ہے اور ان کے پانچ بچے ہوتے ہیں اور ایک پلان بھی بچوں کی تربیت کا ان کے پاس نہیں ہوتا۔ ان کا دماغ ایسا ماؤف ہو چکا ہوتا ہے' وہ ایسی نہیں تھیں۔ وہ تو بچے کی اچھی تربیت کرنے والی تھیں۔ لہذا ماں باپ بیٹھے بحث کر رہے تھے۔ بیوی کہنے لگی کہ میرے ذہن میں ایک بات ہے۔ میں کل سے اس پر عمل کرونگی جس کی وجہ سے میرا بیٹا اللہ سے محبت کرنے والا بن جائے گا۔ خاوند نے کہا بہت اچھا چنانچہ اگلے دن جب بیٹا مدرسے گیا تو پیچھے ماں نے

اس کی روٹی پکائی اور روٹی چھپا دی جب بچہ آیا کہنے لگا امی بھوک لگی ہے۔ مجھے روٹی دیں۔ ماں نے کہا روٹی ہمیں بھی اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ دیں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے مانگ لیجئے۔ بیٹے نے مصلی بچھایا دونوں ہاتھ اٹھا لئے اور دعا مانگنے لگا۔ اے اللہ! میں ابھی مدرسے سے آیا ہوں۔ تھکا ہوا ہوں اور مجھے بھوک لگی ہوئی ہے اور مجھے پیاس بھی لگی ہوئی ہے۔ یا اللہ! مجھے روٹی بھی دے دیجئے اور پانی بھی دے دیجئے یہ دعا مانگنے کے بعد بیٹے نے ماں سے پوچھا۔ اب میں کیا کروں تو ماں نے کہا بیٹے اللہ نے تیرا رزق بھیج دیا ہوگا تو کمرے کے اندر تلاش کر تجھے مل جائے گا۔ چنانچہ بچہ مصلے سے اٹھ کر کمرے میں آیا۔ ادھر ادھر دیکھا ماں نے کچھ رہنمائی کی چنانچہ جب اس نے دراز کھولا اس میں گرم گرم کھانا پکا ہوا پڑا تھا۔ وہ بڑا خوش ہو گیا پھر کھانا کھاتے ہوئے پوچھنے لگا۔ امی روز اللہ تعالیٰ دیتے ہیں ماں نے کہا ہاں بیٹے روز اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں اب یہ بروز کی عادت بن گئی۔ بچہ مدرسے سے آتا اور آ کر مصلے پہ بیٹھ کر دعا مانگتا۔ ماں نے کھانا تیار رکھا ہوتا وہ کھانا بچے کو مل جاتا۔ بچہ کھانا کھا لیتا۔ جب کئی دن گزر گئے۔ ماں نے محسوس کرنا شروع کر دیا کہ بچہ اللہ تعالیٰ سے متعلق زیادہ سوال پوچھنے لگا۔ امی اللہ تعالیٰ ہر روز کھانا دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت سے محبت خوب دل میں پیدا ہو گئی۔ ماں بھی بڑی خوش تھی۔ بچے کی تربیت اچھی ہو رہی ہے اور یہ سلسلہ کئی مہینے ایسے چلتا رہا۔

والدہ رشتے داروں کے گھر چلی گئی

بالآخر ایک دن ایسا آیا ماں کو کسی تقریب میں رشتے داروں کے گھر جانا پڑا۔ بیچاری وقت کا خیال نہ رکھ سکی۔ جب اُسے یاد آیا کہ وقت تو بچے کے واپس

آنے کا ہو چکا تھا اور ماں گھبرائی میرا بیٹا سکول سے واپس گھر آ گیا ہوگا۔ اگر اس کو کھانا نہ ملا تو میری تو ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔ اب آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ برقعہ پہنا قدم تیزی سے اٹھا رہی ہے۔ آنکھوں میں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے ہیں۔ اللہ سے فریادیں کرتی جا رہی ہے۔ میرے مولا میں نے ایک چھوٹی سی ترکیب بنائی تھی۔ میرے بیٹے کے دل میں تیری محبت بیٹھ جائے۔ اللہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں وقت کا خیال نہ رکھ سکی۔ کھانا پکا کر نہیں رکھ آئی۔ اللہ میرے بیٹے کا یقین نہ ٹوٹے۔ اللہ میری محنت ضائع نہ کر دینا۔ روتی ہوئی ماں بالآخر جب گھر پہنچی تو کیا دیکھتی ہے بچہ بستر کے اوپر آرام کی نیند سویا ہوا ہے۔ ماں نے غنیمت سمجھا اور جلدی سے کچن میں جا کر کھانا بنا دیا اور پھر اسے کمرے میں چھپا دیا پھر اپنے بیٹے کے پاس آئی۔ آ کر اس کے رخسار کا بوسہ لیا۔ بچہ جاگ گیا۔ ماں نے سینے سے لگا لیا۔ میرے بیٹے تمہیں آئے ہوئے دیر ہو گئی۔ تمہیں بہت بھوک لگی ہوگی۔ بہت پیاس لگی ہوگی۔ بیٹا اٹھو اللہ سے رزق مانگ لو۔ بیٹا ہشاش بشاش اٹھ کر بیٹھ گیا۔ امی مجھے بھوک نہیں لگی۔ پیاس نہیں لگی۔ ماں نے پوچھا کیوں بیٹا کہنے لگا امی جب میں مدرسے سے گھر آیا تھا میں نے مصلیٰ بچھایا اور ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی۔ اللہ بھوکا ہوں پیاسا ہوں مجھے کھانا دے دیجئے اور اللہ آج تو امی بھی گھر پر نہیں ہیں۔ میں نے دعا مانگ کر امی کمرے میں جا کر دیکھا۔ امی مجھے کمرے میں ایک روٹی پڑی ہوئی ملی۔ میں نے اسے کھا لیا لیکن امی جو مزہ مجھے اس روٹی میں آیا وہ مزہ مجھے پہلے کبھی بھی نہیں آیا۔ ماں نے بچے کو پھر سینے سے لگایا اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تو نے میری لاج رکھ لی۔ اس لیے اس کا نام کا کی پڑ گیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ یہ بچہ بڑا ہو کر

اتنا بڑا شیخ بن گیا کہ وقت کے بڑے بڑے مغل بادشاہ ان کے مرید بنے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ان سے بیعت ہوئے اور ان کے ہاتھوں پر توبہ تائب ہوئے۔ سبحان اللہ جب بچے کی ماں یوں تربیت کرتی ہے تو پھر اللہ رب العزت بھی اس بچے کو روشنی کا مینار بنا دیا کرتے ہیں تو آپ بھی اپنے بچوں کو بچپن ہی سے اولیاء اللہ والی صفات سکھائیں تاکہ بچے بچپن ہی سے ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرلیں۔ اللہ کے ولی بن جائیں۔

بیٹا نماز پڑھا کرو

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ بچپن میں والدہ نے کہا بیٹا نماز پڑھا کرو۔ بیٹے نے کہا امی نماز پڑھنے سے کیا ملتا ہے۔ فرمایا: شکر ملتی ہے کیونکہ آپ کو شکر بہت پسند تھی۔ آپ جب نماز پڑھتے والدہ چپکے سے مصلے کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیتی۔ نماز کے بعد آپ اٹھا لیتے لیکن ایک دن والدہ شکر رکھنا بھول گئی۔ آپ نے مصلی اٹھایا تو شکر کی پڑیا موجود تھی۔ آج اس کا مزہ بھی اور تھا۔ امی کو بتایا آج جو شکر کھائی اس کا مزہ عجیب تھا۔ والدہ سمجھ گئیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری لاج رکھ لی ہے۔ شکر جنت سے بھیج دی ہے۔ اس کے بعد آپ کا لقب گنج شکر مشہور ہوا۔ (اسرار اولیاء: ص ۲۵)

حضرت امام جعفر صادق کا فرمان

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے والد امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ نصیحتیں کیں کہ بیٹا پانچ لوگوں سے دوستی نہ کرنا بلکہ اگر کہیں راستے میں چل رہے ہوں تو ان کے ساتھ مل کر بھی نہ چلنا وہ اتنے خطرناک ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کون؟ تو انہوں نے فرمایا: ایک جھوٹے سے دوستی نہ کرنا۔ میں نے

پوچھا کیوں؟ وہ فرمانے لگے اس لئے کہ وہ دور کو قریب دکھائے گا اور قریب کو دور دکھائے گا اور تمہیں دھوکے میں رکھے گا۔ میں نے کہا اچھا' دوسرا کون سا؟ فرمانے لگے تم کسی بخیل سے دوستی نہ کرنا۔ کنجوس مکھی چوس سے دوستی نہ کرنا۔ میں نے کہا کیوں؟ وہ فرمانے لگے وہ تمہیں اس وقت چھوڑ دے گا جب تمہیں اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ وہ دھوکہ دے جائے گا۔ اس لئے اس سے بھی دوستی نہ کرنا۔ میں نے پوچھا تیسرا کون سا؟ فرمانے لگے فاجر فاسق سے یعنی جو اللہ کے حکموں کو توڑنے والا ہو اس سے بھی دوستی نہ کرنا۔ میں نے پوچھا کس لیے۔ فرمایا: اس لئے کیونکہ وہ تمہیں ایک روٹی کے بدلے بیچ ڈالے گا بلکہ ایک روٹی سے کم کے بدلے بیچ ڈالے گا۔ میں نے کہا ابو ایک روٹی کے بدلے بیچنے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے۔ ایک روٹی سے کم میں کیسے بیچے گا؟ فرمایا: بیٹے وہ ایک روٹی کی امید پہ تمہارا سودا کر دے گا اور تمہیں بھاؤ کا پتہ بھی نہیں چلنے دے گا یعنی فاسق بندے کا کیا اعتبار جو خدا کا وفادار نہیں وہ بندوں کا وفادار کیسے ہوسکتا ہے اور فرمایا: ایک بیوقوف سے دوستی مت کرنا۔ میں نے پوچھا کس لئے؟ اس لئے وہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے گا اور نقصان پہنچا دے گا۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا پانچواں کون سا؟ فرمایا: قطع رحمی کرنے والے رشتے ناطے توڑنے والے بے وفا انسان کے ساتھ دوستی نہ کرنا کیونکہ بے وفا بالآخر بے وفا ہوتا ہے تو پہلے وقت میں والدین اپنے بچوں کو نصیحتیں کیا کرتے تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

چوتھا خطبہ

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ (پ۲۰ القصص آیت ۱۲)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاہِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

تمام حضرات محبت' ذوق اور شوق کے ساتھ درود پاک پڑھیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! قرآن حکیم جو آیت تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کردی تھیں''۔

آج جناب موسیٰ کلیم اللہ کو نذرانہ عقیدت پیش کروں گا۔ نبی کو اللہ تعالیٰ بڑا وسیع علم عطا فرماتا ہے۔ نبی کسی مدرسہ یا کالج میں پڑھ کر نہیں آتا بلکہ وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے پڑھ کر آتا ہے۔ نبی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچپن میں بھی باخبر ہوتا ہے۔ نبوت کا معنی ہے ''خبر دادن'' یعنی خبر دینا۔ یعنی نبی اسے کہتے ہیں جو خبر دینے والا ہو۔ خبر دینا ہی وہ ہے جو خبر رکھتا ہو۔ جو نبی کو بے خبر کہتے ہیں وہ خود بے خبر ہیں۔ نبی فرش پر بیٹھ کر عرش کی خبریں دیتا ہے۔

فرعون بڑا مغرور انسان تھا

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے زمانے میں مصر میں پیدا ہوئے۔ مصر کے بادشاہ کو فرعون کہا جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید ابن مصعب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران ہے۔ لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور والدہ کا نام حضرت عایذ تھا۔ (تفسیر نعیمی پ ۱)

فرعون نے خواب دیکھا

فرعون بڑا مغرور اور متکبر تھا۔ بنی اسرائیل پر بڑے ظلم کر رہا تھا۔ فرعون نے خواب دیکھا بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی ہے جس نے تمام قبطیوں اور فرعونیوں کو جلا ڈالا مگر اسرائیلیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور پھر دیکھا کہ بنی اسرائیل کے محلے سے ایک بڑا اژدھا نکلا جس نے اس کو تخت سے نیچے گرا دیا۔ فرعون نے تعبیر بیان کرنے والوں سے اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے فرعون بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

فرعون نے بچوں کے قتل کا حکم جاری کر دیا

فرعون نے فوراً حکم دیا کہ ایک ہزار سپاہی ہتھیار بند اور ایک ہزار دائیاں بنی اسرائیل کے محلے میں مقرر کر دو جس گھر میں لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ چند سالوں میں بنی اسرائیل کے بارہ ہزار بچے قتل کیے گئے اور ایک روایت کے مطابق ستر ہزار قتل کرائے گئے اور نوے ہزار حمل گرائے گئے۔ ان حالات کو دیکھ کر بنی اسرائیل کے بوڑھے بھی جلد مرنے لگے۔ تب فرعون کی قوم نے فرعون سے کہا بنی اسرائیل میں موت کا بازار گرم ہے۔ دن رات مر بھی رہے ہیں اور قتل بھی ہو رہے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا تو بنی اسرائیل ختم ہو جائیں گے۔ پھر ہمیں خدمت کرنے والے اور کام کرنے والے کہاں سے ملیں گے۔ یہ بات سن کر فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال بچے قتل کیے جائیں اور ایک سال چھوڑے جائیں۔

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی چھوڑنے والے سال میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی ہیں اور قتل والے سال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (تفسیر عزیزی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے بطن پاک میں آئے تو فرعون کی دائیاں ان کے گھر آنے لگیں اور فرعون کے مقرر کیے ہوئے سپاہی بھی آنے لگے۔ جب زمانہ ولادت قریب آیا تو ایک دائی ان کے گھر میں رہنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے وقت پیدا ہوئے۔ فرعون کی مقرر کردہ دائی نے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو فریفتہ ہو گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دائی کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت پیدا کر دی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا تھا عاشق ہو جاتا تھا۔ قرآن پاک میں ہے: وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ . سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان ہی بہت بلند ہے کہ آپ کی جدائی میں تو استن حنانہ رونے لگ گیا۔ بغیر دیکھے لوگ آپ کے عاشق ہیں۔ آپ کے نام پر اپنے سر کٹاتے ہیں۔ دائی نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کہا اس بچے کو کسی طرح قتل ہونے سے بچاؤ۔ ایک بکری کا بچہ جو پہلے ہی ذبح کیا ہوا تھا ایک ہانڈی میں ڈال کر گھر کے باہر دروازے پر جو سپاہی موجود تھے ان سے کہا کہ اس گھر میں لڑکا پیدا ہوا تھا میں نے اسے قتل کر دیا ہے اور یہ دیکھو اسے جنگل میں دفن کرنے لے جا رہی ہوں۔ فرعون کے سپاہیوں نے دائی پر اعتماد کیا اور کوئی تحقیقات نہ کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھر میں اپنی ماں کی گود میں پرورش پاتے رہے۔ ادھر نجومیوں نے فرعون کو خبر دی کہ بنی اسرائیل میں وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے جو تیری حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ فرعون یہ خبر سن کر سخت پریشان ہو گیا اور پولیس کو بلا کر ان پر سختی کی۔ پولیس نے کہا ہم نے بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن عمران کے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا۔ دائی پر اعتماد کیا ہے۔ پولیس افسر نے کہا فوراً اس کے گھر کی تلاشی لو۔ فرعون کے سپاہی بغیر اطلاع دیئے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بہن مریم کی گود میں تھے۔ مریم انہیں کھلا رہی تھی اور پیار کر رہی تھیں۔ مریم نے جب سپاہیوں کو دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فوراً جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا اور سپاہیوں کو پتہ نہ چلا۔ مریم نے سوچا اگر پولیس کو پتہ چل گیا تو ہم سب کو قتل کر دے گی۔ پولیس نے پورے گھر کی تلاشی لی لیکن پولیس کو گھر میں

سے کچھ نہ ملا۔ پولیس واپس چلی گئی۔ والدہ نے مریم سے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں۔ کہا تنور میں ہیں۔ ماں تو یہ سن کر بے قرار ہوگئی۔ غم سے تڑپ گئی۔ سخت بے چین ہوگئی۔ تنور کو دیکھا تو آگ کے شعلے نکل رہے ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام بالکل محفوظ ہیں۔ آج حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر چالیس دن کی تھی۔ والدہ کے دل میں یہ بات آئی کہ اس بچے کو کشتی میں رکھ کر دریائے نیل میں بہا دیا جائے۔ یہی بہتر ہے شاید کوئی دوسرا شخص ان کو اٹھا لے اور اس کی جان بچ جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل میں

اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ (پ۱۶ ع۱۱)

''اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (پ۲۰ ع۴)

''اور غم نہ کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔''

یعنی اے اُمّ موسیٰ گھبراؤ مت اور اپنے اس بچے کو دودھ پلا کر ایک صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو۔ ہم اس کی حفاظت فرمائیں گے اور تم سے ہمارا وعدہ ہے کہ ہم تمہارے اس بچے کو پھر سے تمہاری گود میں لائیں گے اور اسے موسیٰ کی

ماں! یہ بھی سن لو کہ تمہارے اس بچے کے سر پر ہم رسالت کا تاج بھی سجائیں گے۔ بچپن میں ہی نبوت کی برکتیں ظاہر ہونے لگیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق میں لٹا کر صندوق کو بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ پھر گھر واپس آ گئیں۔ صندوق پانی کی لہروں میں بہنے لگا۔

صندوق فرعون کے شاہی محل میں پہنچ گیا

دریائے نیل سے ایک نہر نکلتی تھی جس کا نام عین الشمس تھا جو فرعون کے شاہی محل میں سے ہوتی ہوئی گزرتی تھی۔ فرعون صبح کے وقت اپنی بیوی آسیہ کے ساتھ اس نہر کے کنارے باغ کی سیر کر رہا تھا۔ اس نے نہر میں ایک صندوق بہتا ہوا دیکھا۔ فوراً اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ نہر میں سے اس صندوق کو نکالو اور میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ سپاہیوں نے نہر میں سے صندوق کو نکالا اور فرعون کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ فرعون نے اس صندوق کو کھولا تو دیکھا کہ اس میں نہایت حسین و جمیل اور خوبصورت ایک بچہ ہے۔ اپنا نورانی انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال کر چوس رہا ہے۔ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نورانی چہرے کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت پیارے لگے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ (پ۱۶ع۱۱) اور میں نے تجھ پر اپنی طرف کی محبت ڈالی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو زیارت کرتا تھا اسی کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ جب فرعون نے جناب موسیٰ کلیم اللہ کو دیکھا تو پیارے معلوم ہوئے اور دل میں محبت پیدا ہو گئی۔ فرعون اپنے خواب وغیرہ کو بھی

بھول گیا۔ اسے اتنا بھی یاد نہ رہا کہ میں نے بچوں کے قتل کا حکم دے رکھا ہے۔
فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی گود میں لے لیا اور پیار کرنے لگا۔ اب دودھ پلانے کے لئے کسی ''دائی'' کی ضرورت تھی۔ آسیہ نے فرعون سے کہا کسی دائی کا انتظام کرو۔ فرعون نے مختلف دائیاں منگوائیں مگر جناب موسیٰ کلیم اللہ جو بھی دائی آئی اس سے منہ پھیر لیتے اور آپ کسی کا دودھ نہ پیتے۔

نبی کا علم وعرفان

اللہ تعالیٰ کا نبی بچپن میں بھی سب کچھ جانتا ہے۔ ہر دائی کے متعلق یہ جانتے ہیں کہ یہ میری ماں نہیں ہے۔ ایک دن کی یا دو دن کی عمر ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں نبی کچھ نہیں جانتا وہ خود ہی کچھ نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ کا نبی سب کچھ جانتا ہے۔ اللہ کا نبی اگرچہ لباس بشریت میں ہی آتا ہے مگر جو کمالات نبوت ان میں نظر آتے ہیں وہ دوسروں میں کہاں۔ ہاں میں کہہ رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی دائی کا دودھ نہ پیتے تھے۔ بڑی بڑی دائیاں بن ٹھن کر آئیں کوشش کی موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی مگر موسیٰ علیہ السلام پہچان کر اپنا منہ پھیر لیتے۔ دائیاں جانتی تھیں اگر موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف آگئے تو فرعون کے خزانوں کے منہ ہماری طرف کھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ (پ۲۰ع۴) اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں۔

حضرت موسیٰ نے کسی دائی کا دودھ نہ پیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی دائی کا دودھ نہ پیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن مریم بھی وہاں محل میں موجود تھیں۔ صندوق کو فرعون کے محل کی طرف مریم

نے آتے دیکھا تھا اس لئے محل میں آ گئیں اور یہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں۔ مریم نے آسیہ کو کہا ایک بہت قابل دائی ہے اس کا دودھ بہت اچھا ہے۔ اس شہر میں رہتی ہے اگر آپ کہیں تو اس کو بلا لاؤں۔ کہا کہ فوراً لے آؤ۔ مریم گھر گئیں۔ والدہ کو کہا موسیٰ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ماں بولی کہاں۔ مریم نے کہا فرعون کے محل میں۔ ماں نے کہا فرعون سے ہی تو میں بچانا چاہتی تھی۔ مریم نے کہا موسیٰ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ والدہ گئیں موسیٰ علیہ السلام نے والدہ کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا اور اپنی والدہ کی طرف ہاتھ پھیلا دیئے۔ والدہ کا دودھ پینے لگے۔ نبی بچپن میں ہی سب کچھ جانتا ہے۔ فرعون نے ایک اشرفی روزانہ اجرت مقرر کر دی اور کہا اس بچہ کی اچھی طرح پرورش کرو۔ اللہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے' فرعون نے جس کے ڈر سے بچے قتل کروائے اس کی خود پرورش کرا رہا ہے۔ حضرت آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے سونے کا گھوارہ بنوایا اور بہت ناز و نعمت اور لاڈ پیار سے ان کی پرورش کی۔ دو سال تک موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کی پرورش کی (تفسیر نعیمی) جب دو سال کی مدت پوری ہو گئی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ایک خچر بھرا ہوا سونا دیا اور کئی اونٹ لدے ہوئے تحفوں کے دیئے اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو رخصت کیا۔

حضرت آسیہ نے خود جناب موسیٰ کلیم اللہ کی پرورش شروع کر دی

پھر آسیہ نے خود پرورش شروع کر دی اور فرعون بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت کرنے لگا۔ جب آپ تین سال کے ہو گئے تو ایک دن فرعون آپ کو گود میں کھلا رہا تھا۔ پیار کر رہا تھا۔ اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر ایک زوردار طمانچہ مارا۔ فرعون کو غصہ آ گیا۔ اپنی بیوی آسیہ سے کہنے

لگا یہ وہی بچہ معلوم ہوتا ہے جو میری سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

فرعون کو طمانچہ مارا

فرعون نے کہا اس بچے نے میری بے حرمتی کی ہے۔ داڑھی پکڑ کر طمانچہ مارا ہے۔ آسیہ نیک عورت تھی۔ کہنے لگی بچے ناسمجھ ہوتے ہیں ان کے کسی کام کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ یہ تو آگ میں بھی ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ فرعون نے کہا اچھا امتحان کرو۔ ایک طشت میں سونا رکھو۔ دوسرے طشت میں آگ۔ اگر یہ آگ میں ہاتھ ڈال دے تو واقعی تم ٹھیک کہتی ہو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ قریب تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سونے کی طرف دوڑتے مگر حضرت جبریل امین نے آپ کا رخ آگ کی طرف موڑ دیا۔ آپ نے آگ میں ہاتھ ڈال کر ایک بڑا سا انگارا منہ میں رکھ لیا جس سے آپ کی زبان جل گئی اور آپ کو لکنت ہو گئی۔ تب فرعون کو آسیہ کی بات پر پورا یقین ہوا۔

قلبی لگاؤ بنی اسرائیل کی طرف

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے۔ تب آپ کا قلبی لگاؤ بنی اسرائیل کی طرف ہو گیا۔ آپ ان سے ہی زیادہ میل جول رکھتے تھے۔ یہ بات فرعونیوں کو ناگوار گزرتی تھی مگر کچھ کر نہ سکتے تھے۔ جب آپ کی عمر بائیس سال کی ہوئی تب ایک دن آپ نے بنی اسرائیل کے سرداروں سے پوچھا کہ فرعون کی معصیت میں کب سے مبتلا ہو۔ انہوں نے جواب دیا بہت عرصے سے آپ نے فرمایا یہ تمہارے گناہوں کی شامت ہے۔ تم سب نذر مانو جب اللہ تعالیٰ تم کو اس سے نجات دے تو تم وہ پوری کرو۔ انہوں نے پوچھا کیا نذر مانیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری'' سب نے نذر مان لی۔

قبطی قتل ہو گیا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس سال کے ہو گئے تو ایک دن ایک قبطی فرعونی اور اسرائیلی میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ فرعونی کہتا تھا میرا لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر میرے گھر چھوڑ آ۔ اسرائیلی انکار کرتا تھا کہ میں لکڑیاں اٹھا کر نہیں لے جاؤں گا۔ قبطی مجبور کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے مدد کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا کہ اے موسیٰ مجھے اس ظالم سے بچاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو ظلم سے منع کیا لیکن قبطی باز نہ آیا تو آپ نے قبطی کو ایک زوردار مکا مارا جس سے قبطی مر گیا۔ اسرائیلی اپنی گھر چلا گیا۔ فرعون کو خبر پہنچی کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک فرعونی کو قتل کر دیا ہے۔ فرعون نے کہا موسیٰ ایسا نہیں کر سکتے۔ دوسرے دن وہی اسرائیلی دوسرے کسی قبطی کے ساتھ جھگڑ رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کہا کہ اے موسیٰ مجھے بچاؤ۔ آپ نے اسرائیلی کو جھڑکا اور قبطی سے اسے چھڑانے لگے۔ اسرائیلی سمجھا کہ آج مجھے مارنے لگے ہیں۔ وہ پکار اٹھا کہ اے موسیٰ کل تو تو نے قبطی کو ہلاک کیا تھا۔ کیا آج مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ یہ بات دوسرے لوگوں نے بھی سنی اور جا کر فرعون کے پاس گواہی دی۔ قبطی سرداروں نے فرعون سے پرزور مطالبہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے حوالے کریں تا کہ ہم ان سے قبطی کا قصاص لیں بدلے میں قتل کریں۔ فرعون نے کہا سوچ کر بتاؤں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اب فرعون کی گمراہی کا چرچا بھی شروع کر دیا اور جا بجا حق کا اعلان کرنے لگے۔ اتفاقاً ایک فرعونی بھی قتل ہو گیا تو فرعون نے جب یہ سب باتیں سنیں تو اس نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر سے روانگی

قبطی سردار جب فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصاص کے بارے میں کہہ رہے تھے تو اس مجلس میں ایک شخص موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والا موجود تھا۔ جس کا نام "حزقیل" تھا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ کو بتایا کہ آپ کے قتل کا مشورہ ہو رہا ہے۔ بہتری اسی میں ہے کہ آپ کسی اور جگہ چلے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین کی طرف روانہ ہو گئے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے۔ ان کے پاس ٹھہرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی حدود سلطنت سے نکل کر مدین پہنچ گئے۔ مدین میں اس وقت حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں اور بکریاں آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ مدین میں ایک کنواں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے اس کنویں پر پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اس کنویں پر جمع ہیں اور پانی کھینچ کر اپنی بکریوں کو پلا رہے ہیں اور حضرت شعیب علیہ السلام کی دونوں بیٹیاں اپنی بکریوں کو روک کر الگ ایک جگہ پر کھڑی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا ہم سے پانی کھینچا نہیں جاتا۔ یہ لوگ اپنی بکریوں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو جو پانی حوض میں بچ جائے گا۔ ہم وہ اپنی بکریوں کو پلا لیں گی۔ قریب ہی ایک دوسرا کنواں تھا جس کے منہ پر ایک بڑا وزنی پتھر ڈھکا ہوا تھا اور جسے بہت سارے آدمی مل کر ہٹا سکتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تنہا اٹھا۔

پتھر کو ہٹا لیا اور ڈول کے ساتھ اس میں سے پانی کھینچ کر بکریوں کو پلا دیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں اپنی بکریاں گھر لے گئیں اور اپنے والد کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا واقعہ سنایا اور شعیب علیہ السلام کو بتایا کہ وہ ایک نہایت بہادر انسان ہے اور بڑا نیک انسان ہے اور نو وارد اور اجنبی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی کو ارشاد فرمایا جاؤ اس نیک اور صالح نوجوان کو میرے پاس لاؤ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ (پ۲۰ع۴)

"تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی"۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی چلتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وہ شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا میرے والد محترم آپ کو بلاتے ہیں۔ آپ چل پڑے اور شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے کہا تم میرے پیچھے پیچھے رہ کر راستہ بتاتی آؤ تاکہ پردے کا اہتمام رہے۔

پردہ

دوستو پردہ عورت کی شان ہے
شرم وحیا اصل میں عورت کا زیور ہے
پردہ عورت کا گہنا ہے
مستورات کہتے ہی چھپی ہوئی چیزوں کو ہیں
مگر آج کل عورت حجاب اور پردے سے باہر ہوتی نظر آتی ہے
آج کل عورت کہتی ہے ہم مردوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں بلکہ ہم مردوں

سے افضل ہیں۔ مردوں تم عورتوں سے کس طرح برابری کر سکتے ہو۔ ہم وہ ہیں کہ ایک عورت مریم نے بغیر مرد کے بچہ پیدا کیا تھا۔ تم میں ہمت ہے تو بغیر عورت بچہ پیدا کر کے دکھاؤ۔

کیا خوب کہا ہے اکبر الہٰ آبادی نے

کیا کہوں کہ کریں گی علم پڑھ کر بیبیاں
بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں
ان کے فکروکام سے بچنا ابھی دشوار ہے
اور آفت ڈھائیں گی سائنس پڑھ کر بیبیاں

ہاں تو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو شعیب علیہ السلام کو اپنا سارا قصہ سنایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اب کوئی فکر نہ کریں آپ ظالموں سے بچ کر میرے پاس آ گئے ہیں۔

مہمان نوازی

حضرت شعیب علیہ السلام نے مہمان نوازی اور کھانا پیش کیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ میں نے جو بکریوں کو پانی پلانے کا کام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہے اور اگر تمام روئے زمین کو سونا بنا دیا جائے تو میں اس کے بدلے بھی اللہ کی رضا کے لئے کیے ہوئے کام کو فروخت نہیں کروں گا۔ حضرت شعیب نے فرمایا یہ آپ کے پانی پلانے کا معاوضہ نہیں ہے لیکن مسافروں کو کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ ہے۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا کھا لیا۔

حضرت شعیب کا اپنی بیٹی سے سوال کرنا

ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک بیٹی نے اپنے والد سے کہا اے ابا جان! آپ ان کو اجرت پر رکھ لیجئے۔ بے شک آپ جس کو اجرت پر رکھیں گے ان میں بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور ایماندار ہو۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا بیٹی تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ طاقتور اور ایماندار ہے۔ بیٹی نے کہا جس کنویں سے انہوں نے بکریوں کو پانی پلایا تھا اس پر اتنا بھاری پتھر رکھا ہوا تھا کہ دس آدمی مل کر اس پتھر کو اٹھاتے ہیں لیکن انہوں نے اکیلے ہی اس پتھر کو اٹھا لیا تھا۔ یہ ان کے طاقتور ہونے کی دلیل ہے اور ان کے ایماندار اور متقی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راستہ بتانے کے لئے میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی۔ ہوا سے بار بار میری چادر اڑ جاتی تھی تو انہوں نے کہا تم پیچھے پیچھے چلو میں آگے آگے چلتا ہوں تاکہ میری نظر تمہارے جسم کے کسی حصے پر نہ پڑے اور راستے کی نشان دہی کے لئے پیچھے سے کوئی پتھر یا کنکری پھینک دیا کرو۔ (تبیان القرآن، ج ۸)

نکاح ہو گیا

قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھٰتَیْنِ عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِکَ ۚ

(پ ۲۰، ع ٦)

انہوں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہو گا۔

لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو نکاح کی پیشکش جائز ہے

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیٹی کے ساتھ نکاح کی پیشکش کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا کیا کرتے تھے لیکن آج کل اس کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہوگئیں۔ حضرت عمر حضرت عثمان کے پاس گئے اور ان کو حضرت حفصہ کا رشتہ پیش کیا۔ حضرت عثمان نے کہا میں اس معاملے میں غور کروں گا۔ چند دنوں کے بعد حضرت عمر نے پھر حضرت عثمان سے تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے پھر حضرت ابوبکر کو کہا اگر آپ چاہیں تو میں حضرت حفصہ کا آپ سے نکاح کر دوں۔ حضرت ابوبکر خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر کہتے ہیں مجھے حضرت عثمان کی بہ نسبت حضرت ابوبکر سے زیادہ رنج پہنچا۔ پھر چند دنوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے آپ سے حفصہ کا نکاح کر دیا۔ بعد میں جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا جب آپ نے حضرت حفصہ کا رشتہ مجھے پیش کیا تھا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تو آپ کو اس سے دکھ پہنچا ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ حضرت ابوبکر نے کہا مجھے جواب دینے سے اس کے سوا اور کوئی چیز روکنے والی نہیں تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا تھا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر سرکار مدینہ رشتہ نہ لیتے تو میں قبول کر لیتا۔

(بخاری شریف نمبر ۵۰۰۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس سال رہے

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس سال رہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی جس کا نام صفورا تھا اُس کے ساتھ نکاح بھی کر دیا۔ دس سال پورے کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ آپ مجھے مصر جانے کی اجازت دیجئے۔ میری والدہ محترمہ مصر میں ہے۔ میرا دل چاہتا ہے میں ان کی خدمت میں حاضری دوں اور ان کی خدمت کروں۔ آج کل لوگ ماں کی عزت نہیں کرتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیں شادی کے بعد ماں کو بھولے نہیں بلکہ اتنا لمبا سفر صرف ماں کی زیارت اور خدمت کے لئے کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ماں کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کی طرف روانہ ہو گئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی اور بکریوں سمیت مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ چلتے چلتے رات ایک جنگل میں آ گئی۔ اندھیرے اور تاریکی کی وجہ سے راستہ گم ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی جنگل میں دور ایک چمکتی ہوئی آگ دیکھی۔ یہ جنگل پہاڑ طور کے قریب تھا اور یہ آگ آپ کو طور پہاڑ کی طرف سے نظر آئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا (پ۲۰،ع۷) موسیٰ نے طور کی طرف ایک آگ دیکھی۔ ارض سیناء میں طور کے قریب ایک وادی کا نام طویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو مقدس فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین سے کفار کو نکال کر یہاں مومنوں کو آباد کر دیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام طور کی طرف گئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک چمکتی ہوئی آگ دیکھی۔ یہ آگ آپ کو طور کی طرف سے نظر آئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کو کہا تم یہیں ٹھہرو۔ میں آگ لے آؤں تمہارے تاپنے کے لئے' کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

خدا کے فضل کا موسیٰ سے پوچھئے احوال کہ آگ لینے کو جائیں
پیمبری مل جائے

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس چیز کو آگ سمجھ رہے تھے اور جسے آگ ہی سمجھ کر آگے بڑھے تھے۔ وہ آگ نہ تھی بلکہ تجلی الٰہی کا نور تھا چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام روشنی کے پاس پہنچے تو عجیب وغریب منظر تھا۔ ایک درخت سے شعلے نکل رہے تھے۔ عجیب وغریب ہیبت ناک شعلے تھے۔ آگ جس قدر بڑھتی ہے۔ درخت اسی قدر زیادہ سرسبز وشاداب ہو جاتا ہے اور جوں جوں درخت کی سرسبزی اور شادابی میں اضافہ ہوتا ہے۔ آگ کا اشتعال بھی تیز ہوتا جاتا ہے (تبیان القرآن ج ۷) حضرت موسیٰ آگ کے قریب جانے کا ارادہ کرتے ہیں کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر نیچے گرے تو اٹھا لائیں مگر جتنا وہ آگے بڑھتے ہیں آگ پیچھے ہٹتی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو کچھ خوف سا پیدا ہوا۔ ارادہ کیا واپس ہو جائیں اور جوں ہی آپ واپس پلٹنے لگے۔ آگ قریب آ گئی۔ اسی حیرت کے عالم میں ایک آواز آتی ہے اے موسیٰ! اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (پ ۲۰ آیت ۳۰) بے شک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہانوں کا' حضرت موسیٰ علیہ السلام جسے آگ سمجھ رہے تھے۔ وہ تو جلوہ حق تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام آگ کی طلب میں

کوہ طور پر پہنچے اور یہ ندا سنی کہ "اے موسیٰ میں اللہ ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام خوشی سے جھوم اٹھے۔ اپنے اللہ سے ہمکلامی کا شرف پا کر بے حد خوش ہوئے، مسرور ہوئے۔

وادی طویٰ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ج اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ○ (پ۱۶ ع۱۰)

بے شک میں ہی آپ کا رب ہوں۔ سو آپ اپنے جوتے اتار دیجئے۔ بے شک آپ مقدس میدان طویٰ میں ہیں۔

ہاں تو پھر موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ تم ہمارے رسول ہو۔ ہماری طرف سے فرعون کے پاس جاؤ اور اسے ہمارا پیغام دو اور سمجھاؤ کہ وہ انسان بنے اور خدائی دعویٰ چھوڑ دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ اس نے میری نبوت و رسالت پر اگر کوئی دلیل مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی ۔ اور اے موسیٰ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ قَالَ هِیَ عَصَایَ۔ موسیٰ نے کہا: یہ عصا ہے۔ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ○ (پ۱۶ ع۱۰) میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں۔

قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی ○۔ فرمایا: اے موسیٰ اس کو ڈال دو۔ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی ○ (طٰہٰ آیت ۱۰) موسیٰ نے اس کو ڈال دیا تو اچانک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے عصا کو سانپ بنتے ہوئے

دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ فرمایا: اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا تو پھر وہ عصا بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کا سانپ بنا دکھا دیا اور پھر ارشاد فرمایا: وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ۝ اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ملا لیں تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو آپ کا ہاتھ مبارک ایسے چمکنے لگا کہ نگاہیں ٹھہر نہ سکتی تھیں۔

سرکارِ مدینہ کا ہاتھ

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی یہ شان ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۔ سرکار کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر اس ہاتھ کی شان کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ پھر کون سا کمال ہے جو اس ہاتھ میں نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کیا خوب فرماتے ہیں:

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا　　موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں　　انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال　　ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے دو نشانیاں (عصا۔ ید بیضا) پا کر فرعون کی طرف روانہ ہوئے۔

عصا اور ید بیضا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا جنت کے درخت آس کی لکڑی کا تھا

جو حضرت آدم علیہ السلام وہاں سے اپنے ساتھ لائے تھے اور ان سے منتقل ہوتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانا شروع کیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا۔ یہ عصا حضرت موسیٰ کے قد کی طرح دس ہاتھ تھا۔ اس میں دو شاخیں تھیں جو تاریکی میں دو مشعلوں کی طرح چمکتی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس عصا سے بکریوں کے لئے پتے بھی جھاڑتے تھے اور اس پر تکیہ بھی لگاتے تھے۔ دیگر ضروریات بھی اس سے پوری کرتے تھے اس میں کچھ خصوصیات تھیں۔ دریائے قلزم کو اسی عصا سے خشک کیا گیا۔ یہاں پتھر سے پانی نکالا گیا۔ یہ سانپ بن کر موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کرتا تھا پھر پکڑ لینے پر عصا بن جاتا تھا۔ اندھیری رات میں مشعل کا کام کرتا تھا۔ یہ کام صرف موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں کرتا تھا۔ نہ پہلے کسی نبی کے ہاتھ میں اس سے معجزات ظاہر ہوئے۔ نہ آپ کے زمانہ میں کسی دوسرے کے ہاتھ میں اس لئے کہتے ہیں کہ کمالات عصا کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہونا ضروری ہے۔ دوسرا معجزہ ید بیضاء ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا دایاں ہاتھ بغل میں ڈالتے جب باہر نکالتے تو وہ بجلی کی طرح آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا تھا۔ وہ برص کی طرح سفید نہ تھا اور جب اس ہاتھ کو دوبارہ اپنی بغل کے ساتھ ملاتے تو وہ پھر اسی طرح ہو جاتا جیسے پہلے تھا۔

سرکار مدینہ نے انگلیوں سے پانی جاری کیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا سے پانی کے چشمے جاری کرتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کئے۔ حدیبیہ کے مقام پر جب صحابہ کرام کو پینے کے لئے پانی نہ ملا تو سرکار مدینہ نے ارشاد فرمایا:

کسی پیالے میں پانی پلاؤ۔ آپ نے اس میں اپنا دست رحمت رکھا تو پانی نے جوش مارنا شروع کر دیا۔ پندرہ سو صحابہ کرام نے پانی پیا۔ غسل کیا۔ وضو کیا۔ اپنے جانوروں کو پانی پلایا۔ حضرت جابر نے سوچا دیکھوں پانی کہاں سے آ رہا ہے۔ نظر کی تو انگلیوں سے جاری تھا۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

پتھروں سے تو پانی نکلتا ہی رہتا ہے مگر انگلیوں سے پانی جاری ہونا بہت ہی عجیب ہے۔ ہاں تو میں عرض کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دو نشانیاں پا کر فرعون کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں تبلیغ کے لئے پہنچ گئے

فرعون کے محل میں پہنچے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو کہنے لگا تم وہی تو ہو جو میرے پاس پلے پوسے ہو اور میرا ایک آدمی بھی قتل کر کے گئے تھے۔ آج مجھے تبلیغ کرنے آ گئے ہو۔ ذرا سوچ کر اور ہوش سے بات کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم خود ہوش سے بات کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میرے ساتھ ادب واحترام سے بات کرو۔ فرعون نے کہا تم اپنے بارے میں جو بھی دعویٰ کرو۔ میری نظر میں تم وہی ہو جو میرے پاس رہ چکے ہو۔ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو کوئی نشانی دکھلاؤ۔

فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ۝ (پ۹ ع۴)

پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا وہ اچانک جیتا جاگتا اژدھا ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ اتنا بڑا اژدھا

بن گیا کہ اس کا رنگ زرد تھا اور بال دار تھا۔ وہ اپنا منہ کھولے ہوئے زمین سے ایک میل اونچا اپنی دم پر کھڑا ہو گیا۔ ایک جبڑا اس نے زمین پر رکھا اور ایک شاہی محل کی دیوار پر پھر اس نے فرعون کی طرف رخ کیا اور فرعون سمیت اس محل کو نگلنے لگا۔

فرعون نے جو یہ منظر دیکھا اور مارے دہشت کے بھاگا تو دست جاری ہو گئے۔ حملہ کیا تو لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ مارے گئے۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی منت کرنے لگا اور کہنے لگا اے موسیٰ تمہیں اس کی قسم جس نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس کو پکڑ لے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا تو وہ پھر عصا بن گیا (ڈنڈا) فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مہلت مانگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مہلت دے دی۔ فرعون اپنے وزراء اور اراکین سلطنت سے کہنے لگا کہ موسیٰ تو کہیں سے ایک کرشمے والا عصا لے آئے ہیں۔ بتاؤ اب ہم کیا کریں۔ سب نے کہا پورے ملک کے جادوگر اکٹھے کرو اور ان سے کہو کہ وہ موسیٰ کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ فرعون کے حکم سے ہزاروں کی تعداد میں جادوگر جمع ہو گئے۔

حضرت موسیٰ اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ

فرعون نے جادوگروں کو بتایا کہ موسیٰ کے پاس ایک عصا ہے۔ جب وہ زمین پر ڈالتا ہے تو اس کا عصا ایک خوفناک اژدھا بن جاتا ہے۔ میں نے تم سب کو اس لئے جمع کیا ہے کہ کسی طرح موسیٰ کو شکست دو۔ چنانچہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کے لئے تیار ہونے لگے اور موسیٰ علیہ السلام کو چیلنج دیا کہ ہم سے مقابلہ کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چیلنج کو قبول کر لیا۔ فرعونیوں کے

بہت بڑے میلے کے دن کو اس مقابلے کے لئے مقرر کیا۔ یہ دن ایسا دن تھا کہ فرعون کی قوم بن ٹھن کر دور دراز سے اس میلے میں شرکت کرتی تھی۔ چنانچہ جب یہ دن آیا تو فرعون نے ایک بڑے میدان میں اپنا تخت بچھوا کر بڑے غرور تکبر اور فخر سے بیٹھا اور ہزاروں جادو گر اپنا اپنا جادو کا سامان لے کر وہاں پر میدان میں پہنچ گئے اور ہزاروں کی تعداد میں دوسرے لوگ بھی وہاں پر پہنچ گئے۔ آج فرعون مردود بڑا خوش تھا اور اسے مکمل یقین تھا کہ آج حضرت موسیٰ علیہ السلام شکست کھا جائیں گے۔ فرعون مردود بے دین کو نبوت کی طاقت کا علم نہ تھا۔ نبوت و رسالت کے کمالات کا علم نہ تھا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک عام انسان سمجھتا تھا۔ جب میدان فرعونیوں سے بھر گیا۔ ہر طرف انسانوں کے سر نظر آنے لگے۔ فرعون کے ماننے والے جمع ہو گئے۔ تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلوایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا لے کر وہاں تشریف لے آئے۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا دیکھا تو تخت پر بیٹھا ہوا ہی کانپ اٹھا۔

اس مقام پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں کیا خوب فرماتے ہیں:

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا (ڈنڈا) جلال و غضب کا ڈنڈا تھا مگر سرکار مدینہ کا عصائے مبارک رحمت الٰہی کا مظہر اور گرتوں کا سہارا تھا۔

چنانچہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ (پ۹ ع۳) اے

موسیٰ! یا تو پہلے آپ اپنا عصا ڈالیں گے یا پھر ہم پہلے ڈالیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ہی پہلے ڈالو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اپنی رسیاں اور سوٹے ڈالے تو جادوگروں کے جادو سے سارا میدان بھر گیا اور ہر طرف ہزاروں کی تعداد میں سانپ ہی دوڑتے ہوئے نظر آنے لگے۔ جب جادوگروں نے لاٹھیاں ڈالیں تو انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور لوگوں کو خوفزدہ کر دیا۔ لوگوں کو وہ لاٹھیاں سانپ دوڑتے ہوئے نظر آنے لگے۔ بعض نے کہا کہ لاٹھیوں اور رسیوں میں پارہ بھرا ہوا تھا۔ سورج کی تپش سے وہ پارہ حرکت کرنے لگا جس سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ لوگ ان سے خوفزدہ ہو گئے۔ فرعون بڑا خوش تھا کہ اب موسیٰ جیت نہیں سکتے اور ہار جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ہم نے موسیٰ کو کہا اے موسیٰ! اب تم بھی اپنا عصا ڈالو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا۔

فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا اور سارے میدان میں منہ کھول کر چکر لگانے لگا۔ ایک ہی چکر میں سارے سانپ کھا گیا۔ جب اژدھا نے منہ کھولا تو مفسرین کرام فرماتے ہیں اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ایک سو بیس فٹ کا فاصلہ تھا۔ اس نے تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل لیا اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑا تو پھر وہ پہلے کی طرح لاٹھی بن گیا عصا بن گیا۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم الشان معجزہ تھا۔ کیونکہ وہ ہزاروں لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل چکا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لاٹھیوں اور

رسیوں کو بالکل ختم کر دیا۔ ان کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اڑا دیا اور کسی کو ان کے ریزہ ریزہ ہونے اور ہوا میں اڑنے اور تحلیل ہونے کا پتہ نہ چل سکا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے عظیم الشان معجزے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا۔

جادوگروں کا سجدہ

جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر سب کے سب سجدے میں گر گئے اور بیک زبان بول اٹھے۔ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ . رَبِّ مُوْسٰی وَهَارُوْنَ۔ ہم موسیٰ وہارون کے رب اور سارے جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے۔

معجزہ دیکھ کر سارے جادوگر ایمان لے آئے اور فرعون مردود پر لعنت بھیجنے لگے۔ جادوگروں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کیا ہے اگر وہ جادو ہوتا تو ہماری لاٹھیاں اور رسیاں گم نہ ہوتیں اور جب وہ گم ہو گئیں تو معلوم ہوا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔ اس میں جادو کا کوئی دخل نہیں ہے۔

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (پ۹ع۴) پس فرعون اور اس کے درباری مغلوب ہو گئے اور ذلیل وخوار ہو کر واپس ہوئے۔

فرعون نے یہ منظر دیکھا تو گھبرایا۔ سخت پریشان ہوا اور ان جادوگروں کو ڈرانے دھمکانے لگا مگر انہوں نے جواب دیا تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لے۔ اب ہم ایمان لا چکے ہیں اب ہم ایمان کا دامن کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

مجھے اپنا دیدار کرا دے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے

چھٹکارا پانے کے بعد وادئ سینا میں آ کر آباد ہو گئے۔ یہاں انہیں ہر طرح کی آزادی حاصل ہو گئی۔ مصر میں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا تھا۔ جب ہم آزادی کی نعمت سے سرفراز کئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ایک جامع کتاب عطا فرمائے گا جس میں زندگی کے ہر شعبے کے لئے واضح ہدایات ہوں گی۔ اب وہ کتاب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے تیس راتوں کا حکم دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبادت کی اور روزے رکھے۔ بعد میں یہ مدت چالیس راتیں کر دی گئیں۔ ذیقعدہ کے تیس دن ذوالحج کے دس دن تو جب پورے چالیس دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِىْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِىْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِىْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ (پ۹ ع۷)

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اگر (میری تجلی کے باوجود) یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر

دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
میں جان گیا تیری پہچان یہی ہے

کوہ طور پر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمکلامی کے لئے تشریف لے گئے اور ہمکلامی کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمکلامی سے پہلے غسل فرمایا اور اعلیٰ قسم کا لباس زیب تن فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سات سات کوس ارد گرد میں اندھیرا کر دیا۔ اس علاقہ سے شیطان، جانور، کیڑے مکوڑے سب نکال دیئے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو بھی آپ سے جدا کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور آپ نے ہر چیز کو ملاحظہ فرمایا عرش معلیٰ کو دیکھا لوح پر قلم کے چلنے کی آواز سنی پھر اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے۔ آپ نے ہمہ تن گوش ہو کر ہر رونگٹے سے یہ کلام سنا۔

یہ کلام زبان بر بریہ میں ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ تمام زبانوں میں کلام فرمایا۔ (تفسیر نعیمی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے کوہ طور پر جب اپنی تجلی ڈالی تو اللہ تعالیٰ کی اس ایک تجلی کی جو جھلک حضرت موسیٰ کی آنکھوں نے دیکھی اس کی وجہ سے آپ کی نظر میں جو برکت پیدا ہوئی وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے جب اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا تو اندھیری رات میں کسی پتھر پر اگر کوئی چیونٹی چلتی تھی تو موسیٰ علیہ السلام اس چیونٹی کو تیس میل دور سے دیکھ لیتے تھے۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں گئے تو جو بھی آپ کو دیکھتا تھا بے ہوش ہو جاتا بلکہ چالیس دن تک موسیٰ کے چہرے کی یہ حالت رہی کہ جو دیکھتا تھا مر جاتا تھا۔ (روح المعانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو معراج کی رات اپنی سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے پھر آپ کی شان کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۔ میرے محبوب نے مجھے دیکھتے ہوئے آنکھ تک نہیں جھپکی۔ ہم جون کے مہینے میں بارہ بجے سورج کو دیکھیں تو آنکھیں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔ آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے محبوب نے مجھے دیکھا تو آنکھ تک نہیں جھپکی۔ میرا محبوبؐ مجھے دیکھتا ہی رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر ایک صفاتی تجلی دیکھی بے ہوش ہو گئے اور پہاڑ جل کر راکھ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام قرب پہ جا کر عین ذات باری تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا بے ہوش ہونا تو درکنار مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اندازہ کریں کتنا حوصلہ ہے کتنی وسعتیں ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

موسیٰ زہوش رفت بیک پر توصفات
تو عین ذات می ناگری در تبسمی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر ایک صفاتی تجلی دیکھی تو بے ہوش ہو گئے اور پہاڑ طور جل کر راکھ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام قرب پر جا کر عین ذات باری تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا بے ہوش ہونا تو درکنار مسکراتے ہوئے دیکھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت ملک الموت روح قبض کرنے

کے لیے آئے تو آپ نے غصے میں تھپڑ مارا تو آنکھ ملک الموت کی باہر نکل آئی۔ مسلم شریف میں پورا واقعہ بیان ہوا ہے۔ حضرت ملک الموت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر کیا ہوا۔ آنکھ کو درست کر دیا گیا۔ پیغمبروں کی اللہ تعالیٰ ناز برداری کرتا ہے۔ ان کا ایک مقام ہے۔ پیغمبر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (پ ۲۲ ع ۶ سورۃ احزاب آیت ۶۹)

حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے ہیں اور وجاہت والے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بے عزت نہیں ہوتا عزت والا ہوتا ہے اور جو خود بے عزت ہوتا ہے وہ نبی کو بھی بے عزت سمجھتا ہے اور نبی کی عزت نہیں کرتا۔

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (پ ۳ ع ۱۳ سورۃ ال عمران آیت ۴۵)

دنیا میں بھی نبی عزت والا آخرت میں بھی نبی عزت والا ہوگا۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام کو پتہ نہیں مرنے کے بعد کیا ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کیا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بنے گا۔

مَعَاذَ اللّٰهِ، ثُمَّ مَعَاذَ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ تو ضمانت دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو علی الاعلان فرما رہا ہے۔

وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

''دنیا میں بھی ان کی عزت ہے اور آخرت میں بھی عزت ہے۔''

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت ہے۔ آخرت میں تمام انبیاء کرام کے جو سردار ہیں کل قیامت کے دن ان کی کتنی عزت ہوگی۔ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ میدان محشر میں دولہا ہوں گے۔ تمام انبیاء کرام باراتی ہونگے۔ ان کی شان کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو فرمایا ایک بیل جنت سے لے جاؤ۔ موسیٰ سے کہو اس کی پشت پر ہاتھ رکھیں۔ ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے۔ ہر بال کے عوض ایک سال عمر بڑھ جائے گی۔ ملک الموت نے آکر بتایا۔ عرض کی بیل کی پشت پر ہاتھ رکھیں جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال عمر بڑھ جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر کیا ہوگا؟ کہا پھر موت ہے۔

پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے چاہے تو عمر میں اضافہ کروا لے۔ ہاتھ کے نیچے تو بے حساب بال آجاتے ہیں۔ جناب موسیٰ کلیم اللہ نے فرمایا اِنِّیْ اُحِبُّ لِقَاءَ اللّٰہِ ''میں تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہوں۔'' پھر اب ہی موت آجائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں یہاں پر اکیلا نہیں مرنا چاہتا۔ مجھے بیت المقدس کے اطراف میں لے چلو۔ جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر ہے۔ جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر ہے۔ انبیاء کرام کے پاس لے چلو جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ وقت آگیا ہے میں حاضر ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہوں۔ جناب موسیٰ کلیم اللہ کی روح قبض ہو

گئی۔ (مسلم شریف فضائل موسیٰ علیہ السلام)

شان یہ ہے کہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: میں معراج پر گیا۔ رَاَیْتُ مُوْسٰی قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب میں بیت المقدس پہنچا تو میری سواری بعد میں پہنچی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام استقبال کے لئے پہلے موجود تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عالم یہ ہے تو حضور پُر نور شافع یوم النشور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کی حیات کا عالم کیا ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ



پانچواں خطبہ

جنت اور دوزخ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ○
خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا ط وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ○ (لقمان:۸)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

درود پاک پڑھیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! قرآن پاک کی جو آیت تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لئے چین کے باغ ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت کا ذکر فرمایا ہے۔ آج مختصر وقت میں جنت کا بیان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے۔ ایمان لانے کے بعد عمل کرنا بھی ضروری ہے کہ اچھے عمل کرتے رہے ان کے لئے جنت ہے۔ اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

جنت کی تعریف

جنت کے معنی ہیں گھنا باغ۔ جس میں درختوں کی وجہ سے زمین چھپی ہوئی ہو۔ چونکہ جنت میں گھنے درخت ہیں۔ نگاہوں سے بھی چھپی ہوئی ہے۔ عالم غیب میں سے ہے اس لئے اسے جنت کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح ج ہفتم)

جنت کی نعمتیں

حدیث شریف میں آتا ہے:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی جو نہ آنکھ نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی

انسان کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھ کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔

جنتی جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُوْنَ فِيْهَا وَ يَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَّرَشَحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفْسَ (رواہ مسلم، مشکوۃ باب صفۃ الجنۃ واھلھا)

حضرت جابر فرماتے ہیں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں کھائیں گے پئیں گے اور نہ تو تھوکیں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے اور نہ ناک جھاڑیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا تو ان کے کھانے کا کیا ہوگا۔ فرمایا: ڈکار اور مشک کی طرح پسینہ۔ تسبیح وحمد الٰہی ان کے دل میں ڈالی جائے گی جیسے تم سانس لئے جاتے ہو۔

دوستو! جنتی جنت میں عیش و آرام سے رہیں گے۔ پرندوں کا گوشت کھائیں گے۔ اعلیٰ درجے کے بے شمار پھل کھائیں گے۔ دودھ اور شہد خالص پئیں گے۔ پانی پئیں گے۔ شراب طہور پئیں گے۔ یہ کھانا پینا بھوک کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ صرف لذت کے لئے ہوگا کیونکہ جنت میں بھوک نہیں ہوگی اور نہ ہی پیاس۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کھانے کا کیا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: کھانا تو ڈکار سے ہضم ہوگا۔ پانی وغیرہ پسینہ کے ذریعے نکلے گا۔ ڈکار دنیا والی نہ ہوگی۔ پسینہ دنیا والا بدبودار نہ ہوگا۔ پسینہ جنت میں نہایت خوشبودار ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسبیح اور حمد الٰہی جنتیوں کے دل میں ڈالی جائے گی۔ جیسے تم سانس لیتے ہو۔ سانس ہر وقت ہر حال میں جاری رہتی ہے۔ ایسے ہی وہاں جنت میں تسبیح وتہلیل ہر حال میں ہر وقت جاری رہے گی۔ جیسے سانس کسی کام سے روکتی نہیں ہے۔ ایسے ہی جنت میں اللہ کا ذکر کسی کام سے روکے گا نہیں۔

جنتی جنت میں خوش رہیں گے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ یَنْعَمُ وَلَا یَبْأَسُ وَلَا یَبْلٰی ثِیَابُهٗ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُهٗ

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جنت میں جائے گا خوش رہے گا۔ کبھی غمگین نہ ہوگا اس کے کپڑے گلیں نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔

جنتی کو کسی قسم کا غم نہ ہوگا۔ یہاں دنیا میں تو ہزاروں غم ہیں۔ ہر طرح کی خوشی میسر ہوگی۔ یہاں تک اپنی کافر اولاد کے دوزخ میں جانے کا غم نہ ہوگا۔ اس سے بالکل محبت نہ ہوگی۔ کوئی جنتی اپنے آپ کو دوسرے سے کم اور ہلکا نہ سمجھے گا۔ جنت میں کوئی چیز فنا نہیں ہوگی۔ جوانی' لباس' ہر چیز ہمیشہ رہے گی' ختم نہ ہوگی۔ پھل جو کھایا ویسا ہی باقی رہے گا اسے بھی فنا نہ ہوگی۔ جیسے دھوپ استعمال کرنے کے بعد ویسے ہی باقی رہتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پکارنے والا پکارے گا کہ تمہارے لئے یہ ہے کہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے اور تمہارے لئے یہ ہے کہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے اور تمہارے لئے یہ ہے کہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور تمہارے لئے یہ ہے کہ خوش رہو گے کبھی غمگین نہ ہو گے۔

(مسلم شریف)

جنتیوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا ملے گی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنت والوں کو فرمائے گا۔ اے جنتیو! وہ عرض کریں گے ہم حاضر ہیں۔ اے ہمارے رب ہم بندے ہیں تیرے اور ساری خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ اب وہ فرمائے گا کیا تم خوش ہو گئے۔ عرض کریں گے ہم کیوں خوش نہ ہوں یا رب تو نے ہم کو وہ دیا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیا۔ تو فرمائے گا کیا تم کو اس سے بھی افضل دوں تو فرمائے گا اس سے بھی افضل کوئی چیز ہے تو فرمائے گا تم پر اپنی رضا نازل کروں گا تو اس کے بعد تم پر کبھی ناراض نہ ہوں۔ (مسلم و بخاری)

ادنیٰ ٹھکانے والا جنتی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ادنی ٹھکانے والا جنتی سے رب تعالیٰ فرمائے گا آرزو کرو وہ آرزو کرے گا اور آرزو کرے گا۔ اس سے فرمائے گا کیا تو نے آرزو کر لی۔ وہ کہے گا ہاں تو اس سے رب تعالیٰ فرمائے گا جو تو نے آرزوئیں کیں وہ اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور تیرے لئے ہے۔ (مسلم شریف)

آپ اندازہ لگائیں جنتیوں پر اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جنتیوں کو کتنی وسعت عطا فرمائے گا۔ پھر جنتیوں کے ساتھ خوش ہو جائے گا۔

میری شفاعت کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ حضور میری شفاعت قیامت کے دن آپ فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور تیری شفاعت کروں گا۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ حضور کل قیامت کے دن میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا: سب سے پہلے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر وہاں پر آپ نہ ملیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر میزان کے پاس دیکھنا۔ میں نے عرض کیا: اگر آپ وہاں بھی نہ ملیں۔ آپ نے فرمایا: تو حوض کوثر کے پاس تلاش کرنا۔ میں ان تین جگہوں میں سے کسی ایک جگہ پر تم کو ضرور ملوں گا۔ (ترمذی شریف)

جنتی عورت کا حسن

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنا صبح کو یا شام کو دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر جنت والوں کی کوئی عورت' جنت سے زمین کی طرف جھانکے تو اس کی خوبصورتی اور حسن و جمال کی وجہ سے مشرق و مغرب روشن ہو جائے اور مشرق سے مغرب تک تمام فضا کو خوشبو سے مہکا دے اور اس کا دوپٹہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔

جو شخص جہاد کے لئے نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے نکلتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ جو شخص

دین اسلام کی تبلیغ کے لئے نکلتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنا دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ تمام مسلمانوں کو تبلیغ کے لئے نکلنا چاہئے تاکہ دین اسلام دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائے۔

چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی۔ ان کی صورتیں ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گے۔ یہ صورت انبیاء کرام علیہم السلام کی ہوگی۔ دوسری جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کی صورتیں وشکلیں چمکدار ستاروں کی طرح ہوں گی۔ ہر ایک آدمی کے لئے دو بیویاں ہوں گی جن کی آنکھوں کی سفیدی انتہائی سفید اور ان کی پتلی انتہائی سیاہ ہوگی اور ان کی آنکھیں انتہائی فراخ ہوں گی۔ ہر بیوی کے اوپر ستر حلے ہوں گے۔ ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا نزاکت اور لطافت کی وجہ سے ہڈی اور گوشت کے باہر سے نظر آئے گا۔ ہمیشہ صبح وشام یہ جنتی لوگ اللہ کو یاد کریں گے۔ نہ وہ بیمار ہوں گے۔ نہ پیشاب پاخانہ کریں گے اور نہ تھوکیں گے۔ نہ ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ ان کی انگیٹھیوں کا کوئلہ لوبان کا ہوگا اور ان کے پسینہ کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی۔ سب کے سب آپس میں بااخلاق ہوں گے اور ان کی صورت اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہوگی۔ قد ۹۰ فٹ بلند ہوگا' ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

محترم دوستو! جنت میں سارے نبی چاند کی طرح حسین وجمیل ہوں گے۔ ہمارے حضور سورج کی طرح حسین ہوں گے کیونکہ حضور نبوت کے آسمان کے

سورج ہیں۔ قرآن میں آتا ہے: سِرَاجًا مُّنِیْرًا اور چمکا دینے والا آفتاب جو انبیاء کے بعد والے حضرات ہیں اولیاء۔ علماء۔ شہداء۔ صالحین۔ چمکدار تاروں کی شکل میں ہوں گے۔ فضلات وغیرہ جنت میں نہ ہوں گے کیونکہ گھن اور نفرت کا باعث ہیں انگیٹھی میں لوبان سلگے گا مگر آگ کے بغیر کیونکہ جنت میں آگ نہیں ہے۔ جنت میں پرندوں کا بھنا ہوا گوشت ملے گا۔ مگر گوشت آگ پر نہ پکے گا۔ جنتیوں کو پسینہ آئے گا مگر گرمی سے نہیں کیونکہ جنت میں نہ سورج کی گرمی ہے نہ آگ کی تپش۔ جنت میں لڑائی جھگڑا' حسد' بغض نہ ہوگا۔ سب جنتی ایک ہی قد کے ہوں گے۔ قد ساٹھ ہاتھ ہوگا۔ ایک ہی عمر کے جنتی کی عمر تیس سال یا بتیس سال ہوگی۔

جنتی مرد کی قوت

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں جنتی مرد کو اتنی قوت دی جائے گی (جو بہتر عورتوں کے لئے کافی ہوگی) صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! اتنی عورتوں سے صحبت (ہمبستری) کرنے کی اس مرد میں طاقت ہوگی۔ حضور نے فرمایا کہ جب اس کو سو مردوں کی قوت دی جائے گی تو پھر اتنی عورتوں سے صحبت کرنے کی کیوں طاقت نہ ہوگی۔ (ترمذی شریف)

جنتی مرد کو اپنی بیویوں سے صحبت کرنے کی بہت طاقت دی جائے گی۔ مرد کو کمزوری نہ ہوگی۔ جنت میں صحبت کرنے سے منی نہیں نکلے گی کیونکہ یہ گندگی ہے صرف ہوا نکلے گی۔ مگر اس ہوا میں لذت منی سے زیادہ ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سو جنتیوں کی طاقت دی گئی تھی یعنی چار ہزار دنیاوی مردوں کی نو بیویوں پر حضور کا قناعت کرنا انتہائی صبر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار

بیویاں تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ (مراۃ المناجیح ج ہفتم)

مرد کے چہرے پر ڈاڑھی نہ ہوگی

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی مردوں کے چہروں پر ڈاڑھی نہ ہوگی۔ جس طرح نئی نئی اٹھتی جوانی میں رخساروں پر بال نہیں ہوتے۔ ان کی آنکھیں قدرتی سرگیں ہوں گی۔ ان کی جوانی فنا نہ ہوگی۔ ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے اور میلے نہ ہوں گے۔ (ترمذی)

جنتیوں کا جسم بغیر رونگٹے والا ہوگا۔ بغیر بال والا گر سر پر بال ہوں گے۔ گنجا برا لگتا ہے۔ جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرے پر داڑھی ہوگی اور کسی کے چہرے پر داڑھی نہیں ہوگی۔ جنتی قدرتی طور پر بے داڑھی ہونگی۔ بے داڑھی ہونا اور بات ہے۔ داڑھی منڈوانا کچھ اور بات ہے۔ جنت میں سورج نہیں، رات نہیں، دن نہیں، مہینے سال نہیں اس لئے عمروں میں اضافہ نہ ہوگا۔

جنتیوں کی عمریں

حضور پُر نور شافع یوم النشور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی جنت میں اس طرح داخل ہوں گے کہ ان کے بدن کے اوپر کوئی بال نہ ہوگا بلکہ تمام بدن کی کھال بالکل صاف ہوگی۔ یعنی بدن کے کسی حصہ پر بال نہ ہوں گے نہ سینہ پر نہ بغلوں میں نہ اور کہیں اور چہروں پر داڑھی نہ آئی ہوگی۔ آنکھیں قدرتی سرگیں ہوں (سرمہ لگی ہوئی) گی جنتی کی عمر تیس سال یا تینتیس کی ہوگی۔ یہاں پر حضرت معاذ بھول گئے آپ نے تیس سال کی عمر فرمائی یا تینتیس (۳۳) سال کی۔ (ترمذی شریف)

جنت میں ایک مرد کو بہتر بیویاں ملیں گی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ادنیٰ جنتی کے لئے جنت میں دنیاوی بیویوں کے علاوہ بہتر بیویاں ہوں گی۔ (مسند احمد)

حضرت ابویعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ دو بیویاں بنی آدم سے ہوں گی اور بہتر بیویاں وہ ہوں گی جن کی تخلیق اللہ تعالیٰ (اس عالم میں) فرمائیں گے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے جنتیوں کو جہاں دوسری نعمتیں ملیں گی وہاں بیویاں بھی بہت زیادہ ملیں گی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کا بہتر بیویوں سے نکاح کر دیا جائے گا۔ دو بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی اور ستر بیویاں اس کو دوزخیوں کی میراث سے ملیں گی۔ ان میں سے ہر بیوی محل شہوت ہوگی اور ان سے اپنی خواہش پوری کرنے میں اہل جنت کو کسی قسم کا ضعف اور تھکاوٹ نہیں ہوگی۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث ۴۳۳۷)

اعتراض

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جنت میں ایک مرد کو بہت سی بیویاں ملیں گی تو ایک عورت کو کتنے مرد ملیں گے؟

یہ سوال انتہائی بے ہودہ ہے کیونکہ مرد کے لئے زیادہ بیویاں ہونا ایک نعمت ہے لیکن عورت کے لئے بہت سے شوہر ہونا غیرت مندوں' حیا داروں کے نزدیک سخت معیوب ہے جبکہ ایسی بے حیائی اور بے غیرت دنیا میں گوارا نہیں کی جاتی تو جنت میں کون گوارا کرے گا؟ جنتی عورتوں کے بارے میں آتا ہے۔ فِیۡهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ۔ وہ نظریں پست رکھنے والی اور اپنے شوہر کے علاوہ

دوسرے پر نظر ڈالنے سے گریز کرنے والی ہوں گی۔ (سورۂ رحمٰن) ایک ہی شوہر پر راضی ہوں گی اور دل و جان سے نثار ہوں گی۔ یہاں کے بعض لوگ زیادہ شوہر دلانے کی وکالت کر رہے ہیں۔ جب ایک ہی شوہر سے دل بھر گیا تو دوسرے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جنتی عورتیں شرم و حیا والی ہوں گی۔ اپنے شوہر سے محبت کرنے والی ہوں گی۔ فرمانبردار ہوں گی۔

حوروں کی اپنے شوہروں سے ہمدردی

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک رمضان شریف کے لئے شروع سال سے ختم سال تک جنت سجائی جاتی ہے۔ پس جب رمضان شریف کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے حوروں پر جنت کے پتوں کی ہوا چلتی ہے۔ جس سے متاثر ہو کر وہ یوں دعا کرتی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اپنے بندوں سے ہمارے لئے ایسے شوہر مقرر فرما جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو حوروں میں سے اس کی بیوی اسے کہتی ہے کہ تیرا برا ہو اس کو تکلیف نہ دے کیونکہ وہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جدا ہو کر میرے پاس پہنچ جائے گا۔ (ترمذی شریف)

جس کے دنیا میں کئی شوہر ہیں جنت میں وہ کس کے ساتھ ہوگی

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ! جنت میں دنیا والی مومن عورتیں افضل ہوں گی یا حوریں افضل ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا والی مومن عورتیں

حوروں سے اس قدر افضل ہوں گی جیسے لحاف کا اوپر کا کپڑا اس کے اندر والے استر سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت اُمّ سلمہ نے عرض کیا کس وجہ سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس لئے کہ دنیا والی عورتیں نمازیں پڑھتی ہیں۔ روزے رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہیں۔ حضرت اُمّ سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ! بعض مرتبہ عورت دنیا میں یکے بعد دیگرے دو یا تین یا چار مردوں سے نکاح کرتی ہے۔ پھر فوت ہو جاتی ہے۔ وہ جنت میں داخل ہوگی اور اس کے شوہر بھی اس کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ اس صورت میں ان میں سے اس کا شوہر کون ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اُمّ سلمہ! اس کو اختیار دے دیا جائے گا جس کے ساتھ چاہے رہے۔ لہٰذا وہ اس کو پسند کرے گی جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا تھا۔ کہے گی اے میرے رب! دنیا کے اندر یہ ان سب سے زیادہ میرے ساتھ بااخلاق تھا اسی کو میرا جوڑا بنا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ خوش خلقی دنیا و آخرت کی بھلائی لے اڑی۔ (الترغیب والترہیب) بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ دنیا میں جس عورت نے پہلے شوہر کے بعد نکاح کر لیا وہ جنت میں آخری شوہر کو ملے گی۔ جنتی مردوں اور عورتوں میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو بغیر جوڑے کے رہ جائے۔

جنت میں حوروں کا ترانہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں حوروں کے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے جس میں آوازیں بلند کرتی ہیں۔ یہ کہتی ہیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ کبھی ہلاک نہ ہوں گی۔ ہم ہمیشہ چین اور آسائش میں رہیں گی۔ کبھی محتاج نہ ہوں گی۔ ہم اپنے شوہروں سے ہمیشہ خوش رہیں گی۔ کبھی ناراض نہ ہوں گی۔

اس کے کیا کہنے جو ہمارے لئے ہے اور ہم اس کے لئے ہیں۔ یہ ترانہ ایسی دلکش آواز میں گاتی ہیں کہ ایسی آوازیں مخلوق میں کسی نے نہیں سنی ہیں۔ (ترمذی شریف)

جنت کا گھوڑا

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ! میں گھوڑوں کا بہت شوقین ہوں۔ کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو جنت میں داخل ہوا تو تجھ کو یاقوت کا بنا ہوا ایک گھوڑا دیا جائے گا اور اس کے دو پر ہوں گے۔ پھر تجھ کو اس پر سوار کرایا جائے گا اور پھر تو جس جگہ چاہے گا وہ تجھ کو اڑا کر لے جائے گا۔ (ترمذی شریف) جنتی کا یہ گھوڑے والا شوق بھی اللہ تعالیٰ پورا فرمائے گا۔ جنتی جو مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمائے گا۔

اسی صفیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ہوں گی

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ (الترمذی)

حضرت بریدہ فرماتے ہیں۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت والوں کی ایک سو بیس صفیں ہیں جن میں سے اسی صفیں اس امت کی ہیں اور چالیس صفیں باقی ساری امتوں کی ہیں۔ (ترمذی)

صفیں کتنی بڑی ہوں گی یہ ہمارے خیال اور وہم سے ورا ہے۔ ان ایک سو بیس صفوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سارے مومن آجائیں گے۔ کل جنتیوں میں دو تہائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی اور

ایک تہائی میں ساری باقی کی امتیں ہوں گی۔

جنت کا درخت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں کوئی درخت نہیں مگر اس کا تنا سونے کا ہے۔ (ترمذی شریف) جنت کی درخت کا تنا سونے کا اور اس کی شاخیں چاندی کی۔ سونے کی یاقوت وزمرد سے جڑی ہوئی۔ ہر طرح کی کلیوں پھولوں سے بھری ہوئی۔ میووٗں' پھلوں سے لدی ہوئی۔ نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ہر طرف بہار ہی بہار ہوگی۔

اللہ تعالیٰ چار لاکھ آدمیوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کردیگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے چار لاکھ آدمیوں کو بغیر حساب کے جنت مین داخل کردے گا۔ حضر تصدیق اکبر نے عرض کی: زِدْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ''یارسول اللہ! اس سے زیادہ کیجئے۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر فرمایا: اچھا تو اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے دونوں چلو بھر کے میری امت کو جنت میں داخل کردے گا۔ صدیق اکبر نے پھر عرض کیا: زِدْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یارسول اللہ اور زیادہ کیجئے۔ اتنے میں حضرت عمر بولے۔ اے ابوبکر چھوڑ بھی۔ یعنی اب بس بھی کر۔ اس طرح تو لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ صدیق اکبر نے فرمایا: وَمَا عَلَیْکَ اَنْ یُّدْخِلَنَا اللّٰہُ کُلَّنَا الْجَنَّۃَ یعنی اے عمر! اگر اللہ ہم سب کو یونہی جنت میں داخل کردے تو تیرا کیا بگڑتا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: اِنَّ اللّٰہَ اِنْ شَآءَ اَنْ یُّدْخِلَ خَلْقَہُ الْجَنَّۃَ بِکَفٍّ وَّاحِدٍ فَعَلَ۔ اللہ اگر چاہے تو اپنی ساری مخلوق کو اپنے ایک ہی چلو سے جنت میں داخل

کر دے۔ یعنی اے ابوبکر! اللہ کی بڑائی اور عظمت کو تو دیکھ کہ اس کے ایک چلو کی وسعت اس قدر ہے کہ ساری مخلوق اس کے ایک ہی چلو میں آ سکتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی یہ بات سنی۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَ عُمَرَ ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر نے سچ کہا (مشکوۃ، ص ۴۸۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اللہ کا مجھ سے وعدہ ہے کہ وہ چار لاکھ میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دے گا۔ اس پر صدیق اکبر کا عرض کرنا زِدْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ یارسول اللہ اور زیادہ کیجئے۔ معلوم ہوا صدیق کا یہ ایمان ہے اس مقدار میں اضافہ کر دینا حضور کے اختیار میں ہے۔ حضور جو کچھ فرمائیں گے وہی کچھ وہاں بھی ہو جائے گا۔ کل قیامت کے دن حضور کے وعدے کو اللہ تعالیٰ پورا فرما دے گا۔

مولانا حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دکھائی جائے گی محشر میں شان محبوبی
کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہوگا
خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی
خدائے پاک خوشی ان کی چاہتا ہوگا

حضرت ربیعہ

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں خدمت کے لئے رات کو حضور کے پاس سوتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے حضور کو وضو کرایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سل۔ یعنی مانگ۔ میں نے عرض کیا: اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ

فِی الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ ص ۷۶) ’’حضور میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔‘‘ یعنی اے اللہ کے حبیب جنت بھی دیجئے اور جنت میں اپنی رفاقت بھی دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ‘‘ کچھ اور بھی۔ عرض کیا بس یارسول اللہ! یہی جو عرض کر چکا۔ اچھا نماز کثرت سے پڑھتے رہو۔ سرکار نے فرمایا مانگ۔ ربیعہ نے یہ نہیں کہا آپ سے مانگ کر شرک کیوں کروں بلکہ عرض کیا جنت اور اس میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ اچھا نمازیں پڑھتے رہنا۔ گویا ہم نے تمہیں جنت اور جنت میں اپنی رفاقت دے دی۔

کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبٰی تیری گلی میں

جنت کا بیان قرآن کریم

اور تم لوگوں کے تین گروہ ہو جائیں گے۔ سو دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے اور بائیں طرف والے کیسے برے ہیں بائیں طرف والے اور آگے بڑھنے والے ہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ وہی اللہ کے مقربین ہیں۔ وہ نعمت والی جنتوں میں ہیں۔ بڑا گروہ پہلے لوگوں سے ہے اور تھوڑے پچھلے لوگوں سے ہیں۔ وہ زرد جواہر سے مرصع تختوں پر ہوں گے۔ ان پر تکیے لگائے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے۔ ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے گھوم رہے ہوں گے۔ مٹکوں اور جگوں اور شراب کے لبریز جاموں کے ساتھ۔ جس سے نہ ان کے سر میں درد ہو اور نہ ان کی عقل میں فتور ہو۔ ان کے پسندیدہ پھل اور پرندوں کا وہ گوشت جس کو وہ چاہیں اور بڑی آنکھوں والی حوریں۔ جیسے چھپے ہوئے موتی۔ یہ ان نیک کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے۔ وہ اس میں نہ

کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات۔ مگر ہر طرف سے سلام سلام کی آواز اور دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے اور بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گے اور تہ بہ تہ کیلوں میں اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں اور جھلکتے ہوئے پانی میں اور بہ کثرت پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے نہ ان سے منع کیا جائے گا اور اونچے بستروں میں۔ ہم نے ان کی بیوی کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے۔ ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا۔ محبت کرنے والیاں ہم عمر۔ جو دائیں طرف والے لوگوں کے لئے ہیں۔ (پ ۲۷ سورۃ الواقعہ آیت ۲۷ تا ۳۸)

جنت کی تمام نعمتوں کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

دوستو! جنت میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کا سبب بندے کا ایمان لانا ہے اور جنت میں حور و غلمان کا ملنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ کھانے پینے کی عمدہ چیزیں ملنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ان سب نعمتوں کے ملنے کا سبب بندے کے نیک اعمال ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھیں یہ سب ظاہری اسباب ہیں۔ حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

بندۂ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان لاتا ہے۔

بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک اعمال کرتا ہے۔

بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایمان پر قائم رہتا ہے۔

بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اعمال صالحہ پر قائم رہتا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (سورۃ النساء: ع ۸ آیت ۸۳)

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے سوا تم سب

افرادشیطان کے پیروکار بن جاتے۔

عمل جنت میں نہ لے جائے گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو بھی نہیں۔ سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ (بخاری شریف ۵۶۷۳، مسلم ۲۸۱۶)

عمل ظاہری سبب ہے ہمیں نیک اعمال کرنے کا حکم ہے لیکن جنت محض اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل سے ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر کرم کردے اور ہمیں جنت میں داخل کردے۔

مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (پ۴،ع۵)

''اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف چوڑان میں سب زمین وآسمان آجائیں پرہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مغفرت اپنی بخشش اور اپنی جنت کی طرف بلا رہا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کریں۔ دنیا کی فانی نعمتوں کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ ہو جائیں اور آخرت کے لیے محنت کریں۔ آخرت کی تیاری کریں۔ اس دنیا میں رہ کر ہم گناہوں سے بچیں کیونکہ

جتنا بوجھ زیادہ ہوگا۔ اتنا ہی چلنا دوڑنا دشوار ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ تو ہمیں جنت کی طرف دوڑنے کا حکم دے رہا ہے۔ اگر گناہوں کا بوجھ ہوگا تو جنت کی طرف دوڑنا مشکل ہوگا۔

جنت کی وسعت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۔ ''جس کی چوڑان میں سب آسمان اور زمین آ جائیں۔'' اس آیت میں اللہ کریم نے جنت کی وسعت کو بیان کیا ہے۔ جنت کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ سارے آسمان اور زمین اس کی چوڑان میں سما جائیں۔ اللہ کریم نے ہمیں جنت کی وسعت سمجھانے کے لئے آسمانوں اور زمین کا اس میں سما جانے کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ ہم نے سب سے زیادہ وسیع چیز جو دیکھی ہے وہ آسمان اور زمین ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں کہ وہ جنت کو اس قدر وسعت دے دے کہ سارے آسمان اور زمین اس کی چوڑان میں سما جائیں۔ آپ اندازہ لگائیں جنت کی وسعت کا کہ ساتوں آسمان اور زمین کے طبقے اگر ساتھ ساتھ جوڑے جائیں اور سب کا ایک پرت بنا کر جنت کی چوڑان میں رکھا جائے تو یہ سارا پرت اس میں سما جائے اور پھر یہ کہ یہ بیان صرف جنت کی چوڑائی کا ہے۔ پھر جس کی چوڑان کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ سارے آسمان اور زمین اس میں سما جائیں تو اس کی لمبائی کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

جنت کی وسعت احادیث میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا یَقْطَعُهَا (مشکوٰۃ شریف)

"جنت میں ایک ایسا درخت ہے۔ جس کے سایہ میں سوار آدمی سو سال تک بھی چلتا رہے تو اسے طے نہ کر سکے" یہ درخت شجر طوبیٰ ہے۔ جس کے ہر پتے پہ لکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اندازہ کریں کہ وہ درخت کتنا بڑا ہوگا اور جس جنتی کے گھر میں ہوگا اس کی وسعت کا عالم کیا ہوگا۔

جنت کے دروازے کی وسعت

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

بَابُ اُمَّتِیَ الَّذِیْ یَدْخُلُوْنَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهٗ مَسِیْرَةُ الرَّاکِبِ الْمُسْتَجْوِدِ ثَلٰثًا ثُمَّ اِنَّهُمْ لَیُضْغَطُوْنَ عَلَیْهِ حَتّٰی تَکَادَ مَنَاکِبُهُمْ تَزُوْلُ (مشکوٰۃ)

"وہ جنت کا دروازہ جس سے میرے امتی جنت میں داخل ہوں گے۔ اتنا چوڑا ہوگا کہ اس کی چوڑان تین سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ باوجود اس کے جب میری امت اس سے گزرنے لگے گی تو وہ ان کی کثرت کی وجہ سے ان پر تنگ ہو جائے گا اور بھیڑ کی وجہ سے ان کے کندھے ٹلنے کے قریب ہو جائیں گے۔"

یعنی کندھے سے کندھا بھڑے گا اور اتنا ہجوم ہوگا کہ اتنا وسیع دروازہ گزرنے والوں پر تنگ ہو جائے گا۔ اندازہ کریں جس جنت کا دروازہ اتنا وسیع اور کھلا ہے وہ جنت کتنی وسیع ہوگی۔

جنت میں سو درجے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں،

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ لَوْ إِنَّ الْعَالَمِيْنَ اجْتَمَعُوْا فِيْ إِحْدٰهُنَّ لَوَ سِعَتْهُمْ (مشکوۃ)

''جنت میں سو درجے ہیں' سو منزلیں ہیں۔ اگر سارے عالموں والے اس کے ایک درجے میں ہی جمع کئے جائیں تو اس میں سما جائیں۔''

جنت کا ایک درجہ ہی اتنا وسیع ہے کہ سب جہانوں والے اگر ایک درجے میں جمع ہو جائیں تو وہ ایک درجہ ہی ان سب کے لئے کافی ہوگا۔ اندازہ کریں جنت کتنی وسیع ہوگی۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِيْ الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً مِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْأَرْبَعَةُ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ (مشکوۃ)

''جنت میں سو منزلیں ہیں۔ ہر دو منزل کے درمیان فاصلہ ایسا ہے جیسے آسمان و زمین کے درمیان فردوس اعلیٰ درجہ ہے۔ جس سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہوتا ہے تو تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اس سے فردوس مانگو۔''

فردوس میں تمام وہ نعمتیں جمع ہیں جو دوسری جنتوں میں ہیں۔ ان کے علاوہ

اور بہت نعمتیں ہیں۔ فردوس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہاں سے جنت کی چاروں نہریں پانی' دودھ' شہد اور شراب طہور کی جا رہی ہیں۔ سب نہروں کا سرچشمہ یہاں ہے۔ سب سے اونچا طبقہ فردوس ہے جس پر جنت ختم ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت اپنی مرضی سے دے گا مگر ہم مانگنے میں کمی نہ کریں کبھی تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہو ہی جائے گا۔

جنت کی دونوں جانبوں میں فاصلہ

''جنت کی جوانب میں سے دو جانبوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کے سفر کے برابر ہے اور ایک دن ایسا آئے گا جبکہ یہ سب جوانب کی جگہیں لوگوں کی کثرت سے بھر جائیں گے۔''

ایک جنتی کا عظیم الشان قصہ

حضور پُرنور شافع یوم النشور اللہ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنِّیْ اَعْلَمُ آخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا وَآخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا (مشکوۃ)

''سب سے آخر میں جو شخص جہنم سے نکل کر سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اسے میں جانتا ہوں۔''

اس حدیث شریف کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے' آج تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے حضور نے وہ بات بتائی جو حساب و کتاب کے بعد جنت کے داخلے کے وقت ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے آخر میں جو شخص جہنم سے نکلے گا اس کو میں جانتا ہوں اس شخص کی جو گفتگو اللہ تعالیٰ سے ہوگی میں تمہیں وہ سناتا ہوں۔ جو باتیں قیامت کے دن ہونے والی ہیں۔ حضور انہیں جانتے ہیں اور اپنے غلاموں کو تفصیل کے ساتھ بتاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم ماکان و مایکون ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگلی پچھلی ہو چکیں اور ہونے والی ہیں سب باتوں کو جانتے ہیں آپ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔

سرکار مدینہ فرماتے ہیں وہ شخص جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا۔ اس کا منہ جہنم کی طرف ہوگا اور جہنم کی گرم ہوا اور لو سے وہ پریشان ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا۔ اے رب میرا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے کیوں کہ اس کی ہوا نے مجھے تنگ کر دیا ہے اور اس کی سخت گرمی نے مجھے جلا ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اگر میں تمہاری یہ بات مان لوں اور تمہارا منہ جہنم سے پھیر دوں تو پھر اس کے بعد تو کچھ نہیں مانگو گے۔ وہ کہے گا نہیں۔ یا اللہ! نہیں' میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ بس اتنا کرم کر دے کہ جہنم کی طرف سے میرا منہ پھیر دے تاکہ اس کی گرمی سے میں بچ جاؤں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرما کر اس کا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پھر اس شخص کے لئے ایک بلند درخت ظاہر ہوگا تو وہ اس درخت کو دیکھ کر کہے گا۔ اے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں بیٹھوں اور اس کا پانی پیوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ ابھی تو تم کہہ چکے ہو میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اب یہ دوسرا سوال کیوں کرنے لگے۔ وہ بندہ عرض کرے گا۔ الٰہی مجھے محروم نہ فرما اور اس درخت تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اچھا

اس کے بعد تو کچھ نہ مانگو گے؟

وہ عرض کرے گا:

نہیں یارب! بس اس درخت تک پہنچ گیا تو یہی کافی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے اس دخت تک پہنچا دے گا اور وہ اس کے سایہ میں بیٹھ کر آرام کرے گا اور پانی پیے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

اس کے بعد پھر اسے اس درخت سے بھی زیادہ اونچا اور اچھا درخت نظر آنے لگے گا۔ اب وہ شخص پھر بولے گا اور عرض کریگا۔ الٰہی! کرم فرما کر مجھے اس بڑے درخت کے نیچے پہنچا دے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد اور تم سے کچھ نہ مانگوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرما کر

اسے بڑے درخت کے قریب پہنچا دے گا اور وہ اس کے سایہ میں آرام کرے گا اور پانی پیے گا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اس کے بعد پھر اس شخص کو جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت نظر آنے لگے گا۔ جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین اور بلند ہوگا۔ اب وہ شخص پھر بولے گا اور کہے گا۔

الٰہی کرم فرما اور مجھے اس جنت کے دروازے والے درخت کے پاس پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا تم پھر کچھ اور مانگنے لگے حالانکہ تم میرے ساتھ وعدہ کر چکے ہو کہ تم اور کچھ نہ مانگو گے۔ وہ عرض کرے گا: یااللہ! هٰذِہٖ لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَهَا "بس یہی ایک سوال ہے اس کے بعد اور کچھ نہیں مانگوں گا۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اسے معذور جان کر اس کا یہ سوال بھی قبول فرمائے گا اور اسے جنت کے دروازے والے درخت تک پہنچا

دے گا۔

حضور پُر نور شافع یوم النشور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب وہ شخص جنت کے دروازے تک آ پہنچے گا تو اسے جنت سے جنتیوں کی آوازیں آنے لگیں گی تو کافی عرصہ تک وہ خاموش رہے گا لیکن پھر رہ نہ سکے گا اور کہے گا۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْهَا

''اے رب! مجھے جنت میں داخل کر دے۔''

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ

''جا اور جنت میں داخل ہو جا''

اللہ تعالیٰ کتنا کریم ہے۔ کتنا رحیم اس کی رحمت کتنی وسیع ہے۔ اس بندے کو کتنی شان کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا۔

یہ سب صدقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ کریم اس بندے پر بار بار کرم فرمائے گا' بار بار رحمت فرمائے گا۔

رحمت حق بہانہ می جوید۔ بہا نہ می جوید

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جب اس بندے کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی تو وہ جنت میں دیکھے گا تو اسے ساری جنت بھری ہوئی نظر آئے گی اور پھر وہ کہے گا۔

''اے رب جنت تو ساری بھری ہوئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو جنت میں داخل تو ہو۔

فَاِنَّ لَکَ مِثْلَ الدُّنْیَا وَعَشْرَۃَ اَمْثَالِھَا۔

''جنت میں تیرے لئے دنیا اور دنیا جیسے دس حصہ اور زیادہ جگہ موجود ہے۔''

اس بندے کے لئے اس دنیا سے بھی زیادہ وسیع جگہ جنت میں موجود ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب وہ بندہ یہ بات سنے گا تو حیران ہو جائے گا کہ جنت میں تو مجھے کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی اور اللہ تعالیٰ اس دنیا اور دنیا جیسے دس حصے زیادہ جگہ میرے لئے فرما رہے ہیں۔ وہ کہے گا۔

اے رب! رب العالمین ہو کر مجھ سے استہزاء فرماتا ہے۔ اس حدیث شریف کو روایت کرنے والے حضرت عبداللہ ابن مسعود ہیں۔ ابن مسعود جب اس مقام پر پہنچے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے یوں کہے گا کہ الٰہی تو مجھ سے استہزاء فرماتا ہے تو حضرت ابن مسعود ہنس پڑے اور ہنسنے کے بعد لوگوں سے کہا تم نے کیوں نہیں پوچھا: میں ہنسا کیوں؟ مجھ سے پوچھو کہ میں کیوں ہنسا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیوں ہنسے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث شریف سنی تھی تو اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنس پڑے تھے اور ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا یارسول اللہ! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ تو حضور نے فرمایا تھا بندہ جب یہ لفظ کہے گا۔

''الٰہی تو مجھ سے استہزا فرماتا ہے تو یہ بات سن کر خدا تعالیٰ بھی ہنس پڑے گا۔''

اللہ تعالیٰ ہنسنے سے پاک ہے۔ مراد یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر

راضی ہو جائے گا اور خوش ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ)

اس حدیث شریف کو سنانے کا مقصد یہ ہے کہ جنت بہت وسیع ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے کو دنیا اور اس کی مثل دس حصے زیادہ جگہ عطا فرمادے گا جس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں بلکہ بالکل حق ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس پر ہمارا ایمان ہے کہ یہ حق ہے۔

جہنم کی وسعت

پہلے آپ نے جنت کی وسعت کا بیان سنا ہے۔ اب جہنم کی وسعت کا بیان سنیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم دونوں کو فرمایا:

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْكُمَا مِلْؤُهَا

''یعنی میں تم دونوں کو بھر دوں گا۔''

جہنم میں سارے کافر ڈال دینے پر بھی جب وہ بھرے گی نہیں اور نعرہ لگائے گی۔

هل من مزيد تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حَتّٰى يَضَعَ اللّٰهُ رِجْلَهٗ تَقُوْلُ قَطْ قَطْ فَهُنَا لِكَ تَمْتَلِئُ

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا پاؤں رکھے گا تو جہنم کہے گی بس بس بس۔ پس اس وقت وہ بھر جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث شریف میں جو ''پاؤں رکھنے کا لفظ'' وارد ہوا ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے یعنی جہنم اس کی قدرت سے بھر جائے گی۔ قدرت کا ظہور اس طرح ہوگا کہ

''جہنم کے بعض حصے بعض کی طرف سکیڑ دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرے گا۔''

جب جہنم بھرے گی نہیں تو اللہ تعالیٰ اسے سکیڑ دے گا اور وہ سمٹ جائے گی۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ کا اسمیں اپنا پاؤں رکھنا یعنی اپنی قدرت سے سکیڑ دے گا۔

قرآن کریم میں ''یَدٌ'' کا لفظ بھی آیا ہے ''وَجۡہٌ'' کا لفظ بھی آیا ہے اسی طرح ''رِجْلٌ'' کا لفظ یہاں آیا ہے۔

حدیث شریف میں جو یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کریگا۔ اس کا معنی یہ ہے جنت اور دوزخ کو بھر دینے کا اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے تو جنت اپنی وسعت کی وجہ سے جب بھرے گی نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جنت میں وسعت اور زیادتی باقی رہے گی اور اس کے مکان خالی رہ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ایک نئی مخلوق پیدا فرمائے گا اور جنت کی وسعت اور اس کے خالی مکانات میں اپنی نئی مخلوق کو ٹھہرا کر جنت کو بھر دے گا۔'' (مشکوۃ شریف ۴۲۹)

اللہ تعالیٰ جنت کو بھرنے کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا فرما کر انہیں بغیر کسی نیک عمل کے جنت میں داخل کر دے گا۔ یہ تو ہے جنت کو بھرنے کی صورت مگر جہنم کو بھرنے کے لئے یہ صورت اختیار نہ فرمائے گا کہ کسی مخلوق کو پیدا کر کے اسے جہنم میں ڈال دے۔ وہ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں فرمائے گا۔ جہنم کو وہ اس طرح بھرے گا کہ بعض حصے بعض کی طرف سکیڑ دے گا۔ جہنم کو سکیڑ کر تنگ کر دے گا۔ اس طرح اس کو بھر دے گا۔

جہنم کی آگ سخت گرم ہے

قرآن کریم میں آتا ہے: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۔ محبوب فرمادو جہنم کی آگ سب سے زیادہ سخت گرم ہے۔

رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ (مشکوۃ)

تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ سے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے

یعنی جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔ دنیا کی آگ کتنی گرم ہے اس کو برداشت کرنا مشکل ہے۔ جہنم کی آگ تو اس سے بھی زیادہ گرم ہے لیکن ہم ڈرتے نہیں پرواہ نہیں کرتے۔ ہمیں جہنم کی آگ سے ڈرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔

کافر کی داڑھ

ہاں تو بات وسعت کی ہو رہی تھی جس طرح جنت وسیع ہے اسی طرح دوزخ بھی وسیع ہے۔ تمام انبیاء کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو دیکھا ہے اور دوزخ کا بھی مشاہدہ کیا ہے۔ آپ نے ہمیں بتایا ہے اور جو بتایا ہے وہ بالکل حق ہے۔ اب سرکار کا فرمان سنیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ اُحُدٍ (مشکوۃ)

قیامت کے دن کافر کی داڑھ احد پہاڑ کے مانند ہو جائے گی۔

کافر کے مونڈھوں کے درمیان کا فاصلہ

حضور پُرنور شافع یوم النشور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں:

مَا بَیْنَ مَنْکِبَی الْکَافِرِ فِی النَّارِ سَیْرَۃُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ لِلرَّاکِبِ الْمُسْرِعِ (مشکوٰۃ)

"جہنم میں کافر کے دو مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رو سوار کے تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔"

کافر کا موٹاپا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ غِلْظَ جِلْدِ الْکَافِرِ اِثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا

"یعنی کافر کی جلد کا موٹاپا بیالیس ہاتھ ہوگا۔"

جہنم میں کافر کے بیٹھنے کی جگہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ مَجْلَسَہٗ مِنْ جَھَنَّمَ مَا بَیْنَ مَکَّۃَ الْمَدِیْنَۃَ (مشکوٰۃ)

"اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ و مدینہ کی درمیانی جگہ کے برابر ہوگی۔"

جہنم میں کافر کے اعضاء اس لیے بڑے ہو جائیں گے تاکہ اسے عذاب بھی بڑا دیا جائے۔ ہمارا ایمان ہے سرکار نے جو فرمایا وہ حق ہے۔

غمخوار آقا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں غمخوار آقا عطا کیا ہے۔ امت کے لئے رو رو کر دعائیں کی ہیں۔ رو رو کر ہمیں جہنم کی آگ سے بچایا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

سرکار اتنا روئے اتنا روئے کہ غلاموں کے لئے جہنم کی آگ بجھ گئی۔

حدیث میں آتا ہے۔

ایک شخص کا آگ جلانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اور تمہاری اس شخص کی سی ہے جو آگ روشن کرے اور جب وہ جگہ روشن ہو جائے تو اس پر پروانے گرنے لگیں۔ وہ شخص ان پروانوں کو ہٹاتا رہے لیکن پروانے اس کے ہٹانے کی پروا نہ کریں اور آگ میں گرتے رہیں۔ اسی طرح سرکار نے فرمایا: ''میں تمہاری کمر میں ہاتھ ڈال ڈال کر تمہیں جہنم کی طرف سے ادھر کھینچتا ہوں مگر تم مجھے ہٹا کر خود آگ میں جا پڑتے ہو۔'' (الترغیب والترہیب)

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تو تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر جہنم میں گرنے سے بچاتا ہوں مگر تم ہو کہ مجھے ایک طرف کر کے خود بخود جہنم میں چھلانگیں لگا رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے محفوظ رکھے۔

دوزخ کا ہلکا عذاب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہوگا جس کے لئے آگ کا جوتا اور دو تسمے ہوں گے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے جیسے ہانڈی کھولتی ہے وہ نہ سمجھے گا کہ کوئی اس سے سخت تر عذاب

والا ہے حالانکہ وہ ان سب میں ہلکے عذاب والا ہوگا۔ (مسلم بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

بعض دوزخی وہ ہوں گے جنہیں ٹخنوں تک آگ پکڑے ہوگی اور بعض وہ ہوں گے جنہیں ان کے گھٹنوں تک آگ پکڑے ہوگی اور بعض وہ ہوں گے جنہیں ان کی کمر تک آگ پکڑے ہوگی اور بعض وہ ہونگے جنہیں آگ ان کے گلے تک پکڑے ہوگی۔ (مسلم شریف)

سانپ اور بچھو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگ میں تو سانپ ہیں۔ اونٹنی کی طرح ان میں سے ایک ڈسے گا۔ ایک بار ڈسنا کہ وہ دوزخی اس کا زہر چالیس سال تک پائے گا اور آگ میں بچھو ہیں۔ پالان والے خچروں کی طرح کہ ان میں سے ایک ڈنگ مارے گا۔ ایک ڈنگ تو وہ اس کا زہر چالیس سال تک پائے گا۔ (رواہ احمد)

یعنی سانپ جسامت میں تو اونٹ کی طرح بڑے اور موٹے مگر زہر میں رفتار میں پتلے سانپ کی طرح ہوں گے کیونکہ پتلا سانپ تیز رفتار اور بہت زہریلا ہوتا ہے۔

دوزخ کے سات دروازے

قرآن کریم میں دوزخ کے دروازوں کے متعلق فرمایا ہے: لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ۔ اس کے سات دروازے ہیں۔ (پ۱۴ ع۳)

بدنصیب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ میں نہ جائے گا مگر بدنصیب۔

عرض کیا گیا یا رسول اللہ! بد نصیب کون ہے؟ فرمایا: جو اللہ کی فرمانبرداری کا کام نہ کرے اور اس کی نافرمانی نہ چھوڑے۔ (ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے راضی ہو وہ کام کرنے کی توفیق نہ دے جس سے ناراض ہو۔

شرابی کا حال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایک شخص یمن سے آیا اور اس نے شراب کا حکم پوچھا جو اس کے ملک یمن میں پی جاتی تھی۔ یہ شراب جوار کی بنتی تھی اور اس کو مزر کہا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ چیز جو نشہ لاتی ہے وہ حرام ہے اور خداوند تعالیٰ کا عہد ہے کہ جو شخص نشہ کی چیز پیئے گا وہ اس کو طینۃ الخبال پلائے گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! طینۃ الخبال کیا ہے؟ فرمایا: دوزخیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کی پیپ اور لہو۔ (مسلم شریف)

سود خوروں کا حال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات میرا گزر ایک قوم پر ہوا۔ جن کے پیٹ گھڑوں کی مانند تھے یعنی بڑے بڑے اور ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو پیٹوں کے باہر سے نظر آتے تھے۔ میں نے دریافت کیا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ لوگ سود خور ہیں۔ (ابن ماجہ)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

چھٹا خطبہ

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ .

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ (پ۲ ع۲)
اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

درود شریف پڑھیں

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! قرآن کریم کی جو آیہ کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ ۔ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ اور میرا شکر کرو اور کفر نہ کرو۔

حضرات محترم! آج عاشق رسول سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو نذرانہ عقیدت پیش کروں گا تاکہ آپ کے ذکر سے ہمیں بھی عشق رسول کی روشنی

مل سکے۔ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ حبشہ کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ مکہ میں امیہ کی بکریاں چراتے تھے۔

رحمت دو عالم نے اعلانِ نبوت فرمایا

جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں نبوت کا اعلان فرمایا: اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ توحید کا اعلان فرمایا کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ بت جھوٹے ہیں۔ ان کو پوجنا چھوڑ دو۔ اس وحدہ لاشریک کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے تو پورے عرب میں آگ بھڑک اٹھی۔ اللہ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کی ذات گرامی کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش ہونے لگی مگر اسلام مٹنے کے لئے نہیں رہنے کے لئے آیا ہے۔ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے۔ اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے۔

بلال کا اسلام قبول کرنا

حضرت بلال حبشی ایک دن غار حرا کے پاس امیہ کی بکریاں چرا رہے تھے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی۔ اے بکریاں چرانے والے کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ اس وقت صدیق اکبر بھی حضور کے ساتھ تھے۔ بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور عرض کی میری بکریوں میں سے کوئی بکری دودھ دینے والی نہیں ہے۔ اس لئے معذرت چاہتا ہوں آپ کی خدمت

میں دودھ پیش نہیں کر سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ جو سامنے بکری کھڑی ہے اس کا دودھ دوھ لیا جائے۔ حضرت بلال نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن ایسا ممکن نہیں کہ ایک دودھ نہ دینے والی بکری سے دودھ حاصل کر لیا جائے۔ بلال نے بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری پر اپنا دست رحمت پھیرا اور بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا تو بکری کے تھنوں سے دودھ کی نہریں جاری ہو گئیں۔ دودھ برتن میں آیا۔ ادھر ایمان بلال کے سینے میں آیا۔ بلال یہ منظر دیکھ کر پہلے دن چلے گئے۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی بکریاں غار حرا کے قریب لے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پیش کرتے رہے۔ حضور نے فرمایا: بلال میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضور نے کلمہ پڑھایا بلال کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

کفار کا بلال پر ظلم

جب بلال حبشی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ سرکار مدینہ کے غلام بن گئے تو امیہ بن خلف کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ یہ حضرت بلال کا مالک تھا۔ بلال اس کے غلام تھے۔ امیہ نے حضرت بلال کو اذیتیں اور تکلیفیں دینا شروع کر دیں۔ دوپہر کے وقت جبکہ دھوپ تیز ہو جاتی حاجیوں سے پوچھو کہ عرب میں کتنی گرمی ہوتی ہے۔ پتھر آگ کی طرح تپنے لگتے۔ ریت گرم ہو جاتی۔ امیہ اپنے غلاموں کو حکم دیتا بلال کو گرم ریت پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ دو تا کہ جنبش نہ کر سکے۔ اس حال میں امیہ کے غلام بلال کو کوڑے مارتے۔ جسم سے خون بہنے لگ جاتا۔ لہولہان ہو جاتے۔ امیہ کہتا اب تو دامن مصطفیٰ چھوڑ دے۔ حضرت بلال کہتے امیہ جان تو دے سکتا ہوں لیکن دامن مصطفیٰ نہیں چھوڑ

سکتا۔ مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش آتی تو کہتے احد۔ احد۔

(اصابہ)

بلال مکہ کی گلیوں میں

امیہ نے جب حضرت بلال کے عزم واستقلال کو دیکھا تو لڑکوں کو بلایا اور حضرت بلال کے گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کو دیدی اور کہا جاؤ مکہ کی گلیوں میں جانوروں کی طرح پھراؤ تا کہ اسے توحید کے اعلان کرنے کا پتہ چل جائے۔ اسے لات وعزیٰ کی مخالفت کا مزہ چکھاؤ۔ لڑکے گلیوں میں پھرا رہے تھے۔ پتھر مار رہے تھے۔ مٹی پھینک رہے تھے۔ ڈنڈے مار رہے تھے لیکن حضرت بلال احد۔ احد کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ مکے کی گلیاں گواہ ہیں ظلم وتشدد کی وجہ سے حق کی آواز کو دبایا نہیں جا سکا۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

حضرت صدیق اکبر نے بلال کو خرید کر آزاد کیا

حضرت بلال حبشی کے توحید کے نعرے سے مکہ کی وادی گونج اٹھی۔ مشرکین مکہ نے پوری قوت اور ظلم وتشدد سے اس آواز کو دبانا چاہا مگر اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک رکھی ہے۔

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

بلال پر ظلم وستم کرنے والے خود دب گئے۔ ان کے اعصاب جواب دے گئے۔ مگر بلال کے عشق مصطفیٰ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اللہ احد۔ اللہ احد کے نعرے لگاتے رہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندزن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اگر اپنے اسلام کو مخفی رکھنا چاہتے تو مخفی رکھ سکتے تھے۔ چھپا سکتے تکلیف سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ اسلام کی ابتدائی منزلیں تھیں لیکن چھپایا نہیں۔ سب کے سامنے اسلام کا اظہار کیا۔ برملا کلمہ توحید پڑھا۔ ظلم و تشدد برداشت کیا۔ تکلیف برداشت کی۔ طعنے گالیاں برا بھلا برداشت کیا۔ لیکن دامن اسلام نہیں چھوڑا۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزرے اور بلال کو دیکھا مار کھا رہے ہیں۔ خستہ حال ہے۔ لہولہان ہیں احد۔ احد کا نعرہ مستانہ لگا رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر صدیق اکبر کھڑے ہو گئے۔ بلال کی مظلومیت کو دیکھ کر صدیق کا دل تڑپ گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سمجھایا: بلال اپنے اسلام کو چھپا لو۔ تنہائی میں اللہ کو یاد کیا کرو۔ بلال نے کہا اچھا دوسرے دن دیکھا تو پھر مار کھا رہے ہیں اور برا حال ہے۔ صدیق اکبر نے کہا کل تم نے وعدہ کیا تھا اسلام کو چھپا لوں گا۔

لیکن آج پھر تم علی الاعلان کلمہ پڑھ رہے ہو احد۔ احد کا نعرہ لگا رہے ہو۔ کافر تم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ جسم سے خون کے فوارے جاری ہیں۔ حضرت بلال نے کہا اسلام کو چھپانا میرے بس کی بات نہیں۔ اگر میں نے اپنی زبان کو بند کر لیا تو میرے ایک ایک رونگٹے سے آواز آئے گی احد۔ احد۔ یہ منظر دیکھ کر صدیق اکبر کا دل بھر آیا۔ آنسو جاری ہو گئے۔ امیہ کو کہا بلال کا سودا کر لو۔ مجھے دے دو۔ میرے پاس ایک حسین و جمیل رومی غلام ہے۔ تم لے لو۔ حبشی غلام

مجھے دیدو۔

امیہ نے جو مانگا دے دیا۔ حضرت بلال کو خرید لیا۔ امیہ نے کہا صدیق اکبر آج تو نے سودے میں بڑا نقصان اٹھایا ہے۔ حسین وجمیل غلام دے کر ایک سیاہ غلام لیا ہے۔ تمہیں اس میں فائدہ کیا ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: امیہ! میں نے تجھے ٹھیکرے دے کر ایک ہیرا خریدا ہے۔ (صدیق اکبر ص ۳۶)

سیدنا صدیق اکبر حضرت بلال کو لے کر حضور کی بارگاہ میں آئے۔ عرض کی: آقا میں نے بلال کو خرید کر آزاد کر دیا ہے۔ حضور دیکھ کر مسکرائے۔ فرمایا: ابوبکر! مجھے بھی اس سودے میں شریک کرلو۔ ابوبکر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عرض کی حضور! ہم تو دونوں ہی آپ کے غلام ہیں۔ سرکار مدینہ نے بلال کو اٹھ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ بلال نے اس وقت جو لطف محسوس کیا اس کو دوسرا کوئی نہیں جان سکتا ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

قیامت کے دن بلال کی گردن لمبی ہوگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤذنوں کا حشر اس طرح ہوگا کہ جنت کی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے۔ ان کے آگے آگے بلال رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ سب کے سب بلند آواز سے اذان کہتے ہوئے آئیں گے۔ لوگ ان کی طرف نظریں کریں گے۔ پوچھیں گے یہ کون لوگ ہیں۔ کہا جائے گا یہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن ہیں۔ لوگ خوف میں ہیں اور ان کو خوف نہیں۔ لوگ غم میں ہیں ان کو غم نہیں۔ (ابن عساکر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے بلال کو بشارت دی تو بلال نے مجھے کہا کہ اے عبداللہ کس بات کی مجھ کو خوشخبری دے رہے ہو۔ تو میں نے جواب دیا کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن بلال ایک ایسی اونٹنی پر آئے گا جس کے پاؤں سونے کے ہونگے اور باگ موتیوں اور یاقوت کی ہوگی۔ بلال کے پاس جھنڈا ہوگا تو تمام مؤذن بلال کے پیچھے پیچھے ہوں گے اور سب کو جنت میں پہنچائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ موذن آپ کی اقتدا میں جس نے محض اللہ کی خوشنودی کے لئے چالیس دن صبح کو اذان دی تھی۔ (طبرانی)

کل قیامت کے دن عاشق رسول مؤذن رسول حضرت بلال حبشی کی شان بہت بلند ہوگی۔ یہاں تک کہ خود بھی جنت میں جائیں اور دوسرے مؤذنوں کو بھی جنت لے جائیں گے۔

شان بلال اور معراج

حضرت ابی امامہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو میں نے اپنے آگے قدموں کی آواز سنی تو جرائیل سے پوچھا کہ اے جرائیل یہ آواز کیا ہے تو عرض کیا یہ بلال کے آگے چلنے کی آواز ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳)

قربانیوں کی وجہ سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال کو یہ عظمت اور یہ شان عطا کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں چلنے کی آواز سنی۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضرت بلال کی اذان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد بنائی اور اذان کے لئے حضرت بلال حبشی کو مقرر فرمایا۔ مسجد نبوی کا جیسے امام بے نظیر ایسے ہی مؤذن بھی بے نظیر، حضرت بلال کی آواز بہت بلند تھی اس میں سوز تھا۔ جب بلال اذان پڑھتے تو پورا مدینہ گونج اٹھتا۔ بلال کی اذان سے مکہ بھی گونجا مدینہ بھی گونجا۔

یہ سب صدقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم کا۔ ساری عمر حضور کے سامنے بلال نے اذان دی۔ ایک دن کسی نے اعتراض کیا۔ حضور بلال تو شین کو سین کہتے ہیں۔ فرمایا: کوئی دوسرا اذان کہہ دے۔

مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

گفت ہاتف بردر خیر الوریٰ
چہ سبب بے بانگ شد خانہ خدا
فرشتے نے آواز دی خیر الوریٰ کے دروازے پر
کیا ہوا آج خانہ خدا میں اذان نہیں ہوئی

....

گفت اذان امروز شد با زور و شور
شد مصلّی باعث شیطان نفور

کہا اذان تو آج بہت زوروشور سے ہوئی ہے
حتیٰ کہ شیطان کیلئے نماز کا مقام باعث نفرت بن گیا

....

گفت لیکن باز از بانگ بلال
خوش شدے بَر عرش اعلیٰ ذوالجلال
فرمایا گیا کہ حضرت بلال کواذان دینے کیلئے کہا جائے
کیونکہ ان کی اذان سے عرش والا خوش ہوتا ہے

....

اذان تو ہوئی جلیل القدر صحابی نے پڑھی لیکن رب تعالیٰ بلال کی اذان سے خوش ہوتا ہے۔ بلال کو جو مرتبہ ملا ہے وہ کسی اور کونہیں ملا۔ بلال کی اذان کی دھوم آسمانوں پر بھی تھی' زمین پر بھی تھی۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ رہی
نماز اس کے نظارے کا ایک بہانہ رہی
خوش وہ وقت کہ یثرب مقام تھا تیرا
خوشاوہ روز کہ دیدار عام تھا تیرا

پھر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا
جبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی ہے اس سے تیرے غم کدے کی آبادی
تیری غلامی پہ صدقے ہزار آزادی

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے سہے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

حضرت بلال نے کعبہ کی چھت پر اذان دی

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب میں جہاں اور بہت سی چیزیں موجود ہیں۔ وہیں فتح مکہ کے دن آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلال آج کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان پڑھو۔ سیدنا حضرت بلال حبشی نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان پڑھی۔ حضرت بلال کے لئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ کعبہ جو تمام مقامات سے افضل ہے۔ بلال نے وہاں کھڑے ہو کر اذان پڑھی۔

آج صدیق اکبر نیچے ہیں' بلال اوپر ہے۔
آج فاروق اعظم نیچے ہیں' بلال اوپر ہے۔
آج عثمان غنی نیچے ہیں' بلال اوپر ہے۔
آج حضرت علی نیچے ہیں' بلال اوپر ہے۔
کیا خوب کہا کسی نے

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

یہ سب صدقہ ہے سرکار مدینہ کی غلامی کا۔ حضور کی غلامی کی وجہ سے بلال کا نام اونچا ہوا اور قیامت تک اب اونچا ہی رہے گا۔

بلال از حبش صہیب از روم ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ عجیت

روضہ اطہر پر بلال حبشی کی حاضری

گنبد خضریٰ کی زیارت کے لئے سفر کرنا صحابہ کرامؓ تابعینؒ تبع تابعین اور بزرگان دین سے ثابت ہے۔ عاشق رسول مؤذن رسول حضرت بلال حبشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ چھوڑ کر ملک شام چلے گئے تھے۔ وہاں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ایک رات خواب میں سرکار مدینہ کی زیارت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلال یہ کیا جفا ہے کہ تو ہماری زیارت کے لئے نہیں آتا۔ حضرت بلال حبشی یہ سن کر تڑپ گئے۔ صبح ہوتے ہی دیار محبوب کی طرف روانہ ہو گئے۔ قدم قدم صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے۔

نعتیں پڑھتے ہوئے۔

آنسو بہاتے ہوئے۔

دور دراز کا سفر کر کے مدینہ طیبہ پہنچے۔

سیدھے حضور کے روضہ پر آئے۔

حاضری دی' سلام عرض کیا۔ دیر تک اپنے آقا کی یاد میں روتے رہے۔ آنسو بہاتے رہے اور زبان حال سے کہتے رہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اتنے میں دیکھا دونوں شہزادے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت بلال ان سے لپٹ گئے۔ ان کو گود میں لے کر پیار کرتے رہے۔ سر و چشم کو چومتے رہے۔ ادھر مدینہ کے لوگوں کو جب بلال

کے آنے کا علم ہوا تو جوق در جوق آپ کی ملاقات کے لئے آئے اور ملاقات کی اہل مدینہ یہ چاہتے تھے کہ آج بلال اذان دیں تو ہم سنیں۔ بلال کی اذان سنے ہوئے عرصہ دراز ہوگیا ہے۔ اہل مدینہ کو یہ علم تھا کہ سرکار مدینہ کے جانے کے بعد بلال نے اذان دینا چھوڑ دی ہے۔ اہل مدینہ کو یہ بھی علم تھا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو اذان دینے کی فرمائش کی تھی تو بلال نے جواب دیا تھا کہ ابوبکر صدیق جب تم نے مجھے خرید کر آزاد کیا تھا کیا اپنے واسطے آزاد کیا تھا یا خدا تعالیٰ کے لئے۔ آپ نے جواب دیا: خدا تعالیٰ کے لئے۔ تب حضرت بلال نے کہا: جب تم نے مجھے خدا کے لئے آزاد کیا ہے تو خدا کے لئے ہی مجھے اذان کی فرمائش نہ کرو۔ کیونکہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مجھے طاقت نہیں کہ کسی دوسرے کے لئے اذان دوں۔ اس کے بعد آپ ملک شام چلے گئے۔ اس لئے مدینہ کے لوگوں نے دونوں شہزادوں حسنین کریمین سے کہا کہ بلال کو اذان دینے کی فرمائش کریں تو بلال ضرور اذان دیں گے۔ شہزادوں نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔ اب حضرت بلال شہزادوں کے حکم کو ٹال نہیں سکتے تھے۔ اب اذان دینے پر مجبور تھے۔

حضرت بلال کی اذان

حضرت بلال اذان دینے کے لئے اس مقام پر چڑھے جہاں حضور کی ظاہری زندگی میں اذان دیا کرتے تھے۔ اذان شروع کی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تو مدینہ میں ایک شور برپا ہوگیا۔ سب لوگ رونے لگ گئے۔ لوگ گھروں سے باہر

نکل آئے۔ حضور کے وصال کے دن کی یاد تازہ ہوگئی۔ لوگ تڑپ اُٹھے اور بے قرار ہوگئے۔ جب بلال نے کلمہ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ۔ اشھد ان محمدًا رسول اللہ اشھد ان محمد رسول اللہ کہا اور سامنے سرکار نظر نہ آئے۔ حضرت بلال کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ اگلے کلمات اذان ادا ہی نہ کر سکے اور روتے ہوئے بے چینی کے عالم میں نیچے اُتر آئے۔ (جذب القلوب ص ۲۱۵)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



ساتواں خطبہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

(سورۃ یونس:۶۳)

اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندوں کے حالات' واقعات اور خصائص کا پڑھنا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔ اولیاء کرام و بزرگان دین کی سیرت کا مطالعہ ہمارے دلوں میں قدرتی طور پر بزرگوں کی محبت و عقیدت کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ پھر ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص کے لئے کیا حکم ہے کہ جس نے کسی کو نہ دیکھا ہو اور نہ ہی ملاقات کی ہو اور نہ ہی اس کی صحبت میں رہا ہو اور نہ ہی اس کے عمل پر عمل کیا ہو مگر اس کو دوست رکھتا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ آدمی

اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہوگا۔ ہم صحابہ کرامؓ تابعینؒ تبع تابعینؒ اہل بیت اطہارؓ بزرگان دین سے محبت کرتے ہیں اس لئے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ہم بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اس لئے آج اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوگا۔

آپ کا اسم گرامی اویس ہے۔ یمن کے نواح میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کا نام قرن ہے۔ آپ چونکہ قرن کے رہنے والے ہیں اس لئے آپ کو قرنی کہتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام عامر ہے۔ والد گرامی آپ کی کم سنی ہی میں وصال فرما گئے تھے۔ آپ کی والدہ ضعیف اور نابینا تھیں۔ جن کی خدمت میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے عمر کا اکثر حصہ گزارا۔ مراد قبیلے سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ تابعی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں مگر یہ ضرور کہا جاسکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب تمام عرب میں شہرت ہوئی تو دوسرے علاقوں کی طرح یمن کے لوگ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سے آگاہ ہوگئے۔ حضرت اویس قرنی نے جب آپ کا ذکر پاک سنا تو دل نے حضور کے سچے رسول ہونے کی گواہی دے دی۔ قلبی تصدیق کے بعد یہ ایمان والہانہ عشق کی صورت اختیار کر گیا۔ اسی عشق نے اویس قرنی کو فنافی الرسول کر دیا۔ حضرت اویس قرنی ہر وقت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی جستجو کرتے رہتے تھے اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

زہد وقناعت، عبادت وریاضت اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انہوں نے ایسی مثال قائم کی کہ آج تک بزرگان دین کے لئے باعث رشک ہے۔

سادگی

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بہت سادہ تھے۔ دنیا کو اپنے اوپر اتنا تنگ فرمالیا تھا کہ لوگ انہیں دیوانہ سمجھتے تھے۔ آپ کا لباس سادہ تھا۔ خوراک سادہ تھی۔ گفتار، رفتار غرضیکہ ہر ادا سے سادگی جھلکتی تھی۔ حضرت اویس قرنی نے دنیا کی کوئی چیز جمع نہیں کی۔ سادگی کی وجہ سے لڑکے آپ کو چھیڑتے اور دیوانہ سمجھ کر ڈھیلے اور کنکر مارتے تھے۔ حضرت اویس فرماتے بچو چھوٹی چھوٹی کنکریاں مارو تاکہ میرا خون نہ بہے۔ خون بہے گا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ عبادت الٰہی دشوار ہو جائے گی۔

لوگ آپ کو دیوانہ مستانہ سمجھتے تھے۔ لوگوں نے آپ کو ایک علیحدہ مکان بنوا دیا تھا۔ آپ اسی مکان میں رہتے تھے۔ فجر کے وقت اپنے گھر سے نکل جاتے اور عشاء کے وقت واپس تشریف لاتے تھے۔

رات کو جس وقت گھر واپس تشریف لاتے تو کھجوروں کی گٹھلیاں چن کر لاتے۔ گٹھلیاں بیچ کر کھجوریں خرید لیتے ان سے روزہ افطار کرتے۔ اگر کچھ کھجوریں بچ جاتیں تو صدقہ کر دیتے تھے۔ رات ہوتے ہی جو سامان آپ کے پاس ہوتا تھا فقراء میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ حضرت اویس قرنی کا لباس ایک کمبل اونٹ کے بالوں کا ایک تہبند اور ایک چادر تھی۔ اگر یہ کپڑے پھٹ جاتے تو کسی سے سوال نہ کرتے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش شتربانی تھا (اونٹ چرانا)

اس سے اپنی اور والدہ ماجدہ کی خوراک کا انتظام فرماتے تھے۔ آپ لوگوں کے اونٹ چراتے تھے یا پھر کھجور کی گٹھلیاں زمین سے چن کر بازار میں بیچ آتے تھے۔ جب ان دونوں کاموں سے فارغ ہو جاتے تو اللہ کی عبادت کرتے۔ دن میں اکثر روزے سے رہتے شام کو چند کھجوریں کھا کر عبادت میں مشغول ہو جاتے۔

جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے

حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرن کے رہنے والوں سے حضرت اویس قرنی کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ایک دیوانہ ہے۔ آبادی سے دور رہتا ہے۔ کسی سے ملتا ہے نہ جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ کھاتا ہے۔ غم اور خوشی سے ناواقف ہے۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔

حضرت اویس قرنی کا عبادت کرنا

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ایک شب میں فرماتے: ”یہ شب رکوع کی ہے۔“ اور پوری رات رکوع میں گزار دیتے۔ دوسری شب فرماتے ”یہ شب سجدہ کی ہے“۔ اور پوری رات سجدے میں گزار دیتے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ اتنی قوت رکھتے ہیں کہ لمبی راتیں ایک حالت میں گزاریں؟ فرمایا: ”لمبی راتیں کہاں ہیں؟ کاش ازل سے ابد تک ایک رات ہوتی جس میں گریہ زاری کرنے کا موقع مل جاتا۔ افسوس کہ راتیں چھوٹی ہیں کہ صرف ایک دفعہ ”سُبْحَانَ رَبِّیَ

الْاَعْلٰی'' کہتا ہوں کہ صبح ہو جاتی ہے۔

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ نماز کے بعد تسبیح وتہلیل میں مشغول ہو گئے۔ میں انتظار کرتا رہا کہ فارغ ہو جائیں تو ملاقات کروں مگر وہ ظہر تک فارغ نہ ہوئے۔ میں نے ظہر کی نماز کے بعد ملنا چاہا لیکن وہ تسبیح وتہلیل سے فارغ نہ ہوئے۔ اسی طرح تین دن انتظار کرتا رہا۔ اس دوران میں نے آپ کو نہ کھاتے پیتے دیکھا نہ ہی آرام کرتے دیکھا۔ میں نے چوتھی رات بغور دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں کچھ غنودگی نظر آئی۔ اس وقت آپ نے فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں۔ بہت سونے والی آنکھ اور بہت ذلیل وخوار پیٹ سے۔ میں نے یہ حال دیکھ کر دل میں یہ سوچا کہ آپ کی اتنی ہی زیارت کافی ہے۔ آپ کو مل کر پریشان نہ کروں۔ لہٰذا میں ملاقات کے بغیر واپس آ گیا۔ (کیمیائے سعادت)

یمن کی طرف سے محبت کی خوشبو آتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے مجھے یمن کی طرف سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ کون شخص ہے جو آپ سے محبت کرتا ہے۔ فرمایا: وہ اویس قرنی ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کیا وہ کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کبھی نہیں۔ لیکن چشم ظاہری کی بجائے چشم باطنی سے اس کو میرے دیدار کی سعادت حاصل ہے۔

اویس قرنی کی مجھ تک نہ پہنچنے کی دو وجوہ ہیں۔ ایک وجہ غلبہ حال ہے۔ دوسری وجہ شریعت کی تعظیم ہے کیونکہ اس کی والدہ مومنہ ہے اور ضعیف ہے اور

نابینا بھی ہے۔ اویس قرنی لوگوں کے اونٹ چرا کر ان کے لئے روزی کماتا ہے۔

پھر صحابہ کرام نے پوچھا ہم ان کی زیارت کر سکیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔

البتہ عمر و علی ان سے ملاقات کریں گے۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ پورے جسم پر بال ہیں اور ہتھیلی کے بائیں پہلو پر ایک درہم کے برابر سفید رنگ کا داغ ہے لیکن وہ برص کا داغ نہیں ہے۔ لہٰذا جب اویس سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچانے کے بعد میری امت کے لئے دعا کرنے کا پیغام بھی دینا۔ صحابہ نے عرض کیا آپ کے پیراہن کا حقدار کون ہے۔ تو فرمایا: اویس قرنی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

جبہ اور دُعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت اپنا جبہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو پہنچانے اور ان سے امت کی بخشش کی دعا کے بارے میں فرمایا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں تلاش کرنے کے باوجود حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا پتہ نہ چلا۔ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری دنوں میں ان کا پتہ چلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت اویس قرنی سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک لے کر قرن کے جنگل میں پہنچے تو حضرت اویس قرنی کو نماز پڑھتے پایا۔ صحابہ کرام نے دیکھا کہ اویس قرنی نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرشتے ان کے اونٹ چرا رہے ہیں۔ جب حضرت اویس قرنی نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سلام کیا۔ حضرت اویس قرنی

رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دیا اور خاموش کھڑے رہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ فرمایا: ''عبداللہ (اللہ کا بندہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ نام بتایئے جو آپ کی والدہ نے آپ کا رکھا ہے جو آپ کا اصلی نام ہے وہ بتائیں۔

آپ نے جواب دیا: میرا اصلی نام اویس ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنا ہاتھ دکھایئے۔ انہوں نے جب ہاتھ دکھایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ علامت کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کو چوم لیا۔ صحابہ نے فرمایا: ہم نے یہ سب کچھ تحقیق حال کے لئے کیا ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں نشانیاں بتائی ہیں وہ ہم نے دیکھ لی ہیں۔

اس کے بعد حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور پُرنور شافع یوم النشور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ ہم آپ کو سرکار مدینہ کا جبہ مبارک پیش کریں اور حضور کا سلام پہنچائیں اور آپ سے امت محمدیہ کی بخشش کی دعا کروائیں۔

حضرت اویس قرنی نے فرمایا کہ آپ خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر لیں۔ شاید وہ کوئی دوسرا فرد ہو جس کے متعلق حضور نے نشاندہی فرمائی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: جس علامت کی حضور نے نشاندہی فرمائی ہے وہ آپ میں موجود ہے۔

یہ سن کر حضرت اویس قرنی نے فرمایا: اے عمر! تمہاری دعا مجھ سے زیادہ اثر رکھتی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: ہم تو دعا کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق دعا فرمایئے۔ حضرت اویس قرنی نے جبہ مبارک لیا اور دور ایک طرف کو چلے گئے۔ جبہ مبارک آگے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں عرض کرنے لگے: ''اے اللہ عزوجل! میں یہ جبہ اس وقت تک نہ پہنوں گا جب تک تو میرے آقا کی ساری امت کو نہ بخش دے گا۔'' جب حضرت اویس قرنی کو سجدے میں زیادہ دیر ہوگئی روتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خیال ہوا کہ شاید وصال نہ فرما گئے ہوں۔ وہ قریب پہنچے تو آپ نے سجدے سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: اگر آپ ادھر تشریف نہ لاتے تو میں اس وقت تک سر سجدے سے نہ اٹھاتا جب تک مجھے ساری امت کی بخشش کی خوشخبری نہ دیدی جاتی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

بہر حال اللہ عزوجل نے ایک ہزار افراد کی بخشش کر دی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کی بخشش کر دی ہے۔

حضرت اویس قرنی کا اپنے دانت مبارک توڑنا

حضرت اویس قرنی نے والدہ کی خدمت کی وجہ سے حضور کی زیارت نہ کی اس لئے صحابی نہ بنے بلکہ تابعی بنے۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے اویس! آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کیوں حاضر نہ ہوئے؟ اس سوال کا جواب تو نہ دیا بلکہ ان پر سوال کر دیا۔ پوچھا کہ آپ دونوں حضرات غزوہ احد میں شریک تھے۔

تو مجھے بتائیں حضور کا کون سا دانت مبارک شہید ہوا تھا؟ صحابہ کرام نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہ کی تھی۔ جواب میں فرمایا: ہمیں خیال ہی نہیں کہ کون سا دانت مبارک تھا۔ اس پر حضرت اویس قرنی نے اپنے ایک ایک کر کے دانت توڑنے کا واقعہ سنایا کہ میں اس وقت قرن کے جنگل میں تھا۔ اپنے بھائی کے

اونٹ چرا رہا تھا۔ مجھے خبر ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت مبارک غزوہ احد میں شہید ہو گئے ہیں۔ میں نے غلبہ محبت میں ایک دانت توڑا پھر خیال ہوا شاید یہ دانت نہ ہو۔ پھر دوسرا پھر تیسرا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے سارے دانت توڑ دیئے۔ اس وقت مجھے سکون ہوا۔ یہ دیکھ کر دونوں حضرات صحابہ پر رقت طاری ہو گئی۔ اگرچہ حضرت اویس آقا کے دیدار سے مشرف نہ ہو سکے لیکن اتباع رسول کا حق ادا کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی درخواست کی

جب امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے اپنے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نماز میں تشہد کے بعد یہ دعا پڑھتا ہوں: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ اے اللہ! تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کی مغفرت فرما دے۔ اے عمر! اگر تم اپنا ایمان سلامت لے گئے تو میری دعا قبر میں تمہیں ضرور مل جائے گی ورنہ میری دعا بے سود ہو کر رہ جائے گی۔ مقصد یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ خاتمہ بالخیر کی فکر کرے اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی کی باتیں سن کر متاثر ہوئے اور فرمایا: میں خلافت کو دو روٹی کے عوض دیتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا: ایسا کون ہے جو لے گا اسے سرِ بازار پھینک دو اور کہہ دو جس کا جی چاہے اٹھا لے۔ اللہ والے حکمرانی کی ذمہ داری سمجھتے ہیں اس لئے اقتدار کی خواہش نہیں کرتے۔

حضرت اویس قرنی کا استغناء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اویس قرنی سے درخواست کی کہ آپ کچھ دیر کے لئے اس جگہ پر ٹھہریں۔ میں آپ کے لئے کچھ لے کر آتا ہوں تو آپ نے اپنی جیب سے دو درہم نکال کر دکھائے اور فرمایا: یہ اونٹ چرانے کا معاوضہ ہے اور اگر آپ مجھے یہ ضمانت دیں کہ یہ درہم خرچ ہونے سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو پھر آپ جو چاہیں مجھے عنایت فرمادیں ورنہ یہ دو درہم میرے لئے کافی ہیں۔ پھر حضرت اویس قرنی نے فرمایا:

یہاں تک پہنچنے میں آپ حضرات کو جو تکلیف ہوئی ہے اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ اب آپ دونوں واپس تشریف لے جائیں کیونکہ حشر کا دن قریب ہے اور میں آخرت کی فکر میں لگا ہوا ہوں۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی واپسی کے بعد جب لوگوں کے دلوں میں حضرت اویس قرنی کی عظمت اور محبت پیدا ہوگئی۔ مجمع لگنے لگا تو آپ گھبرا کر کوفہ تشریف لے گئے۔ وہاں پر پہنچنے کے بعد بھی ہرم بن حبان کے علاوہ کسی دوسرے نے نہیں دیکھا کیونکہ جب سے ہرم بن حبان نے آپ کی شفاعت کا واقعہ سنا تھا زیارت کے شوق میں تلاش کرتے ہوئے کوفے پہنچے تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت اویس قرنی مستجاب الدعوات تھے

حضرت ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح میں فرماتے ہیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے لوگوں سے چھپ کر رہنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ اگر لوگوں میں یہ بات ظاہر ہو جاتی اور ہر ایک کو پتہ چل جاتا کہ آپ کی دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہے تو ہر کوئی آپ کے پاس آتا اور

آپ کو دعا کے لئے تنگ کرتا بلکہ مجبور کرتا کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں اگرچہ وہ برا ہی ہوتا۔

اس طرح آپ جو شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اس میں خلل آتا۔ آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم اویس قرنی سے میری امت کے لئے مغفرت کی دعا کروانا۔

ستر ہزار فرشتے اور اویس قرنی

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اویس قرنی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کل قیامت کے دن ستر ہزار فرشتے پیدا کئے جائیں گے جو حضرت اویس قرنی کے ہم شکل ہوں گے۔ ان فرشتوں کے جلوس میں اویس قرنی کو جنت میں داخل کیا جائے گا تاکہ مخلوق ان کو پہچان نہ سکے۔ سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ دیدار کرانا چاہے۔

حضرت اویس قرنی نے لوگوں سے چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ دنیا آپ کو برگزیدہ نہ سمجھے۔ اسی وجہ سے میدان محشر میں آپ کی پردہ داری قائم رکھی جائے گی۔ بخشش ہو جائے گی۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت میں ایک ایسا شخص ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر گناہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ ربیعہ اور مضر دو قبیلے ہیں۔ عرب میں جو بہت زیادہ بھیڑ بکریاں پالتے تھے۔

صحابہ کرام نے پوچھا حضور وہ کون شخص ہے اور کہاں رہتا ہے۔ آپ نے

فرمایا: اللہ کا ایک بندہ ہے۔ پھر صحابہ کرام نے اصرار کیا حضور بتائیں وہ کون ہے نام کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اویس قرنی ہے۔

کرامات حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

اونٹوں کی نگہبانی فرشتے کرتے تھے

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی کرامات بہت ہیں لیکن چند ایک پر اکتفا کروں گا۔ یمن میں اونٹوں کو بھیڑیے مل کر کھایا کرتے تھے مگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے اونٹوں کی طرف رخ بھی نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ اونٹوں کی نگہبانی فرشتے کرتے تھے۔ اونٹ خود بخود چرتے رہتے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔

جبہ مبارک اُڑ کر چلا گیا

جب حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما قرن میں حضرت اویس کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو صحابہ نے وصیت کے مطابق جبہ مبارک حضرت اویس کو دیا جو خود بخود اڑ کر اویس کے جسم پر چلا گیا۔ صحابہ کرام نے دعا کا پیغام پہنچایا۔ اویس نے جبہ کو چوما اور پھر اسے دور لے جا کر رکھ دیا۔ پہلے غسل کیا پھر دو نفل ادا کیے۔ اس کے بعد سر سجدے میں رکھ کر دعا شروع کی۔

ہاتف نے غیب سے آواز دی اے اویس نصف امت بخش دی۔ آپ نے سر نہ اٹھایا پھر آواز آئی دو حصہ امت بخش دی۔ آپ نے پھر بھی سر نہ اٹھایا۔ پھر آواز آئی کہ

قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بکریوں کے بالوں کے برابر تیری سفارش پر امت

بخش دی۔ آپ نے پھر بھی سر نہ اُٹھایا۔ حضرت عمر اور حضرت علید یر ہو جانے کی وجہ سے کچھ قریب تشریف لے آئے۔ حضرت اویس نے جب قدموں کی آہٹ سنی تو سجدے سے سر اٹھایا اور فرمایا: اے امیر المومنین اگر آپ کچھ دیر اور تشریف نہ لاتے اللہ تعالیٰ سے ساری امت بخشوا کر سر سجدے سے اٹھاتا۔

شہادت کی خبر

حضرت اویسؒ قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم کی شہادت کے وقت ہرم بن حبان کو شہادت کی خبر دی اور جب ہرم بن حبان نے مدینہ شریف جا کر معلوم کیا تو اسی وقت شہادت کی تصدیق ہوگئی۔

وصال مبارک

آپ کے وصال مبارک کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت اویس نے حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور پھر جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

آٹھواں خطبہ

خطبہ نکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً (سورۃ النساء آیت ۳)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔

تمام حضرات درود شریف پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! قرآن حکیم کی جو آیت مقدسہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اور نکاح کرو جو تمہیں خوش آئیں۔ عورتوں سے دو دو، تین تین اور چار چار

دراگر یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک سے۔ نکاح کرنا اسلامی طریقہ ہے۔ سرکارمدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ نکاح کی وجہ سے ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت میں ازدواجی تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔

یعنی نکاح ایک عقد ہے جو مرد و عورت کے درمیان ہوتا ہے۔ انسان کے لئے جس طرح کھانا' پینا' سونا ضروری ہے۔ اسی طرح نکاح کرنا بھی ضروری ہے۔ انسان کی بقا کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی بہت اہمیت بیان فرمائی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ۔ متفق علیه ۔

(مراۃ المناجیح' ج ۵' ص ۲ کتاب النکاح)

روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے۔ وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ نکاح نگاہ نیچی کرنے والا ہے اور شرمگاہ کا محافظ اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزے لازم کرے کہ یہ روزے اس کی حفاظت ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو خدا عزوجل سے پاک صاف ہو کر ملنا چاہتا ہے وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔'' (ابن ماجہ' مراۃ المناجیح' ج پنجم' ص ۱۳۹)

ان احادیث سے نکاح کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ نکاح ضروری ہے کہ نکاح کی وجہ سے نگاہ جھک جاتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (احیاء العلوم)

''نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ ہم سے نہیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُنْکَحُ الْمَرْاَۃُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِھَا وَلِحَسَبِھَا وَالْجَمَالِھَا لِدِیْنِھَا فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ (متفق علیہ)

عورت سے چار وجہوں سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال پر خاندان پر حسن پر اور دین پر تم دین والی کو اختیار کرو گرد آلود ہوں تمہارے ہاتھ۔ یعنی عام طور پر آج کل لوگ عورت کے مال، حسن و جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں۔ ان ہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر تم عورت کی شرافت اور دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی ہیں لیکن دین لازوال دولت ہے۔ دیندار ماں دیندار بچے پیدا کرتی ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

بے ادب ماں، باادب اولاد جن سکتی نہیں
معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں
بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

ماں فاطمہ جیسی ہو تو اولاد حسنین جیسی ہوتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ محبت کرنے والی بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ تمہاری وجہ سے امتوں پر فخر کروں گا۔ (النسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ تم کنواریوں کو اختیار کرو کہ وہ منہ کی میٹھی رحم کی صاف اور تھوڑے پر رضامند ہو جانے والی ہوتی ہیں۔ (ابن ماجہ)

یعنی کنواری لڑکی باتیں میٹھی کرتی ہے کہ اس نے پہلے کوئی شوہر نہیں دیکھا ہوتا تاکہ دونوں خاوندوں کا موازنہ نہ کرتی رہے اور ذرا سی بات میں پہلے خاوند کو یاد کر کے اس خاوند سے منہ موڑے۔ نیز کنواری لڑکی پوری جوان ہے، رحم میں حرارت ہے۔ طبیعت میں شہوت قوی ہے۔ لہٰذا اس سے اولاد بھی زیادہ ہونے کی امید ہے۔ نیز خاوند کی تھوڑی کمائی پر گزارا کرنے میں تامل نہ کرے گی کہ اس نے اس سے پہلے مالدار خاوند کو دیکھا ہی نہیں ہے تاکہ اس کی عادت زیادہ خرچ کرنے کی پڑ چکی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے نے نکاح کر لیا تو اپنا آدھا دین مکمل کر لیا۔ اب باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے۔ (بیہقی)

یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے نکاح کی توفیق دیدی تو اس کی شرمگاہ کی حفاظت ہو گئی۔ اب چاہئے کہ اپنے پیٹ کو حرام غذا سے بچائے۔ انشاء اللہ شیطان کے شر سے بچ جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جس میں

بوجھ کم ہو۔ (بیہقی)

یعنی برکت والا نکاح وہ ہے جس میں فریقین کا خرچ کم ہو۔ مہر معمولی ہو۔ جہیز بھی بھاری نہ ہو۔ فریقین میں سے کوئی مقروض نہ ہو جائے۔ کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے لڑکی دی جائے۔ وہ نکاح بڑی برکت والا ہے۔ ایسی شادی خانہ آبادی ہے۔ آج کل حرام رسموں اور بیہودہ رواجوں کی وجہ سے شادی خانہ بربادی بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حدیث پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا۔ اس نے کہا کہ ایک انصاری عورت سے نکاح کرنا ہے۔ فرمایا: اسے دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھ میں کچھ ہوتا ہے۔

(مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح)

یعنی یہ شخص غیر انصاری تھا جسے انصار کی عورتوں کے متعلق کچھ خبر نہ تھی۔ اگر انصاری ہوتا تو وہ خود ہی تمام چیزوں سے خبردار ہوتا' اسے یہ بتانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ جس عورت سے نکاح کرنا ہے اسے کسی بہانے سے دیکھ لینا چاہئے یا کسی معتبر عورت سے دکھوا لینا چاہئے۔ نہ کہ سامنے بٹھا کر علیحدہ کمرے میں عورت کا انٹرویو کرنا جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے یہ غلط ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سن لو! کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ یعنی ان دونوں کے درمیان شیطان گھس جاتا ہے اور طرح

طرح کے وساوس ڈال کر انہیں بہکاتا ہے جس کی وجہ سے وہ گناہ پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جب تک نکاح نہ ہو جائے لڑکا اور لڑکی آپس میں اجنبی ہیں اور غیر محرم ہیں۔ (ترمذی شریف) ایس ایم ایس سے بھی بچنا ضروری ہے جو چیز گناہ کا سبب بنے وہ بھی گناہ ہوتی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ یہ (دیکھنا) تمہاری باہمی محبت کے قائم رہنے کے لئے زیادہ مناسب ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ اختلاط کرے کوئی عورت دوسری عورت سے پھر اپنے خاوند سے اس کی تعریف کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

(مسلم بخاری)

دیور موت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! دیور کے متعلق فرمائیے۔ فرمایا: دیور تو موت ہے۔

(مسلم وبخاری)

یعنی بھابھی کا دیور کے سامنے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔ دیور کو موت اس لئے فرمایا کہ عام طور پر بھابھی دیور سے پردہ نہیں کرتی بلکہ اس سے دل لگی کرتی ہے۔ مذاق کرتی ہے۔ مذاق اور دل لگی فتنہ کا باعث ہے۔ اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ آج کل زیادہ فتنے بھابھی دیور اور سالی بہنوئی میں ہو رہے ہیں احتیاط ضروری ہے۔

اگر عورت پر نظر پڑ جائے

روایت ہے حضرت جریر بن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو حضور نے مجھے نظر پھیر لینے کا حکم دیا۔ (مسلم شریف)

علی پہلی نظر جائز ہے

روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ نہ کرو کہ تم کو پہلی نظر ہی جائز ہے دوسری جائز نہیں۔ (ترمذی)

یعنی پہلی نگاہ سے وہ نگاہ ہے جو بغیر قصد بغیر ارادے کے اجنبی عورت پر پڑ جائے اور دوسری نگاہ سے مراد دوبارہ اسے قصداً دیکھنا ہے۔ اگر پہلی نگاہ بھی جمائے رکھی تو بھی دوسری نگاہ کے حکم میں ہوگی۔ اس پر بھی گناہ ہوگا۔ علماء اور مشائخ کو بھی جائز نہیں کہ اپنی شاگردنی یا مریدنی کو قصداً دیکھیں۔ حضرت علی علماء اور اولیاء کے سردار ہیں۔ ان کو یہ حکم ہو رہا ہے ان سے بڑھ کر پاک اور صاف کون ہو سکتا ہے۔

تم تو نابینا نہیں

روایت ہے حضرت اُمّ سلمہ سے کہ وہ اور حضرت میمونہ رسول اللہ کے پاس تھیں کہ حضرت اُمّ مکتوم آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم

دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں۔ (ترمذی)

ہیجڑے کا حکم

روایت ہے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور گھر میں ایک ہیجڑا تھا۔ عبداللہ ابن امیہ جو اُمّ سلمہ کے بھائی ہیں۔ ان سے کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! اگر کل اللہ تمہیں طائف کی فتح دے تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کا پتہ دیتا ہوں۔ جو آتی ہے چار سے اور جاتی ہے آٹھ سے تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ ہرگز تمہارے پاس نہ آیا کریں۔

(بخاری و مسلم)

یعنی حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے سمجھا شاید ان سے پردہ نہیں ہے کیونکہ یہ ہیجڑا ہے۔ حضور نے اس ہیجڑے کی گفتگو سنی کہ عورت کا حسن بیان کر رہا ہے۔ فلاں عورت سامنے سے چار سلوٹ پڑتے ہیں اور پیچھے سے آٹھ سلوٹ پڑتے ہیں یعنی موٹی ہے اور مرد موٹی عورت کو پسند کرتا ہے۔ گھر میں آنے سے منع کر دیا آج ہمارے سامنے کسی عورت کا حسن بیان کرتا ہے تو ہماری عورت کا بھی کسی کے سامنے حسن بیاں کر سکتا ہے اس لئے ہیجڑوں کا گھروں میں آنا منع کر دیا کہ کسی فتنہ کا باعث بن سکتا ہے۔

نکاح کرنے کا فائدہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک نیک اور صالح آدمی کو جب بھی نکاح کی پیشکش کی جاتی وہ انکار کر دیتے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ خواب سے بیدار ہوئے تو فرمایا: زوجونی۔ میرا نکاح کرو۔

دوستوں نے شادی کرنے کے بعد پوچھا کہ پہلے تو آپ شادی کا انکار کرتے تھے۔ پھر خود ہی فرمایا کہ میری شادی کر دو اس کی وجہ کیا ہے؟ تو اس بزرگ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور مخلوق خدا اکٹھی ہے۔ میں بھی ان میں ہوں۔ مجھے سخت پیاس لگی ہے بلکہ ساری خدائی پیاس سے تڑپ رہی ہے۔ اچانک دیکھا کہ کچھ بچے آ گئے ان پُرنور کے رومال ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں سونے کے گلاس ہیں اور چاندی کے جگ ہیں اور وہ بچے ایک ایک کو پانی پلا رہے ہیں لیکن کچھ لوگوں کو چھوڑے جا رہے ہیں۔ میں نے بھی ایک بچے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہا مجھے بھی پانی پلاؤ۔ مجھے بھی پیاس ہلاک کر رہی ہے۔ یہ سن کر اس بچے نے کہا ہم آپ کے کوئی نہیں ہیں۔ ہم آپ کے کچھ نہیں لگتے ہم تو اپنے والدین کو پانی پلاتے ہیں۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس بچے نے جواب دیا ہم مسلمانوں کے وہ بچے ہیں جو بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور پھر جب میں بیدار ہوا تو میں نے آپ لوگوں سے کہا۔ میری شادی کر دو اور یہ اس لئے کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی کوئی بیٹا عطا کرے اور وہ بچپن میں فوت ہو جائے اور میرے لئے آگے کا سامان یعنی بروز قیامت پانی سے پیاس بجھانے کا سبب بن جائے۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵۲)

یہ ہے منحوس

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عبادت گزار شخص شادی شدہ تھا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا وہ بیوی فوت ہو گئی تو دوستوں نے شادی کی پیشکش کی۔ لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تنہائی بہت اچھی چیز ہے۔ دل پر سکون رہتا ہے۔ پھر کچھ دنوں بعد عابد نے خواب میں دیکھا اور بیان

کیا کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہیں اور کچھ لوگ آسمان سے اتر رہے ہیں اور ہوا میں تیر رہے ہیں اور ان میں سے جب کوئی میرے پاس سے گزرتا تو کہتا یہ ہے منحوس۔ یہ سن کر دوسرے نے کہا ہاں یہی ہے منحوس۔ پھر تیسرا پھر چوتھا یوں ہی کہتا۔

لیکن میں ہیبت کی وجہ سے پوچھ نہ سکا کہ کون منحوس ہے اور جب آخری شخص کا گزر ہوا تو میں نے پوچھ لیا کہ منحوس کون ہے؟ اور تم کس طرف اشارہ کر رہے ہو۔ اس نے کہا کہ وہ آپ ہو۔ میں نے کہا کہ میں منحوس کس وجہ سے ہوں۔ اس نے کہا ہم آپ کے اعمال مجاہدین کے ساتھ اٹھایا کرتے تھے لیکن جب آپ کی بیوی فوت ہوئی ہے۔ ہمیں حکم ملا ہے کہ آپ کے اعمال مخالفین کے اعمال کے ساتھ اٹھائیں اور جب اس عابد کی آنکھ کھلی تو فرمایا میری شادی کر دو۔ میری شادی کر دو۔ (احیاء العلوم)

یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس نامہ اعمال شادی شدہ کا مجاہدین اسلام کے ساتھ پہنچتا ہے اور آخرت میں بھی سکون ملتا ہے۔ نکاح کرنے کے بہت فضائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب بندے کے درجے بلند کرے گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندۂ مومن کے (قبر کی) جنت میں درجے بلند کرے گا تو وہ بندہ عرض کرتا ہے یا اللہ! یہ میرے درجے کس وجہ سے بلند کیے گئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے بندے تیرے بیٹے نے تیرے لئے دعا اور استغفار کی ہے۔ اس وجہ سے تیرے درجے بلند کیے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان نیک اولاد چھوڑ جائے تو یہ بہت بڑا انعام و اکرام ہے اور یہ نکاح کے ثمرات میں سے ہے۔

نکاح کرنے والے کی فضیلت مجرد (اکیلے) شخص پر ایسے ہے جیسے جہاد کرنے والے کی نہ کرنے والے پر۔ نکاح کرنے والے کی ایک رکعت مجرد کی ستر رکعات سے بہتر ہے۔ (احیاء العلوم ج دوم ص ۴۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کی نماز اچھی ہو اور اس کے اہل وعیال زیادہ ہوں اور مال کی قلت ہو اور وہ مسلمان غیبت سے بچا رہے تو وہ میرے ساتھ جنت میں اس طرح داخل ہوگا جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں ہیں۔

(احیاء العلوم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی دو بیٹیوں کی پرورش کی حتیٰ کہ وہ بالغ ہو گئیں۔ وہ مسلمان قیامت کے دن میرے ساتھ اس طرح ہوگا جس طرح یہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

مستحبات نکاح

نکاح علانیہ ہو۔ نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا۔ نکاح مسجد میں ہونا۔ نکاح جمعۃ المبارک کے دن ہونا۔ نکاح عادل گواہوں کے سامنے ہونا۔ مال وعزت میں عورت کا مرد سے زیادہ نہ ہونا۔ (بہار شریعت ج۱ حصہ ۷ ص ۷)

نکاح جلدی کرنے کا حکم

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔

(۱) نماز جس کا وقت آجائے۔ (۲) جنازہ جبکہ حاضر ہو جائے (۳) اور بے نکاحی لڑکی جبکہ اس کا کفو مل جائے۔ (مشکوۃ شریف) اس حدیث سے یہ بات

واضح ہوگئی کہ نکاح میں جلدی کرنی چاہئے کیونکہ نکاح کرنے کی صورت میں انسان اپنے ایمان کو محفوظ کرلیتا ہے۔ بے حیائی اور بدکاری سے بچ جاتا ہے۔

نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ" نکاح میری سنت ہے۔ (ابن ماجہ کتاب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح) شرعاً نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے جو مسنون طریقہ مقرر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ ایجاب وقبول سے پہلے ایک خطبہ دیا جائے۔ اس خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا ہے اور قرآن کریم کی تین آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تین آیتیں نکاح خطبہ میں تلاوت فرماتے تھے۔

سب سے پہلے سورۃ النساء کی سب سے پہلی آیت تلاوت کی جاتی ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ (پ۴ سورۃ النساء آیت ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ بے شک اللہ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

دوسری آیت سورۃ آل عمران کی خطبہ میں تلاوت کی جاتی ہے وہ یہ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (پ۴' سورۃ آل عمران' آیت ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز نہ مرنا مگر مسلمان۔

اور تیسری آیت جو خطبہ نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی وہ سورۃ الاحزاب کی ہے اور وہ یہ ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○ (پ۲۲' سورۃ الاحزاب' آیت ۷۰ تا ۷۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ تمہارے اعمال تمہارے لئے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

یہ تین آیتیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح کے موقع پر پڑھنے کی تعلیم دی۔ ان تینوں آیتوں میں جو چیز قدر مشترک ہے اور جس کا حکم تینوں آیتوں میں موجود ہے۔ وہ ہے "تقویٰ اختیار کرنا" تینوں آیتیں اس حکم سے شروع ہو رہی ہے کہ "ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ یہ نکاح کے موقع پر جو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

خاص طور پر نکاح کا رشتہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کی برکتیں اس وقت تک حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ جب تک دونوں فریقوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف

نہ ہو۔ اگر دلوں میں اللہ کا خوف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس نہ ہو کہ ایک دن ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر چیز کا جواب دینا ہے اس وقت تک صحیح معنیٰ میں ایک شخص دوسرے شخص کا حق ادا نہیں کر سکتا نہ شوہر بیوی کا حق ادا کر سکتا ہے نہ بیوی شوہر کا حق ادا کر سکتی ہے۔ نہ دوست دوست کا حق ادا کر سکتا ہے۔ یہ حق ادا کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ دلوں میں اللہ کا خوف ہو۔ محض محکموں اور عدالتوں کے ذریعہ حقوق نہیں دلائے جا سکتے۔ جب تک کہ حق دینے والے کے دل میں اس بات کا احساس نہ ہو کہ اگر میں نے دوسرے کا حق مار لیا تو میں شاید عدالت سے بچ جاؤں لیکن اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکوں گا جب تک یہ احساس پیدا نہ ہو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے اس موقع پر ان تین آیتوں کی تلاوت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے

ان آیتوں میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن نکاح کا خطبہ عربی میں پڑھا جاتا ہے۔ افسوس کہ ہم عربی زبان نہیں جانتے۔ زبان یار من ترکی۔ و من ترکی نمی دانم۔ میرے محبوب کی زبان ترکی ہے لیکن میں ترکی نہیں جانتا۔ ہمیں عربی جاننی چاہئے۔

خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں میں دیر نہ کرو۔

۱۔ نماز جس کا وقت آجائے۔

۲۔ جنازہ جبکہ حاضر ہو جائے۔

۳۔ بچی جبکہ بالغ ہو جائے۔ (مشکوۃ شریف)

حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نکاح میں جلدی کرنی چاہئے کیونکہ نکاح کرنے کی صورت میں انسان اپنے ایمان کو محفوظ کر لیتا ہے۔ بے حیائی اور بدکاری سے بچ جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی اور سب سے چھوٹی بیٹی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ ذی الحجہ ۲ھ میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس سال تھی اور خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی تمہارے پاس حق مہر کے لئے کچھ ہے۔

حضرت علی نے فرمایا:

سرکار میرے پاس جنگ کے لئے ایک تلوار

جنگ کے لئے ایک گھوڑا

اور ایک زرہ ہے

سرکار مدینہ نے فرمایا:

تلوار اور گھوڑا جہاد کے لئے ہیں

البتہ زرہ فروخت کر دو

زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت لے آؤ

حضرت علی زرہ فروخت کرنے بازار گئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ زرہ فروخت کرنے کے لئے بازار جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مل گئے۔ پوچھا: علی کہاں جا رہے ہو کہاں زرہ بیچنے کے لئے جا رہا ہوں۔ آج اللہ کا محبوب بیٹی کا رشتہ دے رہا ہے لیکن حق

مہر کے پیسے نہیں ہیں زرہ بیچنے جارہا ہوں۔ چار سواسی درہم کی ہے۔ حضرت عثمان نے چار سواسی درہم کی زرہ خرید لی۔ حضرت علی نے رقم وصول کرلی اور زرہ عثمان کے سپرد کردی۔ حضرت علی جب واپس جانے لگے عثمان نے بلایا اور فرمایا: علی یہ زرہ بھی لے لیں۔ یہ زرہ میں آپ کو اپنی طرف سے ہبہ کرتا ہوں۔ رقم بھی لے جائیں زرہ بھی لے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عثمان کے اس سلوک کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رقم اور زرہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اگر حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹی دی ہے تو عثمان کو یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دی ہیں اور فرمایا: اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے میں عثمان کے نکاح میں دیتا۔ اس رقم سے ایک مٹھی بھر کے درہم حضرت ابوبکر کو دیئے اور فرمایا: ضروری چیزیں شادی کے لئے بازار سے خرید لاؤ۔ سامان اٹھانے کے لیئے ساتھ حضرت بلال اور حضرت سلمان فارسی کو بھیجا۔ حضرت فاطمہ کی والدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت خدیجہ قبر میں جا چکی تھیں۔ جب خاتون جنت کا حضرت علی سے نکاح ہوا تو خاتون جنت کو۔

تیار کرنے والی

سرمہ لگانے والی

تیل لگانے والی

کپڑے پہنانے والی

والدہ کی جگہ خدمت کرنے والی
ابوبکر کی بیوی تھیں

مسجد نبوی شریف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نکاح ہوا اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللہ تم کو برکت دے اور نیک اولاد دے۔ جب حضرت علی کا نکاح ہوا تو گواہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اگر گواہ غلط ہیں تو نکاح غلط۔ نکاح غلط تو سادات کا خاندان غلط۔ سادات کا خاندان غلط ہو نہیں سکتا تو گواہ غلط کیسے ہو سکتے ہیں۔

شادی کا سامان لانے والے ابوبکر ہیں۔ فاطمہ کو تیار کرنے والی ان کی اہلیہ ہیں۔ رقم دینے والے عثمان ہیں۔ نکاح پڑھانے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دعا کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آمین کہنے والے صحابہ کرام ہیں۔ آپس میں پیار ہے یا دشمنی ہے۔

آپس میں پیار رہے اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



نواں خطبہ

قربانی کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
(پ ۸ الانعام آیت ۱۶۲)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

تمام حضرات درود شریف پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! یہ ذوالحج کا مہینہ ہے۔ اس کی دس تاریخ کو ہم قربانیاں کرتے ہیں۔ اس لئے آج قربانی کا بیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ قرآن کریم کی جو آیت مقدسہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ: تم فرمادو بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔

قربانی کا مقصد

برادران اسلام! قربانی بظاہر ایک جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دینے کا نام ہے لیکن یاد رکھئے کہ قربانی کا مقصد محض جانور کو ذبح کر دینا ہی نہیں بلکہ حقیقت میں قربانی کی روح یہ ہے کہ مومن بندہ ایک خاص جذبے کے ساتھ اخلاص سے اپنے دل و دماغ کو منور کر کے اپنے اندر ایثار، نیکوکاری، تقویٰ اور پرہیزگاری کا کمال پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط (الحج: ۳۵)

ہرگز خدا کے دربار میں نہ قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون لیکن ہاں البتہ تمہاری پرہیزگاری وہ انمول نیکوکاری ہے یا اخلاصِ نیت۔

اہراق الدم (خون بہانا مقصود ہے) خون بہا دیا قربانی ہو گئی۔ گوشت غریبوں کو دیں یا نہ دیں قربانی ہو گئی۔

فلسفہ قربانی

قربانی میں بندہ مومن کا مال خرچ ہوتا ہے۔ بظاہر تو مال گھٹتا ہوا اور کم ہوتا ہوا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں قربانی سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔ مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ برکت ہوتی ہے۔ کیونکہ قربانی کا فلسفہ یہی ہے کہ جو چیز اللہ کی

راہ میں قربان کی جائے وہ بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔ یہی وجہ ہے جو جانور اللہ کے نام پر قربان کئے جاتے ہیں ان کی نسل میں اضافہ ہوتا ہے اور جو اللہ کے نام پر قربان نہیں کئے جاتے ان کی نسل ہمیشہ ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً بھیڑ' بکریاں' اونٹ' گائے وغیرہ یہ لاکھوں کی تعداد میں اللہ کے نام پر ذبح ہوتے ہیں۔ کبھی کمی نہیں آئی۔ حرام جانور کتا' خنزیر وغیرہ ان کی نسل کم ہوتی جارہی ہے۔

اہل بیت کی قربانی

سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیماری کی وجہ سے بچ گئے۔ حضرت امام حسین نے شہادت کا قصد کرنے سے روکا۔ فرمایا: بیٹا اگر تم نے بھی شہادت کا قصد کرلیا اور تم بھی شہید ہو گئے تو خاندان نبوت کی شہزادیوں کو مدینہ کون لے جائے گا۔ اکیلے امام زین العابدین میدان کربلا میں بچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل میں اتنی برکت عطا فرمائی آج تک سید موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ صرف عرب میں ہی نہیں سید پوری دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں مگر یزیدی لشکر جن کی تعداد بائیس ہزار تھی ان کے سینکڑوں کی تعداد میں بیٹے موجود تھے لیکن آج روئے زمین پر ان کا ایک بیٹا بھی موجود نہیں ہے۔ ان کا نام ونشان مٹ گیا۔

اسی طرح جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے۔ وہ ہر روز بڑھتا ہی رہتا ہے۔ جو مال خدا کی راہ میں قربان نہیں کیا جاتا۔ وہ فنا ہو جاتا ہے آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔ قربانی کا یہ فلسفہ ہے۔ اپنی جان اپنا مال سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرتے رہو۔ تم پر اللہ کے کرم کی بارش ہوتی رہے گی۔

قربانی کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (سورۃ الکوثر)۔ محبوب اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

اللہ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا: اے حبیب اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کرو اور اسی کی خاطر قربانی دیا کرو۔ کم فہم لوگ کھاتے اللہ تعالیٰ کا ہیں لیکن شکر یہ غیروں کا ادا کرتے ہیں۔ عبادت باطل معبودوں کی کرتے ہیں۔ قربانیاں بتوں کے نام پر دیتے ہیں۔ اے میرے محبوب آپ ان کی روش کو اختیار نہ کرنا یہ سب سے بڑی ناشکری اور کفران نعمت ہے۔ یہ ذوالحج کا مہینہ ہے اس مہینہ میں پورا عالم اسلام قربانی کرتا ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی قربانی کی سنت کو زندہ کرتا ہے۔ حج کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ قربانی نہ کرنا بڑی بدنصیبی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور پوری امت نے اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر ہی اطاعت کی ہے اور اسے قبول کیا ہے۔

احادیث

خون زمین پر گرنے سے پہلے قبول ہو جاتا ہے

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ عَلَى الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا (ابن ماجہ ج دوم حدیث نمبر ۳۱۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: دسویں ذی الحجہ کو انسان کا کوئی عمل قربانی کا خون بہانے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب نہیں۔ بیشک قربانی قیامت کے روز اپنے سینگوں، اپنے کھروں اور اپنے بالوں کے ساتھ آئے گی اور اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے۔ اسے خوشی دیا کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں سیلاب زدگان کو رقم دیدی جائے اور قربانی نہ کی جائے یا خیرات کر دی جائے یا قومی فنڈ میں دے دی جائے یا کرونا کے مریض کو دیدی جائے۔

جس پر قربانی واجب ہے وہ قربانی چھوڑ کر قربانی کی رقم سیلاب زدگان کو نہیں دے سکتا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے یوم النحر کے دن خون بہانے سے (یعنی قربانی کرنے سے) زیادہ اچھا عمل اور کوئی نہیں ہے۔ قربانی والے دن تو اچھا عمل قربانی کرنا ہے۔ سیلاب زدگان کو قربانی کی رقم نہ دے کیونکہ غریب کی مدد مستحب ہے اور قربانی کرنا واجب ہے واجب کو نہ چھوڑے۔ عید والے دن جانور کا خون بہانا اس کو ذبح کرنا ضروری ہے ورنہ ثواب نہیں ملے گا۔

حدیث کے مطابق اہراق الدم قربانی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ

حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ (ابن ماجہ ج دوم حدیث نمبر ۳۱۱۷)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا: تمہارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لئے اس میں کیا ہے؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! بھیڑوں کی اون؟ فرمایا: بھیڑوں کی اون کے بال کے بدلے میں بھی ایک نیکی ہے۔

طالب ثواب ہو کر قربانی کی

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خوش دل ہو کر طالب ثواب ہو کر قربانی کی وہ آتش جہنم سے حجاب ہو جائے گی۔ (طبرانی)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ سَعَةٌ وَّلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا

(ابن ماجہ ج دوم حدیث نمبر ۳۱۱۳)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس وسعت ہو اور اس نے قربانی نہ کی تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ وہ ہماری عیدگاہ کے نزدیک نہ آئے جہاں جاتا ہے جائے جو قربانی کا مذاق اڑاتا ہے۔ جو قربانی کو فضول سمجھتا ہے جو قربانی کو غیر ضروری سمجھتا

ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ ہماری عیدگاہ یا مسجد کے قریب آئے۔ وہ ہماری عید گاہ کے نزدیک نہ آئے۔

پہلے نماز بعد میں قربانی

براء ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلا کام جو آج ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں گے۔ پھر اس کے بعد قربانی کریں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہمارے طریقے کو پالیا اور جس نے پہلے ذبح کرلیا وہ گوشت ہے جو اس نے پہلے سے اپنے گھر والوں کے لئے تیار کرلیا۔ قربانی سے اسے کچھ تعلق نہیں۔ عید کے دن کے معمولات عید کی نماز پڑھنا۔ عید کے بعد قربانی کرنا۔ جس نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی ہے اسے بتایا کہ یہ گوشت ہے جو تو نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا ہے قربانی نہیں ہے۔

موٹے جانور کی قربانی کرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَمِّنُوْا ضَحَایَاکُمْ فَاِنَّھَا عَلَی الصِّرَاطِ مَطَایَاکُمْ

یعنی تم لوگ فربہ (موٹے) جانوروں کی قربانیاں کیا کرو کہ یہ قربانی کے جانور پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا قربانی کے جانور کو خوب کھلایا' پلایا جائے اور اس سے محبت کی جائے۔ اس کی دیکھ بھال کی جائے۔ خوب خدمت کی جائے۔

سرکار نے خود قربانی فرمائی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ سینگ والا مینڈھا لایا جائے جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں نظر کرتا ہو۔ یعنی اس کے پاؤں سیاہ ہوں اور پیٹ سیاہ ہو اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ قربانی کے لئے حاضر کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ چھری لاؤ پھر فرمایا: اسے پتھر پر تیز کر لو پھر حضور نے چھری لی اور مینڈھے کو لٹایا اور اسے ذبح کیا پھر فرمایا: بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ۔ الٰہی تو اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ان کی ال اور امت کی طرف سے قبول فرما۔ (مسلم شریف)

یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت کی طرف سے ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے روز دو مینڈھے قربانی دیئے۔ جب انہیں قبلہ رو کر کے لٹایا تو کہا: میں نے اپنا رخ ہر باطل سے موڑ کر اس ذات کی طرف کیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بیشک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العٰلمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی امر کا حکم دیا گیا اور میں مسلمانوں میں سے پہلا مسلمان ہوں۔ اے اللہ! یہ سب تیری عطا ہے اور تیرے لئے ہے۔ یہ قربانی (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی امت کی طرف سے ہے۔ (ابن ماجہ ج دوم حدیث نمبر ۳۱۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے غریبوں کی فکر تھی جو قربانی نہیں کر سکتے۔ ان کی طرف سے قربانی کر دی۔ خوش قسمت ہیں وہ غریب جنہیں سرکار یاد

فرماتے ہیں۔ جس کی طرف سے سرکار قربانی کرتے ہیں۔ امتی کا بھی فرض ہے کہ اپنے آقا کی سنت کو زندہ کرے۔ امتی کا بھی فرض ہے کہ اپنے آقا کی اطاعت کرے۔ امتی کا بھی فرض ہے کہ آقا کے ساتھ محبت کرے۔

حضرت علی دو مینڈھے کرتے تھے

حنش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں حضور کی طرف سے قربانی کروں۔ لہٰذا میں حضور کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

(ترمذی شریف)

حضرت انس بن مالک کا معمول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بقرعید کے دن کا بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔

(بخاری کتاب الاضاحی)

یہ ہے محبت رسول، یہ ہے عشق رسول، محبوب کی اداؤں پر مرمٹنا، محبوب کی اداؤں کو اپنانا۔ حضرت انس نے فرمایا چونکہ میرے آقا کا معمول تھا دو مینڈھے قربان کرنا اس لئے میں بھی ایسا کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس موجود رہو کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بیہقی)

سرکار مدینہ نے اپنے دست رحمت سے قربانی فرمائی

علی بن حسین رضی اللہ عنہما ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید کے دن دو مینڈھے خرید تے تھے۔ خوب موٹے تازے بڑے سینگوں اور چت کبرے پھر جب آپ نماز پڑھ چکتے اور خطبے سے فارغ ہو لیتے تو ان میں سے ایک مینڈھا پیش کیا جاتا اور آپ اپنے مصلے پر ہی کھڑے اس کو ذبح فرما دیتے۔

حضور نے مدینہ میں دس سال قربانی کی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشَرَ سِنِیْنَ یُضَحِّی (ترمذی شریف)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے اور ہمیشہ قربانی کرتے رہے۔

بعض لوگ قربانی کیخلاف ہیں اور کہتے ہیں یہ مولویوں نے بنائی ہے۔ وہ غلط کہتے ہیں۔ قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ آپ ہمیشہ قربانی فرماتے رہے ہیں اور صحابہ کرام بھی مسلسل قربانی کرتے رہے ہیں۔ اولیاء کرام بھی کرتے رہیں اور کرتے ہیں۔

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قربانی فرمائی ہے اور امت کو یہ بھی بتایا ہے کہ صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے۔ قربانی کے جانوروں کے اوصاف بیان کئے کہ عمر اتنی ہو، موٹا تازہ ہو، لنگڑا نہ ہو کانا نہ ہو۔ ہر چیز کو بیان فرمایا جو قربانی نہیں

کرتے ان کے بارے میں فرمایا: ہماری عیدگاہ کے نزدیک نہ آئیں۔ پھر بھی اگر کوئی قربانی کا انکار کرے تو یہ گمراہی ہے۔

قربانی کرنے والا بال اور ناخن نہ تراشے

حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھا اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرے بال اور ناخنوں سے نہ لے یعنی نہ ترشوائے۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

قربانی واجب ہونے کے لئے کتنا مال ہونا چاہئے

ہر بالغ، مقیم، مسلمان مرد اور عورت مالک نصاب پر قربانی واجب ہے۔
(عالم گیری، ج ۵، ص ۲۹۲)

مالک نصاب کسے کہتے ہیں؟

مالک نصاب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا اتنی مالیت کی رقم یا اتنی مالیت کا تجارتکا مال یا اتنی مالیت کا حاجت اصلیہ کے علاوہ سامان ہو اس پر اللہ تعالیٰ یا بندوں کا اتنا قرضہ نہ ہو جسے ادا کر کے نصاب باقی نہ رہے۔ اس پر قربانی واجب ہے۔

قربانی کے جانور کی عمر

اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکرا ایک سال کا (اس میں بکری، دنبہ، دنبی اور بھیڑ نر و مادہ) سب داخل ہیں، زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔

ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ مہینے کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (درمختار، ج ۹، ص ۵۳۳)

یاد رکھئے مطلقاً چھ ماہ کے دنبے کی قربانی ہونا ضروری ہے کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا لگے۔ اگر 6 ماہ بلکہ سال میں ایک دن بھی کم عمر کا دنبہ یا بھیڑ کا بچہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا نہیں لگتا تو اس کی قربانی نہیں ہوگی۔

قربانی کا جانور بے عیب ہو

قربانی کا جانور بے عیب ہونا ضروری ہے۔ اگر تھوڑا سا عیب ہو (مثلاً کان میں چیرا یا سوراخ ہو) تو قربانی مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو قربانی نہیں ہوگی۔ (بہار شریعت ج ۳ ص ۳۴۰)

عیب دار جانوروں کی تفصیل جن کی قربانی نہیں ہوسکتی

ایسا پاگل جانور جو چرتا نہ ہو، اتنا کمزور جانور کہ ہڈیوں میں مغز نہ رہا ہو (اس کی علامت یہ ہے کہ وہ دبلے پن کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے) اندھا یا ایسا کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو، ایسا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو (یعنی جو بیماری کی وجہ سے چارہ نہ کھائے) ایسا لنگڑا جو خود اپنے پاؤں سے قربان گاہ تک نہ جا سکے، جس کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو، وحشی (یعنی جنگلی) جانور جیسے نیل گائے، جنگلی بکرا یا خنثیٰ جانور (یعنی جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں) یا جلالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو یا جس کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو، کان، دم یا چکی ایک تہائی سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں، ناک کٹی ہوئی ہو، دانت نہ ہوں (یعنی جھڑ گئے ہوں) تھن کٹے ہوئے ہوں یا خشک ہوں۔ ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔ بکری میں ایک تھن کا خشک ہونا اور گائے بھینس میں دودھ کا خشک ہونا "ناجائز" ہونے کے لئے کافی ہے۔ (بہار شریعت ج ۳ ص ۳۴۰، ۳۴۱)

جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر

ٹوٹ گئے اگر جڑ سمیت ٹوٹے ہیں تو قربانی نہ ہوگی اور صرف اوپر سے ٹوٹے ہیں جڑ سلامت ہے تو ہو جائے گی۔

قربانی کرتے وقت جانور اچھلا کودا جس کی وجہ سے عیب پیدا ہو گیا۔ یہ عیب مضر نہیں یعنی قربانی ہو جائے گی اور اگر اچھلنے کودنے سے عیب پیدا ہو گیا اور وہ چھوٹ کر بھاگ گیا اور فوراً پکڑ لایا گیا اور ذبح کر دیا گیا جب بھی قربانی ہو جائے گی۔ (بہار شریعت، ج ۳)

بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے جبکہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر اچھی طرح نہ جانتا ہو تو دوسرے کو ذبح کرنے کا حکم دے مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وقت قربانی وہاں حاضر ہو۔

قربانی کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا

قربانی کی اور اس کے پیٹ میں سے زندہ بچہ نکلا تو اسے بھی ذبح کر دے اور اسے (یعنی بچے کا گوشت) کھایا جا سکتا ہے اور مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے کہ مردار ہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ص ۳۴۸) (قربانی ہو گئی اور اس مرے ہوئے بچے کی ماں کا گوشت کھا سکتے ہیں)

قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(۱) ترجمہ: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔ (پ ۷ سورۃ الانعام آیت ۷۹)

(۲) ترجمہ: بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا۔ (پ۸، سورہ الانعام، آیت ۱۶۲)

لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(۳) ترجمہ: اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اور جانور کی گردن کے قریب پہلو پر اپنا سیدھا پاؤں رکھ کر اَللّٰھُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ (اے اللہ! تیرے ہی لئے اور تیری دی ہوئی توفیق سے اللہ کے نام سے شروع اللہ سب سے بڑا ہے) پڑھ کر تیز چھری سے جلدی ذبح کر دے۔ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

(اے اللہ! تو مجھ سے (اس قربانی کو) قبول فرما جیسے تو نے اپنے خلیل ابراہیم اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول فرمائی) اگر دوسرے کی طرف سے قربانی کریں تو مِنِّیْ کے بجائے مِنْ کہہ کر اس کا نام لیجئے۔

قربان میں عقیقے کا حصہ

قربانی کی گائے یا اونٹ میں عقیقے کا حصہ ہوسکتا ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۵)

اجتماعی قربانی کا گوشت وزن کر کے تقسیم کرنا ہوگا

اگر شرکت میں گائے کی قربانی کی تو ضروری ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم

کیا جائے اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں' کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ بخوشی ایک دوسرے کو کم زیادہ معاف کر دینا کافی نہیں۔ (بہار شریعت ج ۳' ص ۳۳۵)

ہاں اگر سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں کہ مل کر ہی بانٹیں گے اور کھائیں گے یا شرکاء اپنا اپنا حصہ لینا نہیں چاہتے' ایسی صورت میں وزن کرنے کی حاجت نہیں

قربانی کے گوشت کے تین حصے

قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی (یعنی مالدار) یا فقیر کو دے سکتا ہے' کھلا سکتا ہے بلکہ اس میں سے کچھ کھا لینا قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے' کہ گوشت کے تین حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ فقراء کے لئے اور ایک حصہ دوست و احباب کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے۔ اگر سارا گوشت خود ہی رکھ لیا تب بھی کوئی گناہ نہیں۔

وصیت کی قربانی کے گوشت کا مسئلہ

منت یا مرحوم کی وصیت پر کی جانے والی قربانی کا سب گوشت فقراء اور مساکین کو صدقہ کرنا واجب ہے نہ خود کھائے نہ مالداروں کو دے۔

(بہار شریعت' ج ۳' ص ۳۳۵)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

دسواں خطبہ

گستاخِ رسول کا انجام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ○ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ○ وَّامْرَاَتُہٗ حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ○ فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ○ (لھب پ ۳۰)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

تمام حضرات درود شریف پڑھیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! آپ کے سامنے سورۃ تبت یدا پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ آج اس کا ترجمہ اور تفسیر بیان کروں گا۔ ابولہب کے

دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ اس کے مال نے اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی، لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔ (تبیان القرآن)

سورۃ اللھب کا شان نزول

حضرات گرامی اس سورت کا شان نزول سنیں کہ یہ سورت کب اور کہاں نازل ہوئی۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (پ۱۹ سورۃ الشعراء: ۲۱۴)

یعنی اے محبوب! آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیے۔

تو آپ نے یہ ارادہ فرمایا کہ پورے قبیلہ قریش کو جمع فرما کر اپنے وعظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ لہٰذا قبیلہ قریش کو اکٹھا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس وقت یہ دستور تھا جب کوئی شخص اہل مکہ کو جمع کر کے کوئی اہم اعلان کرنا چاہتا تھا تو صبح کے وقت صفا پہاڑی پر چڑھ کر سب کو پکارتا وہ سب جمع ہو جاتے تو اعلان ہوتا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے حتیٰ کہ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے ندا کی "یَا صَبَاحَاہ" (ہوشیار ہو جاؤ صبح ہو گئی ہے) کسی خطرے سے خبردار کرنے کے لئے "یَا صَبَاحَاہ" کہا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کون ہے؟ اور سب آ گئے پہاڑے کے نیچے جمع ہو گئے۔ نوجوان بھی آ گئے،

بوڑھے بھی آ گئے' امیر بھی آ گئے' غریب بھی آ گئے' سردار بھی آ گئے' غلام بھی آ گئے۔ سرداران مکہ نے کہا اے ابن عبدالمطلب آپ نے ہمیں یہاں کیوں جمع کیا ہے؟ آپ نے جو اعلان کرنا ہے وہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں اس وقت اس لئے جمع کیا ہے کہ آج میں نے تم سے ایک نہایت اہم سوال کرنا ہے۔

تم سوچ سمجھ کر میرے سوال کا جواب دو۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں اگر میں اس وقت تم سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے جنگی سواروں کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری اس بات کو مان لو گے۔

سب ایک زبان ہو کر کہنے لگے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت پہاڑ کے پیچھے کوئی شی نہیں ہے۔ لیکن آپ اگر کہہ دیں اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جمع ہے تو ہم ضرور مان لیں گے۔ اس لئے کہ ہمیں تجربہ ہے آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپ نے ہمیشہ سچ کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے ہیں۔ سرکار مدینہ نے فرمایا: جب تم مجھے اتنا سچا سمجھتے ہو تو میری یہ بات بھی سچ مان لو۔

اے قریش میں تم کو عذاب شدید کا سامنا کرنے سے ڈراتا ہوں۔

(بخاری شریف حدیث نمبر ۴۹۷۱)

اے قریش ایمان لا کر عذاب شدید سے بچ جاؤ۔ کلمہ پڑھ کر اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ اور پڑھ لو۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ یہ سن کر سب غصہ میں آ گئے۔ جو منہ میں آیا بکنے لگے۔ اس اجتماع میں ابولہب بھی تھا جو حضور کا چچا تھا۔ ابولہب یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ انتہائی گستاخانہ لہجے میں ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا: تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا دَعَوْتَنَا ۔ یعنی اے محمد! تمہارے لئے ہلاکت اور بربادی ہو کیا

تم نے اسی لئے ہم کو بلایا تھا۔ معاذ اللہ۔ حضور تو یہ جملہ سن کر خاموش رہے کیونکہ

حضور تو سراپا صابر تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو

سراپا عفو تھے

سراپا حلم تھے

سراپا خیر تھے

سراپا نور تھے

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی شان میں اس بے ادبی اور گستاخی کو برداشت نہیں کیا۔ اس وقت سورۃ تبت یدا نازل ہوئی۔ اس سورۃ میں ابولہب کا انجام بیان ہوا۔ اس سورت کو پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو سنایا تو ابولہب اور اس کی بیوی اپنی ہلاکت اور تباہی کو سن کر غصہ میں آ کر آگ بگولہ ہو گئے۔ ابولہب نے کہا اگر میرے بھتیجے نے میری ہلاکت کی خبر دی ہے تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں اپنی دولت کے بل بوتے پر بربادی اور ہلاکت سے بچ جاؤں گا۔

مگر اس کی بیوی اُمّ جمیل ایک بہت بڑا پتھر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لئے چل پڑی۔ اس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں ابوبکر صدیق کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اُمّ جمیل مسجد حرام میں پہنچ گئی۔ مسجد میں چکر لگاتی رہی لیکن حضور اسے نظر نہ آئے۔ جب اس نے ابوبکر کو دیکھا تو کہا تمہارے ساتھی محمد نے ہماری ہجو کی ہے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں اگر میں اس کو یہاں پاتی تو میں اس پتھر سے اس کا سر کچل دیتی۔ معاذ اللہ

ابوبکر سن لو ہم نے مذمم کی نافرمانی کی اور ہم اس کے حکم کے منکر ہیں اور ہم

اس کے دین کے دشمن ہیں۔ اس بے حیا عورت نے دین اسلام سے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی بے زاری ظاہر کرتے ہوئے اپنی دشمنی کا اعلان کیا۔

ابولہب اور اس کا انجام

بد بخت ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا لیکن آپ کا سخت دشمن تھا۔ ابولہب بغض عداوت' ایذا اور استہزاء رسول میں سب سے آگے تھا۔ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا (عزیٰ کا بندہ) لات' منات اور عزیٰ تین مشہور بت ہیں۔ کفار ان کو پوجتے تھے۔ اسی نسبت سے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ چونکہ اس کا چہرا سرخ رنگ کا خوبصورت تھا تو اس کے چہرے کی سرخی اور چمک کی وجہ سے اسکی کنیت ابولہب تھی کیونکہ لہب آگ کے شعلے کو کہتے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب چونکہ اپنے قبیلہ بنی ہاشم کے سردار تھے کعبہ کے متولی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی سرداری ان کے بیٹوں کو ابوطالب اور ابولہب کو ملی۔

ابو طالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی لیکن ابولہب دولت والا اور پیسہ والا آدمی تھا۔ لیکن کفر کی وجہ سے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ رسول اللہ سے اس کا بغض وعناد اتنا شدید تھا کہ وہ ہر وقت حضور کے پیچھے لگا رہتا تھا اور حضور کی تکذیب کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جہاں کہیں تجارتی بازار لگتے یا لوگوں کا اجتماع ہوتا وہاں تشریف لے جاتے اور حاضرین کو توحید کی دعوت دیتے۔ ابولہب ہر ایسے موقع پر پہنچ جاتا اور چلا چلا کر لوگوں کو کہتا کہ اے لوگو! یہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اس کے قریب مت جانا۔ اس کی بات ہرگز نہ سننا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ الغرض اسلام کی مخالفت میں ہر وقت سرگرم رہتا ہے۔

کوئی اور خاندانی تعلقات کے علاوہ ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی

بھی تھا۔ پڑوسی کا حق دنیا کے ہر معاشرے میں مسلّم ہے۔ نیز پڑوسی ہونے کی وجہ سے وہ حضور کے ذاتی اور خاندانی حالات کو بھی جانتا تھا۔

سرکار کی ایسی پاکیزہ زندگی

سرکار کی ایسی من موہنی صورت

سرکار کی ایسی پاکیزہ سیرت

سرکار کا بے داغ کردار

وہ شب و روز دیکھتا تھا پھر بھی آپ پر کیچڑ اچھالنے سے باز نہ آتا تھا۔ پھر جس شدت سے وہ عداوت کا مظاہرہ کرتا تھا اس کی نظیر مشکل ہی ملے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں جب مصروف عبادت ہوتے تو وہ مردہ جانوروں کی بدبودار اوجھڑی، گلی سڑی آنتیں اٹھا کر لاتا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینک دیتا۔ گھر کے آنگن میں کوڑا کرکٹ ڈالتا جہاں ہنڈیا پک رہی ہوتی وہاں غلاظت پھینکنا اس کا روزمرہ کا معمول تھا۔

حضرت رقیہ اور اُمّ کلثوم سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاجزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ان کا نکاح ہو چکا تھا۔ یہ نکاح اعلان نبوّت سے پہلے ہوا تھا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت رقیہ کا نکاح عتبہ سے ہوا تھا۔ اُمّ کلثوم کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد لوگوں کو توحید کی دعوت دی۔ بت پرستی اور شرک سے روکا تو ابولہب اور اس کی بیوی سخت دشمن بن گئے۔ ابولہب نے اسی جذبے کے تحت اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دے دو۔

ابولہب کے بیٹے عتیبہ کا انجام

ان دونوں نے طلاق دیدی۔ جب عتیبہ نے حضرت اُمّ کلثوم کو طلاق دیدی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عتیبہ نے حضور سے کہا: میں آپ کے دین سے کفر کرتا ہوں اور آپ کی بیٹی کو چھوڑتا ہوں۔ نہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے نہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر وہ آپ پر حملہ آور ہوا اور آپ کی قمیص پھاڑ دی۔

وہ اس وقت تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف جا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اس کے اوپر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کردے۔ عتیبہ قریش کے تاجروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ وہ سب رات کو شام میں ایک جگہ ٹھہرے اس جگہ کا نام الزرقا تھا۔ رات کو ایک شیر آیا۔ اس کو پھاڑ ڈالا لیکن نہ اس کا ناپاک خون پیا اور نہ اس کے پلید گوشت کو کھایا۔ (ضیاء القرآن)

عتیبہ کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔ عتیبہ بن ابی لہب برباد ہوگیا۔ انجام کو پہنچ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں شہزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین (دونوروں والا) کہا جاتا ہے۔

سورۃ تبت یدا نازل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا عذاب ابولہب اور اس کی بیوی کے سر پر منڈلا رہا تھا۔ غزوہ بدر جو ۲ھ رمضان المبارک میں ہوا جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار قتل ہوگئے یا قید ہوگئے۔ ابولہب اس جنگ میں موت کے خوف سے شریک نہ ہوا۔ اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیج دیا تھا۔ واقعہ بدر

کے سات روز بعد ابولہب کے جسم پر خطرناک زہریلا پھوڑا نمودار ہوا۔

چند دنوں میں سارا جسم پھوڑا بن گیا۔ گھر والوں کو اندیشہ ہوا کہیں یہ بیماری ہمیں نہ لگ جائے' الگ انتظام کر دیا۔ ہر چیز الگ کر دی۔

ابولہب کے جسم سے اتنی بدبو آتی تھی کہ اس کے پاس ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔

ابولہب نے اپنے علاج پر پانی کی طرح پیسہ بہایا مگر خدا کے غضب کا اعلان مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ۔ نہ اس کا مال اس کو بچا سکے گا نہ اس کی کمائی اس کے کام آئے گی۔ سارا بدن گل سڑ گیا' ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ واصل جہنم ہو گیا۔ فضا بدبودار ہو گئی۔ تعفن پھیل گیا۔ تین دن تک لاش نشان عبرت بن کر پڑی رہی۔ کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔ جب ہر طرف بدبو پھیل گئی' فضا خراب ہونے لگی۔ نہ غسل دیا' نہ کفن دیا۔ بیٹوں نے چند حبشی مزدوروں کو بلایا۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر لاش کو گڑھے میں پھینک دیا۔ اوپر سے مٹی اور پتھر ڈال دیئے اور گڑھے کو بھر دیا۔

خدا کا فرمان ظاہر ہو گیا تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں وہ تو ہلاک ہو ہی گیا۔ سرکار مدینہ کا گستاخ دنیا میں ذلیل و رسوا ہوا۔ آخرت میں بھی برباد ہو گا۔ ذلیل و رسوا ہو گا۔

ابولہب کی بیوی کا انجام

اس کا نام تھا اروی بنت حرب بن امیہ۔ یہ حضرت معاویہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن تھی۔ کنیت اُم جمیل تھی۔ وہ بدبخت اپنے بخل کی وجہ سے جنگل سے خاردار ٹہنیاں چنتی۔ ان کا گٹھا اٹھا کر لاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں رات کے وقت ڈال دیتی تھی تاکہ آپ کو وہ کانٹے چبھیں۔ حسب

عادت آپ تہجد کے وقت خانہ کعبہ کی طرف جائیں تو پاؤں میں کوئی کانٹا ہی چبھ جائے۔ لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر پر رکھ کر جنگل سے واپس آرہی تھی۔ تھک کر ایک پتھر کی چٹان کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اتنے میں ایک عذاب الٰہی کا فرشتہ آیا اور اس گٹھے کو سر سے گرا دیا۔ اسی سے اس کے گلے میں پھانسی لگ گئی۔ اس کا دم گھٹ گیا اور وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر یہ دنیا کا عذاب تھا۔

سرکار مدینہ کے گستاخوں پر یہ دنیا کا عذاب تھا۔

آخرت کا عذاب گستاخوں کے لئے اور بھی سخت ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا قبلہ شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
ورفعنالک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا۔ ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائینگے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچہ تیرا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ آپ کی شان میں بے ادبی، گستاخی زبان درازی اللہ تعالیٰ کیسے برداشت کرسکتا ہے۔ یہ وہ عظیم ہستی ہے کہ حضرت جنید بغدادی بایزید بسطامی بھی اگر بارگاہ میں آتے ہیں تو اپنا سانس

بھی روک لیتے ہیں۔ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔

عزت بخاری فرماتے ہیں:

ادب گا ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

سورۃ تبت یدا کو پڑھنے کے بعد اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بارگاہ رسالت میں گستاخی سے غضب خداوندی کے شعلے کس طرح بھڑکنے لگتے ہیں بلکہ غضب الٰہی کی ایسی بجلی کوندے گی جو جلا کر بھسم کر دے گی۔ برباد کر دے گی، خاکستر کر دے گی۔

لطیفہ

تاریخ اسلام کا ایک لطیفہ سنیں۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ کے دربار میں تشریف لے گئے۔ اس وقت ملک شام کے بڑے بڑے رؤسا' امراء وزراء حاضر تھے۔ دربار بھرا ہوا تھا۔ امیر معاویہ نے عقیل کا تعارف کراتے ہوئے بطور مزاح فرمایا کہ اے اہل شام یہ عقیل بن ابی طالب ہیں۔ ان کا چچا ''ابولہب'' ہے۔ یہ سن کر اہل شام ہنس پڑے۔ حضرت عقیل بھی بڑے حاضر جواب تھے۔ انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ اے اہل شام! یہ معاویہ بن ابوسفیان ہیں۔ ان کی پھوپھی ''حمالۃ الحطب'' ہے۔ یہ سن کر اہل شام ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ حضرت معاویہ خاموش ہو گئے۔

ہاتھ ٹوٹ جانا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے زور ختم ہو جانا یعنی وہ وقت آنے والا ہے۔ جب ابولہب کا سارا زور ٹوٹ جائے گا اسکی طاقت سب ختم ہو

جائے گی۔

پیشین گوئی نزول کے کچھ عرصہ کے بعد سب کے سامنے پوری ہوئی اور سب نے ابولہب کی تباہی اور بربادی کو دیکھ لیا۔ ہلاکت کو دیکھ لیا۔

مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۔اس کے مال نے اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ جب ابولہب کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو ابولہب کہتا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سچ ہے قیامت آنے والی ہے تو میرے پاس مال اور اولاد بہت ہے۔ ان کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا نہ اس کا مال فائدہ دے گا نہ اولاد فائدہ دے گی۔

آخرت کے متعلق خبر دی گئی

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۔ وَامْرَاَتُهٗ ۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۔عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے ہوگی۔ جس حال میں موت ہوئی تھی کہ سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا گلے میں مضبوط رسی سے پھانسی لگی ہوئی تھی۔ اسی حالت میں جہنم میں جائے گی۔ یہ دونوں ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۔اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔

یعنی اس کے گلے میں جہنم کے طوق اور زنجیریں پڑی ہوں گی اور عذاب الٰہی کے فرشتے اس کو گھسیٹتے پھرتے ہوں گے۔

حضرات محترم! سورۃ تَبَّتْ يَدَا۔ یہ بات واضح ہوتی ہے۔ حضور پُرنور شافع یوم النشور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

دشمنوں

گستاخوں

بے ادبو

بے دینوں

کو برا سمجھنا اور برا کہنا ان کو ہلاکت تباہی بربادی کا پیغام سنانا یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ کیونکہ ابولہب کے بارے میں فرمایا: تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔

تمام مسلمانوں کو اس کی تلاوت کا حکم فرمایا تاکہ ابولہب کی تباہی کا چرچا ہر طرف ہوتا رہے۔

آج کل بعض لوگ یہ کہتے ہیں کسی کو برا مت کہو بلکہ برے کو بھی برا مت کہو۔ یہ تبت یدا کو غور سے پڑھیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی مذمت بیان نہیں کی برائی بیان نہیں کی۔ اگر اللہ نے مذمت کی ہے تو پھر ہمیں بھی گستاخوں۔

کافروں

بے ادبوں

نالائقوں

بے دینوں

بے حیاؤں

گستاخوں

کی مذمت اور برائی بیان کرنی چاہئے۔ اگر آپ کے ماں باپ کو کوئی گالی دے تو آپ اس کو بہت سخت گالیاں دیتے ہیں لیکن جب اللہ کے محبوب کی باری

آتی ہے کوئی آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔علماء اہل سنت جواب دیتے ہیں تو آپ کہتے ہیں کسی کو برامت کہو۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر برے کو برا نہ کہیں۔کافر کو کافر نہ کہیں۔ مرزائی کو مرزائی نہ کہیں۔تو پھر کیا کہیں۔کیا برے کو اچھا کہیں۔کیا کافر کو مسلمان کہیں۔قرآن پاک کی سورۃ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ ۔ اور قرآن کریم کی سورۃ قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ۔اس بات کا اعلان کر رہی ہیں۔ کافر کو کافر کہو۔سورۃ تبت یدا بتارہی ہے گستاخ رسول کی مذمت کرو۔

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے اعلیٰ ہے
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

سورۃ القلم پڑھیں

ولید بن مغیرہ کافر تھا۔اللہ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کی شان میں اس نے بے ادبی کی گستاخی کی اور آپ کو مجنوں کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محبوب آپ مجنوں نہیں ہیں۔پھر اس کی مذمت کی برائی بیان کی ۹ عیب اس کے بیان کیئے۔

(۱) بے حد قسمیں کھانے والا (۲) بے حد ذلیل (۳) بہت طعنے دینے والا (۴) چلتا پھرتا چغل خور (۵) نیکی سے بہت روکنے والا (۶) حد سے متجاوز (۷) سخت گناہ گار (۸) بہت بدخو (۹) نطفہ حرام

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا

کر کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میری نو ایسی صفات بیان کی ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں۔ ماسوا نویں صفت کے میری اصل میں خطا ہے۔ مجھے حرام زادہ کہا گیا ہے۔ اگر تم نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ اس نے کہا تمہارا باپ نامرد تھا۔ مجھے مالی خطرہ ہوا تو میں نے ایک چرواہے کو اپنے اوپر قادر کیا (یعنی اس سے زنا کیا) تم پیدا ہو گئے۔ تم اس کے نسب سے ہو۔ (تبیان القرآن)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے۔ اس کا رد کرنا اس کے مقابلے میں سرکار مدینہ کی نعت بیان کرنا شان بیان کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان معلوم ہوتی ہے اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا ہے:

سلام اس پر اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے
سلام اس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

گیارہواں خطبہ

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

تمام حضرات درود شریف پڑھیں۔ میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو!

حضرت ابراہیم خلیل کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوے سال ہوگئی۔ ابھی تک اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی:

رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ

میرے رب عطا فرمادے مجھے ایک نیک بچہ

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی اور فوراً مژدہ سنایا۔

فَبَشَّرْنٰہُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ

پس ہم نے مژدہ سنایا انہیں ایک حلیم فرزند کا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی

بڑھاپا آ گیا ہے عمر نوے سال ہو چکی ہے۔ بڑھاپے میں اولاد کے لئے دعا مانگ کر قیامت تک کے مسلمانوں کو بتایا کہ ایک تو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ ہر وقت دامن پھیلا کر اللہ سے مانگتے رہو۔

دوسرا یہ کہ جب بھی دعا کرو تو صالح بیٹے کی دعا کرو۔

صالح اولاد کی دعا کرو

بیٹا نیک ہو صالح ہو ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور دل خوش ہوتا ہے۔

اگر بیٹا شرابی ہو نافرمان ہو تو ماں باپ بھی کہتے ہیں کہ یا اللہ یہ نہ ہی ہوتا تو اچھا تھا۔

جب بھی مانگو صالح اولاد کی دعا مانگو

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے دعا مانگی:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ یا اللہ! مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں جو میرے مشن کو جاری رکھے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا فوراً قبول ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۔ ہم نے بشارت دی۔ ابراہیم کو بردبار بیٹے کی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ کے بطن پاک سے حضرت اسمٰعیل جیسا بردبار حلیم الطبع اور فرمانبردار بیٹا عطا کیا اور ساتھ ہی امتحان آ گیا۔ بڑھاپے میں چاند سا بیٹا عطا کیا حسین و جمیل لخت جگر عطا کیا اور ساتھ ہی امتحان آ گیا بڑھاپے میں

چاند سا بیٹا عطا کیا ایک دن حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کو گود میں لے کر پیار کر رہے ہیں، غیرتِ الٰہی جوش میں آئی۔ فرمایا: ابراہیم! مجھ سے محبت ہے کہ بیٹے سے محبت ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا: تجھ سے تیرے نام پر ہزاروں اسماعیل قربان۔ فرمایا ان کو مکہ کے جنگلوں میں چھوڑ آؤ، جہاں نہ چرند ہو نہ پرند نہ آبادی ہو بے آب و گیاہ وادی میں چنانچہ حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل دودھ پیتے بچے کو لے کر ملک شام سے چلے اور مکہ معظمہ میں کعبہ شریف کے نزدیک مقام زم زم پر آ کر اتارا۔ ایک مشکیزہ پانی کا اور کھجوریں دے کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت ہاجرہ نے جب واپس جاتے ہوئے دیکھا، عرض کی: حضور! یہاں ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: ''اللہ'' میں تمہیں اللہ کے سپرد کر کے جا رہا ہوں ان کے قدموں کے صدقے اللہ نے مکہ کو آباد کرنا تھا۔ آج پوری دنیا سے لوگ دوڑے ہوئے جا رہے ہیں۔ فرمایا: جاؤ ان کو جنگلوں میں چھوڑ آؤ۔ عرب کے صحراؤں میں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو پہاڑ کی اوٹ میں کھڑے ہو کر دعا مانگی:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ○

(پ ۱۳ ع ۱۸ سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۳۷)

اے میرے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک ایسی وادی میں بسائی ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔ اے میرے رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ

احسان مانیں۔

غور کریں آپ کی دعا کس شان سے قبول ہوئی' مکہ میں کوئی باغ نہیں ہے لیکن دنیا کا ہر پھل مکے میں بارہ مہینے رہتا ہے۔ پیغمبر کا کام ہے دعا مانگنا۔ اللہ تعالیٰ کا کام ہے قبول کرنا جن ملکوں میں باغات ہیں ہوسکتا ہے وہاں پھل نہ ہوں لیکن مکہ میں ہر وقت پھل رہتے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کا اثر ہے۔

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل

حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو چھوڑ کر واپس ملک شام تشریف لے گئے۔ پانی اور کھجوریں ختم ہوگئیں' گود میں بچہ ہے کوئی مکان نہیں ہے کوئی کھانے کا انتظام نہیں ہے' جنگل ہی جنگل ہے پرندے تک موجود نہیں ہیں' پانی موجود نہیں ہے۔ حضرت ہاجرہ نے دیکھا بچہ پیاس کی وجہ سے بے قرار ہے آپ سخت پریشان ہوئیں۔ حضرت اسماعیل کو چھوڑ کر پانی کی تلاش میں نکلیں' بے چینی کے عالم میں کبھی صفا پر جاتیں اور کبھی مروہ پر۔

آبِ زم زم جاری ہوگیا

حضرت ہاجرہ نے حضرت اسماعیل کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر سات چکر لگائے۔ اچانک ایک دھماکے کی آواز سنیں' فوراً بچے کے پاس پہنچیں' دیکھ کر حیران ہوگئیں کہ جہاں حضرت اسماعیل ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں پر پانی کا چشمہ جاری ہو چکا تھا۔ پانی دیکھ کر خوش ہوگئیں۔ حضرت ہاجرہ نے دیکھا کہ پانی بڑے زور سے بہہ رہا ہے پہلے پانی ملتا نہیں تھا اب پانی رکتا نہیں' پھیلتا جا رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ نے پانی کے اردگرد ریت کا بند بنا کر پانی کو روکا اور فرمایا:

يَا مَاءَ زَمْ زَمْ

اے پانی ٹھہر جا ٹھہر جا

اگر چشمہ کو جاری کرنا

حضرت اسمٰعیل کا معجزہ ہے۔

تو اس پانی کو روکنا حضرت ہاجرہ کی کرامت ہے۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے حضرت اسمٰعیل کی والدہ حضرت ہاجرہ پر اگر پانی کو نہ روکتیں تو وہ تمام دنیا کی ضروریات کو پورا کرتا بہت بڑا چشمہ بن جاتا۔ پوری دنیا کے لئے کافی ہوتا۔ آب زمزم میں غذائیت بھی تھی۔ خود بھی پیا اور حضرت اسمٰعیل کو بھی پلاتیں چاروں طرف پٹرول ہی پٹرول ہے لیکن آب زمزم میں نہ پٹرول کی بو ہے نہ مزہ ہے۔ آب زمزم شفا ہی شفا ہے۔

حکم ہے پانی بیٹھ کر پیوؤ

لیکن جب آب زم زم پیوؤ

تو کھڑے ہو کر پیو

اور دعا مانگو جو دعا مانگو گے قبول ہوگی

آب زمزم حضرت اسمٰعیل کا معجزہ ہے۔ تمام کائنات کو سیراب کر دیا ہے۔ اس سالِ پینتیس لاکھ نے حج کیا ہے۔ ہر ایک حاجی اپنے ساتھ پانی لایا ہے۔ کنویں پر پمپ لگے ہوئے ہیں۔ ہزاروں گیلن ہر روز پانی نکلتا ہے' لیکن پانی میں کمی نہیں آتی۔ آب زمزم کو مسجد نبوی مدینہ منورہ میں بھی پہنچا دیا گیا ہے۔ حاجی پوری دنیا میں آب زمزم لے جاتے ہیں خود بھی پیتے ہیں۔ دوسروں کو بھی پلاتے ہیں لیکن آج تک آب زمزم میں کمی نہیں آئی۔

مکہ مکرمہ کی آبادی

یمن کا ایک قبیلہ بنی جرہم جو کہ خانہ بدوش تھے۔عرب میں پہلے اس قسم کے قبیلے بہت ہوتے تھے۔ خانہ بدوش ان کے پاس گھوڑے اونٹ اور بکریاں ہوتی ہیں۔ جہاں چارہ اور پانی دیکھتے ہیں وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں اور کچھ عرصے کے بعد پھر کہیں دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔

مقام کدا

قبیلہ بنی جرہم کا گزر ''مقام کدا'' سے ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر پرندے چہچہا رہے ہیں اور ادھر ادھر اڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم اس جگہ سے کئی مرتبہ گزرے ہیں۔ پرندوں کو کبھی اڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آج پرندے اڑ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہاں کوئی ضرور چشمہ نکل آیا ہے۔ کچھ آدمیوں کو پتہ کرنے کے لئے بھیجا۔ تلاش کرتے ہوئے جب یہاں پہنچے تو دیکھا ایک عورت اپنی گود میں ایک بچہ لے کر بیٹھی ہے اور اس کے سامنے ایک پانی کا چشمہ ہے۔

ندا آئی کہ اے جرہم کے بچو بادیہ گردو
ادب کی ہے جگہ بوڑھو جوانو عورتو مردو
یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

اے قبیلہ بنی جرہم یہ عورت کوئی عام عورت نہیں ہے۔ یہ بچہ کوئی عام بچہ نہیں ہے۔ یہ عورت پیغمبر کی بیوی ہے اور بچہ پیغمبر کا بیٹا ہے ان کا احترام ضروری ہے۔ انہوں نے چشمہ کا پانی پیا تو محسوس ہوا کہ جسم میں جیسے قوت آ گئی ہے۔

جیسے کوئی ٹانک پی لیا ہے۔ انہوں نے واپس جا کر اپنے قبیلہ کو خبر دی تو سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ جنگل میں پانی مل جائے بڑی غنیمت ہے وہیں چل کر ٹھہرتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے یہاں پر رہنے کی اجازت مانگی۔ حضرت ہاجرہ نے اس شرط پر اجازت دی کہ تم یہاں پر رہ سکتے ہو۔ آب زمزم پی سکتے ہو لیکن آب زمزم پر حق ہمارا ہوگا۔

قبیلہ بنی جرہم نے وہاں رہائش اختیار کر لی اور اپنے دوسرے رشتہ داروں کو بھی بلا لیا۔ یہاں پر پتھر اور گارے سے مکان بنا لئے۔ کھجور کے پتوں کی چھتیں ڈال لیں اور ایک مکان حضرت ہاجرہ کو بھی بنا دیا۔ اچھی خاصی بستی بن گئی اور اس طرح مکہ معظمہ کی ابتدا ہوگئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ملنے کے لئے آئے

کچھ عرصے کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھدار ہو گئے۔ آپ نے بنی جرہم سے عربی زبان سیکھ لی۔ نہایت ذہین قابل اور ہونہار جوان ہوئے۔ قبیلہ جرہم کے سردار کی بیٹی سے آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام شام سے ملنے کے لئے تشریف لائے تو اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔ شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل کی بیوی سے گھر کے حالات پوچھے۔ بیوی نے شکوہ شکایت کیا کہا کہ بہت تنگدستی ہے۔ ہم غریب ہیں۔ گزارہ بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی بھی نہ کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واپس جاتے ہوئے کہا: اپنے شوہر سے ہمارا سلام کہنا اور انہیں کہنا کہ اس گھر کی چوکھٹ بدل دو۔ یہ چوکھٹ اس گھر کے شایان شان نہیں ہے۔ شام کے وقت جب

حضرت اسماعیل واپس گھر تشریف لائے تو مکہ کے گلی کوچوں میں نبوت کے برکات وانوار دیکھے بھینی بھینی خوشبو محسوس کی سمجھ گئے کہ میرے والد تشریف لائے ہوں گے۔ اپنی بیوی سے پوچھا کیا کوئی آج آیا تھا۔ بیوی نے سارا واقعہ بیان کر دیا کہ ایک بزرگ آئے تھے۔ انہوں نے کہا اپنے شوہر سے کہنا اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دیں۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا: وہ میرے والد محترم تھے تو میرے گھر کی چوکھٹ ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں طلاق دے دو۔ جاؤ میں نے تمہیں طلاق دیدی۔ بات دراصل یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تو ہیں مقام رضا پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی جان بھی آگ میں ڈال دی اور یہ باتیں تھیں۔ مقام رضا کیخلاف تو اس لئے آپ نے ایسا فرمایا اور طلاق کا حکم دیا اس کے بعد قبیلہ جرہم کی دوسری لڑکی سے نکاح کیا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ دوسری مرتبہ ملنے کے لئے تشریف لائے لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں تھے۔ شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ان کی نئی بیوی نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ حضرت تشریف لائیے۔ غریب خانہ میں کچھ دیر قیام کریں۔ آپ کے سر مبارک میں گردوغبار ہے۔ مجھے اجازت دیں کہ میں دھودوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے سواری سے اترنے کا حکم نہیں ہے۔ حضرت اسماعیل کی بیوی ایک پتھر اٹھا کر لائیں یہ وہی مقام ابراہیم تھا۔ ان کی رکاب کے پاس رکھ کر عرض کیا کہ اس پتھر پر قدم مبارک رکھ کر اپنا سر مبارک جھکا دیں۔ اس طرح آپ اپنے معاہدہ پر بھی قائم رہیں گے اور مجھے خدمت کا موقع بھی مل جائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور ایسا ہی کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے آپ کا سر دھو کر کنگھی کر دی۔ آپ نے اپنی بہو سے گھر کے حالات بھی پوچھے۔ عرض کی

الحمدللہ ہم بہت آرام سے ہیں۔

کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پینے کے لئے ہمیں آب زمزم دیا ہے اور کھانے کے لئے گوشت دیا ہے۔ اسماعیل جیسا اللہ نے مجھے شوہر دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے پانی میں اور گوشت میں برکت دے۔ واپس جاتے ہوئے ارشاد فرمایا جب تمہارے شوہر گھر آئیں تو انہیں سلام کہنا اور کہنا کہ تمہارے دروازے کی چوکھٹ بہت اچھی ہے اس کی حفاظت کرنا۔

شام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو انہوں نے پھر وہی انوار و برکات دیکھے۔ بیوی سے پوچھا کیا کوئی بزرگ تشریف لائے تھے۔ اس نے کہا ہاں اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے والد محترم تھے تمہارے متعلق حکم دے گئے ہیں کہ تمہاری حفاظت کروں اور تمہیں طلاق نہ دو اور تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ملنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھا کہ زمزم کے قریب درخت کے نیچے بیٹھ کر تیروں کو درست کر رہے ہیں۔ باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ حضرت اسماعیل اٹھے باپ نے بیٹے کو گلے لگایا۔ پیشانی پر بوسے دیئے اور اس قدر روئے کہ پرندے بھی ہوا میں رونے لگے۔ کچھ روز یہاں پر قیام فرمایا ایک دن فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ خانہ کعبہ کی تعمیر کروں جب تعمیر مکمل ہوگئی تو پھر آٹھ ذی الحجہ کو آپ کو خواب میں حکم ملا کہ فرزند کو ذبح کرو۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا خواب

ایک دن حضرت ابراہیم خلیل اللہ آرام فرما رہے تھے کہ خواب میں حکم الٰہی

ہوتا ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (الصافات آیت ۱۰۲)

پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا۔ کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی ویسا ہی رب تعالیٰ نے فرمانبردار بیٹا عطا کیا۔ ایک رات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ انبیاء کا خواب بمنزلہ وحی الٰہی ہوتا ہے اس لئے آپ سمجھ گئے کہ میرا خدا مجھے اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

فوراً اپنے لخت جگر نور نظر کو فرمان خداوندی پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ جانتے تھے کہ اگر بیٹے کی قربانی دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے تو یہ سودا بڑا سستا ہے۔

تعمیل حکم کے لئے روانگی

یہ ساری بات اپنے بیٹے کو بھی بتائی اور دونوں باپ بیٹا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے صبح سویرے ہی گھر سے روانہ ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری اور رسی ساتھ لے لی۔ بیٹا اپنے حسن اپنی جوانی اپنی امیدوں اور اپنی امنگوں کو قربان کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ دونوں باپ بیٹا بے حد خوش ہیں بے حد مسرور ہیں۔

شیطان پریشان ہو گیا

شیطان کو حضرت ابراہیم کی یہ ادا پسند نہ آئی۔ سوچا اگر ابراہیم علیہ السلام کا بنا بنایا کھیل بگاڑ کر نہ رکھ دوں تو مجھے شیطان کون کہے گا۔ دوڑتا ہوا آپ کے گھر پہنچا۔ حضرت ہاجرہ تشریف فرما تھیں پوچھا میاں جی کہاں ہیں۔ حضرت ہاجرہ نے بتایا دونوں باپ بیٹا سیر و تفریح کے لئے باہر گئے ہیں۔ کہنے لگا نہیں۔ تم دھوکے میں ہو۔ ابراہیم آج تیرے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔ اٹھو اور اپنے بیٹے کو لے آؤ ورنہ پچھتاؤ گی۔ آپ نے فرمایا: کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو اپنے بیٹے سے بڑا پیار ہے۔ شیطان نے کہا انہیں رب کا حکم ہے۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا اگر رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ تو ایک اسماعیل ہے۔ اگر ہزاروں اسماعیل بھی ہوں تو اس کے اشارے پر قربان کرتی چلی جاؤں۔ ماں کا دل بے حد نرم ہوتا ہے۔ یہاں پر اسے کامیابی کی سو فیصد امید تھی لیکن ناکام ہوا ذلیل و رسوا ہوا۔ ظالم نے ہمت نہیں ہاری۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا آج تمہیں ابراہیم ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا: کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔ شیطان نے کہا انہیں رب کا حکم ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: اگر رب تعالیٰ میری قربانی لے کر راضی ہو جائے تو مجھے اور کیا چاہئے۔ یہ میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے خوشی سے جان کا نذرانہ پیش کروں گا بلکہ میں تو یہی کہوں گا۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

شیطان آخری وار آزمانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس

پہنچا اور کہا: اے ابراہیم! آپ کو بڑھاپے میں۔ ایک بیٹا ملا ہے وہ بھی اتنا حسین و جمیل جسے چاند دیکھ کر شرما جائے۔ اسے ذبح کرنے کے لئے جا رہے ہو۔ تمہارا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ نسل ختم ہو جائے گی۔ خاندان مٹ جائے گا۔ تم کہتے ہو میں نے خواب دیکھا ہے یہ خواب شیطانی بھی ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ نے حکم دینا ہوتا حضرت جبریل کو بھیج دیتے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا: شیطان مردود میرا خواب شیطانی نہیں رحمانی ہے۔ شیطان مردود تیرا داؤ مجھ پر نہیں چل سکتا۔ پھر آپ نے کنکر مار کر اسے بھگایا یہ عمل تین مرتبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ کنکر مارنے اتنے پسند آئے۔ اس نے قیامت تک آنے والے حاجیوں کو حکم فرمایا اس مقام پر کنکر مار کر حضرت ابراہیم کی یاد کو تازہ کرو۔ جب دونوں باپ بیٹا ایک گوشہ تنہائی میں پہنچے تو حضرت ابراہیم نے اپنے پیارے بیٹے اسماعیل کو کہا: یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی

اے میرے پیارے فرزند! میں نے دیکھا ہے خواب میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتا تیری کیا رائے ہیں۔ حضرت اسماعیل نے جواب دیا:

یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ اے میرے پدر بزرگوار! کر ڈالئے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

ابا جان! میرے ہاتھ اور پیر رسی سے باندھ دیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ بے خبری میں انہیں ہلا بیٹھوں اور آپ پر میرے خون کے چھینٹے پڑ جائیں اور میرا چہرا زمین کی طرف کر دیجئے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ میرے چہرے پر نظر پڑے اور چھری چلنے سے رک جائے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

اللہ تعالیٰ کے خلیل نے ایسا ہی کیا زمین پر لٹاتے ہوئے چہرا زمین کی طرف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ادا کو بیان فرمایا ہے۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ

پس جب دونوں نے سر اطاعت خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تیز چھری گردن پر رکھ کر پوری قوت کے ساتھ چلائی۔ قوت پیغمبری سے چھری چلائی لیکن بال تک کٹنے نہیں پایا۔ چھری کو تیز کیا لیکن چھری اثر انداز نہیں ہوئی۔ آپ نے یہ عمل تین مرتبہ کیا لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ جب کوئی اثر نہ ہوا تو حضرت ابراہیم نے چھری کو پتھر دے مارا۔ چھری نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: یا اللہ! مجھے زبان عطا کر تا کہ میں اپنی بے بسی کا اظہار کر سکوں۔ چھری نے عرض کی حضور آپ مجھ سے ناراض کیوں ہیں۔ فرمایا: تو نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی۔ اسماعیل کو ذبح کیوں نہیں کیا۔ چھری نے عرض کی: کبھی کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: مجھے خدا نے حکم دیا ہے چھری نے عرض کی جس خدا نے آپ کو ایک مرتبہ حکم دیا ہے۔ بیٹے کو ذبح کرو۔ اس خدا نے مجھے ستر مرتبہ کہا ہے بال تک نہ کٹنے پائے میرا کیا قصور ہے۔

حضرت اسماعیل کی جگہ ایک مینڈھا ذبح ہو گیا جو کہ حضرت جبریل جنت سے لائے تھے۔ حضرت اسماعیل کو بچا لیا گیا۔

رب تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ o اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ o وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ o (الصافات)

اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک یہ بڑی کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچالیا۔

یہ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ اپنے آپ کو اپنی ہر چیز کو اللہ کے لئے قربان کر دینا۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

اس عظیم الشان قربانی کی فرش سے لے کر عرش تک دھوم مچ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل پر انعامات کی بارش کر دی۔ فرمایا: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ بیشک یہ بڑی کھلی آزمائش تھی۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچالیا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ ہم اسی طرح نیکوں کو صلہ دیتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ

اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق کی غیب کی خبریں بتانے والا نبی ہمارے

قرب خاص کے سزاواروں میں۔

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَاِسْحٰقَ۔ اور ہم نے برکت اتاری اس پر اور اسحٰق پر۔

یہ انعامات اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو عطا کیے۔

قربانی کے متعلق یہودیوں کا دعویٰ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس فرزند کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ کون ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام یا اسحاق علیہ السلام ہیں۔ یہودی یہ کہتے ہیں کہ یہ قربانی حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ہوئی ہے۔ ہمارے لئے دونوں محترم ہیں اور دونوں پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کریم اور تاریخی حالات اس پر گواہ ہیں کہ یہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہے۔ قربانی میدان منیٰ میں ہوئی ہے۔ حضرت ابراہیم نے جس جگہ حضرت اسماعیل کو لٹایا۔ حاجیوں کو حکم ہے اسی جگہ جا کر قربانی کرو۔

تو قربانی کی جگہ میدان منیٰ ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے اور میدان منیٰ مکے میں ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام تو ساری زندگی ملک شام میں رہے ہیں۔ اگر حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی ہوتی ان کی یادگار ملک شام میں ہوتی لیکن قربانی کی جگہ تو مکے میں ہے۔ میدان منیٰ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے چلنے پھرنے کی جگہ ہے۔ تسلیم کرنا پڑے گا قربانی حضرت اسماعیل کی ہوئی ہے۔ جب حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کی قربانی پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ قربانی قبول ہوگئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بارہواں خطبہ

آدابِ رسول ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ٥ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ٥ (پ۲۶' سورۃ الحجرات' آیت۲)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

تمام حضرات درود شریف پڑھیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو!

قرآن کریم کی جو آیت مقدسہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے نہ زور سے

آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح روز سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔ کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ قرآن کریم کی اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے آداب بتائے گئے ہیں۔

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آؤ تو ان آداب کو ملحوظ خاطر رکھو۔ اگر تمہاری آواز بلند ہوگئی میرے حبیب کی آواز پر تو تمہاری ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔

نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات سب نیکیاں ملیا میٹ ہو جائیں گی۔ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا کہ تم نمازی ہو۔ غازی ہو۔ صائم الدھر ہو۔ قائم الیل ہو۔ مفسر ہو۔ محدث ہو۔ واعظ ہو۔ جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ اگر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی تو نیکیوں کا باغ اجڑ جائے گا اور جہنمی بن جاؤ گے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

آسمان کے نیچے ایک ایسی بارگاہ ہے جو عرش معلیٰ سے زیادہ نازک ہے۔ جنید اور بایزید جیسے بزرگ جس وقت مدینہ کی فضاؤں میں داخل ہوتے ہیں تو اپنی سانس کو روک لیتے ہیں۔ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ یہ ادب و احترام اب بھی لازم ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لازم تھا۔ جب روضہ مقدسہ پر حاضری کی سعادت نصیب ہو تو وہاں آواز اونچی نہ کرو۔ جہاں حدیث شریف کا درس ہو رہا ہو وہاں بھی آواز بلند نہ کرو۔ علماء کرام کی خدمت میں حاضر

ہو تو چلا چلا کر گفتگو نہ کرو اور اپنے پیرو مرشد سے ملاقات کے وقت احترام کا خیال رکھو۔ لیکن ضرورت کے وقت بلند آواز سے بولنا منع نہیں ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بلند آواز سے اذان دیتے تھے۔ جنگ میں بلند آواز سے نعرے لگائے جاتے تھے۔

سورۃ الحجرات کی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آہستہ آہستہ بات کرنے کو اپنا معمول بنالیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآن نازل کیا میں آخری وقت تک آپ سے آہستہ آہستہ بات کروں گا۔

جب کوئی وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے مدینہ پہنچتا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک آدمی بھیجتے جو انہیں حاضری کے آداب سکھاتا اور احترام کی تاکید کرتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو پہلے ہی احترام کرتے تھے اس آیت کے نزول کے بعد زیادہ محتاط ہو گئے۔

حضرت ثابت ابن قیس

حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ جو قدرتی طور پر بلند آواز تھے۔ اس آیت کے نزول کے بعد گھر میں بیٹھ رہے اور دروازے کو تالا لگا لیا اور دن رات زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ سرکار مدینہ نے جب ایک دن ثابت رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا۔ صحابہ کرام سے ان کے بارے میں پوچھا صحابہ کرام میں سے کسی نے عرض کیا کہ انہوں نے دروازہ بند کر رکھا ہے اور دن رات روتے رہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو بلا بھیجا اور رونے کی وجہ پوچھی۔ ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری آواز اونچی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آیت

میرے حق میں نازل ہوئی ہے۔ میری تو عمر بھر کی کمائی ضائع ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور بشارت سنائی۔ اما ترضی ان تعیش حمیدا تقتل شهيدا و تدخل الجنة۔ ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی گزارو اور شہید قتل کئے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

عرض کیا: رضیت ''میں اپنے رب کی اس نوازش پر راضی ہوں۔''

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور آیا۔ مسیلمہ کذاب کیخلاف یمامہ کے مقام پر جنگ ہوئی تو مسلمانوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے آپس میں کہا۔ عہد رسالت میں تو ہم کفار سے اس طرح نہیں لڑا کرتے تھے۔ دونوں نے اپنے لئے گڑھا کھودا اور اس میں جم کر دشمن پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی یہاں تک کہ دونوں ہی شہید ہو گئے۔

اس دن حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ نے ایک زرہ پہن رکھی تھی۔ ایک شخص آپ کی نعش کے پاس سے گزرا تو اس نے وہ زرہ اتار لی اور جا کر چھپا دی۔ اسی رات حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو خواب میں فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ خبردار! یہ خیال نہ کرنا کہ یہ محض خواب ہے۔

اور اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ سنو میں جب قتل کیا گیا تو ایک آدمی میرے پاس سے گزرا اور میری زرہ اتار لی۔ اس کی رہائشگاہ پڑاؤ کے آخری کنارے پر ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے خیمے کے نزدیک ایک گھوڑا چر رہا ہے جس کے پاؤں میں لمبی رسی بندھی ہے۔ اس شخص نے میری زرہ پر ایک دیگچہ الٹا رکھ دیا ہے۔ اس کے اوپر اونٹ کا کجاوا ہے۔ تم صبح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے

پاس جاؤ اور انہیں کہو۔ میری زرہ اس شخص سے لے لیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب تم مدینہ پہنچو تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا کہ ثابت پر اتنا قرضہ ہے وہ ادا کر دیں اور میرے فلاں فلاں غلام کو آزاد کر دیں۔

جب وہ شخص بیدار ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت خالد بن ولید نے وہ زرہ وہاں سے تلاش کر لی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو عملی جامہ پہنایا۔ (ضیاء القرآن ج۴)

جن خوش نصیبوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کا ادب ہوتا ہے ان کی رفعت شان کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے آداب اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے آداب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ

نماز اس طرح پڑھو قیام اس طرح کرو' رکوع اس طرح کرو' سجدہ اس طرح کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے آداب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث مبارکہ کا ادب

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف میں رہتے تھے اور مدینے سے باہر نہیں جاتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مدینے سے باہر جاؤں مجھے وہیں موت آ جائے اور مدینہ مجھ سے چھوٹ جائے۔

آپ کا یہ عشق رنگ لایا مدینے میں ہی وصال ہوا اور جنت البقیع میں آپ دفن ہوئے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ جس وقت مدینہ کی گلیوں میں چلتے

تھے۔ایک طرف ہو کر چلتے تھے درمیان میں نہیں چلتے تھے۔لوگوں نے آپ سے پوچھا آپ گلی کے درمیان میں کیوں نہیں چلتے آپ نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر میرا قدم آجائے۔آپ جب مدینہ کی گلیوں میں سے گزرتے تھے تو دیواروں کو ہاتھ لگا کر ہاتھ چومتے ہوئے جاتے تھے۔لوگوں نے پوچھا آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کبھی اس دیوار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگا ہو۔

ایک مرتبہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں رونق افروز ہیں۔ کسی نے آکر دروازے پر دستک دی۔آپ نے دروازہ کھولا۔دیکھا تو ایک آدمی کھڑا ہے۔پوچھا کیا بات ہے۔اس نے کہا میں ایک حدیث شریف سمجھنے آیا ہوں۔حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔آپ نے غسل کیا۔ نئے کپڑے پہنے' خوشبو لگائی۔درود شریف پڑھتے ہوئے آئے۔آپ نے اس آدمی کو فرمایا اب میرے آقا کی حدیث بیان کرو اور جو سمجھنا چاہتے ہو سمجھو۔

اندازہ کریں جو حدیث شریف کا اتنا ادب کرتا ہے وہ حدیث والے کا کتنا ادب کرتا ہوگا۔

بے ادب محروم ماند از فضل رب

جو بے ادب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم رہتا ہے اور جو باادب ہوتا ہے۔سب کچھ حاصل کر لیتا ہے۔مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔ ایک دیوانہ مستانہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کر رہا تھا۔یا اللہ! اگر تو میرے پاس آئے تو میں تیرے بالوں کو تیل لگاؤں۔تیرے سر کی مالش کروں۔تیری خدمت کروں۔

میں تجھے روٹی کھلاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریب سے گزر ہوا۔ فرمایا: یہ تو کسے کہہ رہا ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام جلال والے پیغمبر تھے۔ فرمایا: بے وقوف اللہ تعالیٰ تو ان چیزوں سے پاک ہے۔ منزہ ہے۔ بے نیاز ہے تو اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کر رہا ہے۔ وہ دیوانہ ڈر کر بھاگا۔

پیچھے پیچھے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی۔ فرمایا: یہ کیا کر رہے ہیں۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

فرمایا: موسیٰ تو میرے ساتھ تعلق جوڑنے آیا ہے نہ کہ توڑنے آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ! یہ تیری بارگاہ میں بے ادبی کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھ سے گفتگو کر رہا تھا۔ مجھے اس کی یہ گفتگو پسند ہے۔ اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجذوبانہ لفظ بھی برداشت ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں۔

باخدا دیوانہ باش بامحمد ہوشیار

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دیوانگی سے بھی کام چل سکتا ہے لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ آجائے۔ باخبر اور ہوشیار ہو جاؤ۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ اگر کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کو جوتڑی کہہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کی بھی بے ادبی ہوگئی۔ بے ایمان ہو جائے گا۔ دائرہ ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

علماء کرام فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال کی کسی

جگہ زیارت ہو رہی ہو تو کوئی سننے والا کہے کہ بال دیکھنے سے کیا ہوگا۔ بال ہی تو ہے حضور اکرم۔ کے بال کی ذرا سی بھی بے ادبی ہوگی' بے دین ہو جائے گا۔ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی ذرا سی بے ادبی برداشت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا ادب کیا بخشا گیا۔

حضرت موسیٰ کا امتی

ایک یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتی بڑا فاسق و فاجر تھا۔ بڑا گنہگار سیاہ کار جب وہ فوت ہوا تو قوم اسے بغیر کفن دفن کے باہر گندی جگہ پر پھینک آئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی فرمایا: موسیٰ میرے ایک دوست کا انتقال ہو گیا ہے۔ قوم اسے گندی جگہ پھینک آئی ہے۔ تم اسے غسل دلواؤ اور کفن دفن کا انتظام و اہتمام کراؤ اور اس کی نماز جنازہ پڑھاؤ اور اعلان کروا دو کہ جو بھی اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوگا اسے بخش دیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سارے انتظام کرائے نماز جنازہ پڑھائی دفن کیا۔

قوم نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام یہ تو بڑا پاپی تھا۔ گنہگار تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا اللہ! قوم ایسا کہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! قوم ٹھیک کہتی ہے۔ قوم نے اس کے پاپ دیکھے ہیں لیکن مجھے اس کی ایک ادا پسند آ گئی ہے۔ ایک دن اس شخص نے تورات کھولی جہاں میرے محبوب کا نام لکھا تھا۔ نام کو دیکھتے ہی چوم لیا اور میرے محبوب پر درود پاک پڑھا تو میری رحمت جوش میں آ گئی اس نے میرے محبوب کے نام کی تعظیم کی۔ ادب کیا میں نے سارے گناہ اس کے معاف کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام کے ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے کھل گئے بلکہ بخشش کے دروازے کھل گئے اور جنتوں کے دروازے کھل گئے۔

روح میں تازگی نہیں قلب میں روشنی نہیں
عشق نبی گر نہ ہو آدمی آدمی نہیں

اسلام دشمنوں کا نمائندہ مدینہ آیا

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسلام دشمنوں نے اپنا ایک نمائندہ مدینہ شریف بھیجا قیصر روم نے کہا کہ جاؤ مسلمانوں کی فتح کا راز تلاش کرو۔ان کے پاس کون سی طاقت ہے۔کون سی قوت ہے وہ جدھر جاتے ہیں۔ فتح ونصرت ان کے قدم چومتی ہے۔ اسلام دشمنوں کا نمائندہ مسلمانوں کی فتح کا راز تلاش کرنے کے لئے جب مدینہ آیا تو اس نے آتے ہی پہلا منظر دیکھا کہ ایک جگہ بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے ہیں۔اس آدمی نے پوچھا یہاں کیا ہو رہا ہے۔کسی نے کہا تجھے پتہ نہیں اللہ کا حبیب وضو کر رہا ہے۔اس نے آگے بڑھ کر منظر دیکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلی کرتے ہیں۔
ناک میں پانی ڈالتے ہیں۔
چہرہ مبارک دھوتے ہیں۔
پاؤں مبارک دھوتے ہیں۔
صحابہ رضی اللہ عنہم

اپنے ہاتھوں پر پانی لے لیتے ہیں۔

کوئی اپنے چہرے پر مل لیتا ہے۔

کوئی سینے پر مل لیتا ہے۔

کوئی اپنے جسم پر مل لیتا ہے۔

جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما کر اٹھے۔ زمین خشک تھی۔ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیا۔ وہ آدمی یہ منظر دیکھ کر واپس چلا گیا۔ جب واپس گیا تو انہوں نے کہا تو بڑی جلدی واپس آ گیا ہے۔ اس نے کہا میں وہاں پہنچتے ہی مسلمانوں کی فتح کا راز معلوم کر کے واپس آ گیا ہوں۔ پوچھا: مسلمانوں کی فتح کا راز کیا ہے۔ اس نے کہا میں نے مسلمانوں کے نبی کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب وہ وضو فرما رہے تھے تو ان کے غلاموں نے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیا۔

جس کے غلام اپنے آقا کے جسم کے ساتھ لگے ہوئے پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے وہ اس کے جسم کے خون کا قطرہ زمین پر کیسے گرنے دیں گے۔ معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور احترام میں فتح ہی فتح ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی میں شکست ہے ذلت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نام ادب کا نام ایمان ہے۔

در دل مسلم مقامِ مصطفیٰ است

آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

آدابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمان ہے ہی وہ جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہو محبت ہو مقام مصطفیٰ ہو۔ ہماری عزت و آبرو ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے صدقے ہے۔ آج مسلمان دنیا میں ذلیل کیوں ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی علم نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بھائی کی طرح ہیں۔

جب دلوں میں کدورت اور بے ادبی ہو۔ فتح کیسے نصیب ہو۔ عزت کیسے نصیب ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب فتح و کامیابی کی کنجی ہے۔ ابو جہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ عربی زبان اس کی مادری زبان تھی۔ اسے پتہ تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی کیا ہے۔ ایک دن اس نے سوچا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی ہے جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے میں تو ان میں عیب نکالتا ہوں اور ان کو محمد بھی کہتا ہوں مجھ سے زیادہ بے وقوف کون ہو سکتا ہے۔ ابو جہل بڑا پریشان تھا کہ محمد کہنے سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سمجھ میں آتی ہے۔ سوچ سوچ کر اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد نہیں کہنا چاہئے۔ حضور کو مذمم کہنا چاہیے۔ معاذ اللہ۔ مذمم کا معنی ہے جس کی برائی کی گئی ہو۔ ابو جہل نے مکہ میں مشہور کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم محمد نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذمم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے آ کر کہا۔

یا رسول اللہ! ابو جہل اور اس کی پارٹی آپ کو مذمم کہتی ہے۔ آپ نے فرمایا: بنانے والے نے مجھے محمد بنایا ہے۔ میں مذمم ہو ہی نہیں سکتا۔ میں تو محمد ہوں۔ محمد

ہی رہوں گا۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی ایسا ہے دشمن کو بھی تعریف کرنی پڑتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز قربان کی:

غزوۂ خیبر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ مقام صہبا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت نماز ادا کر لی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پچھلے مجاہدوں کے ساتھ ہیں۔ ان کی نماز عصر باقی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! میں نے آرام کرنا ہے۔ اندازہ کریں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کتنا بڑا امتحان ہے۔ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آرام ہے۔ ایک طرف عصر کی نماز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا جلدی سے نماز پڑھ لوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پتہ ہے کہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے۔ ادب مصطفیٰ کیا ہے۔ آپ فوراً مودب ہو کر بیٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا اور آرام فرمانے لگے۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی۔

نماز قضا ہو رہی ہے
غمگین ہو رہے ہیں
پریشان ہو رہے ہیں
چہرہ زرد ہو رہا ہے

زندگی میں پہلی مرتبہ نماز قضا ہوئی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

مولا علی نے واری تیری نیند پہ نماز

امتحان مکمل ہو گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ زرد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کیا بات ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: نماز قضا ہو گئی ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو اشارہ کیا۔ سورج واپس لوٹ آیا ہے بے ادب کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح ہیں۔ تیرا کہنا تو بیوی نہیں مانتی مقابلہ اس ہستی سے کرتا ہے جس کا کہنا سورج بھی مانتا ہے۔

جس کا کہنا پہاڑ مانتا ہے۔

جس کا کہنا چاند مانتا ہے۔

جس کا کہنا درخت مانتے ہیں۔

جس کا کہنا جانور مانتے ہیں۔

جس کا کہنا کائنات مانتی ہے۔

اعرابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا۔ عرض کیا یارسول اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا جی چاہتا ہے آپ پر ایمان لے آؤں لیکن ایک شرط ہے فرمایا کیا شرط ہے۔ اعرابی نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ جو سامنے درخت کھڑا ہے اگر وہ آ کر کہہ دے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا اس درخت کو میرا پیغام دے اللہ تعالیٰ کا رسول تجھے بلا رہا ہے۔ وہ اعرابی حیران ہو گیا کیا وہ درخت آجائے گا۔ فرمایا: جا پیغام دے کر تو دیکھ۔ اس اعرابی نے جا کر درخت کو کہا اللہ تعالیٰ کا رسول تجھے بلاتا ہے۔ درخت نے اپنی جڑیں زمین سے کھینچیں۔ جڑوں کو

گھسیٹتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور درخت کے ہر پتے سے آواز آرہی تھی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

''میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب کی بے ادبی پسند نہیں

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی بے ادبی پسند نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے ایک عیسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ وہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا تھا تو منہ ٹیڑھا کر لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا منہ ہی ٹیڑھا کر دیا۔ بے ادبی کی سزا مل گئی۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک دن ابو جہل غصے میں آیا اور آتے ہی بے ادبی کرنے لگا۔ فرماتے ہیں:

دید احمد را بوجہل و بگفت
زشت نقشے کز بنی ہاشم شگفت

ابو جہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کو دیکھ کر کہا۔ آپ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ بدصورت ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ٹھیک کہتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ابو جہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کی ہے تو آپ

دوڑتے ہوئے آئے
جھومتے ہوئے آئے

قدم قدم پر خطبے پڑھتے ہوئے آئے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی آقا آپ تو حسن و جمال کے آفتاب و مہتاب ہیں۔ ایسا سورج نہ مشرق میں دیکھا ہے اور نہ مغرب میں دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق تو ٹھیک کہتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی دونوں ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ بات سمجھ نہیں آئی سمجھا دیں۔ فرمایا: میرے غلامو! میری مثال تو ایک آئینے کی ہے جس میں چہرہ دیکھا جاتا ہے۔ میں وہ آئینہ ہوں جسے دست قدرت نے خود صاف کیا ہے جو بھی آ کر دیکھتا ہے وہ مجھے نہیں دیکھتا اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ ابو جہل نے آ کر دیکھا تو اس نے اپنے آپ کو دیکھا اور اپنے عقیدے کی بدصورتی کو دیکھا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے حسن ایمان کو دیکھا ہے۔ اگر بے ادبی میں ابو جہل کی مثال نہیں ملتی تو

ادب میں

محبت میں

احترام میں

پیروی میں

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مثال نہیں ملتی۔ محبت مصطفیٰ کا نام ہی ایمان ہے۔ جس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب آپ خطبہ دینے کے

لئے منبر پر تشریف لائے تو اوپر والی سیڑھی پر نہیں بیٹھتے بلکہ آپ منبر کی دوسری سیڑھی پر بیٹھتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا خطبہ ختم ہونے کے بعد کہ آپ اوپر والی سیڑھی پر کیوں نہیں بیٹھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا: ابوبکر! اس سیڑھی پر کیسے بیٹھ سکتے ہیں جس پر آقا بیٹھتے تھے۔ غلام وہاں بیٹھے گا جہاں آقا کے قدم لگے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مصلیٰ پر تشریف لائے تو آپ وہاں کھڑے نہیں ہوئے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سجدے میں وہاں سر آتا تھا جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ پیشانی لگتی تھی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم لگتے تھے۔

کتنا ادب ہے۔

کتنا احترام ہے۔

کتنی محبت ہے۔

کتنی برکت ہے۔

جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم لگتے تھے وہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیشانی لگتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے تو آپ پہلی سیڑھی پر ہی بیٹھ گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران ہیں۔ خطبے کے بعد جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برابری نہیں کر سکتا۔ میں تو وہاں بیٹھوں گا جہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قدم لگے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کامیابی کا راز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب میں ہے۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا ادب سکھا رہا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ (پ۲۲)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوا کرو اور جب کھانے کے لئے بلایا جائے تو نبی کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہوا جائے اور لیکن اس طرح نہیں کہ کھانا پکنے سے پہلے آ کر بیٹھ جاؤ۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے ساتھ نکاح فرمایا۔

اور نکاح کے بعد ولیمہ کیا اور صحابہ کرام کو ولیمہ پر بلایا۔ صحابہ کرام آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے جو آخری ٹولی تھی ان میں تین صحابی آ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے سوچا اب تو کوئی آئے گا نہیں وہاں حضور کے گھر بیٹھ کر محو گفتگو ہو گئے۔ باتیں کرنے لگ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جگہ تھوڑی تھی حضور کو یہ بات

ناگوار گزری۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اٹھ کر چلے گئے۔ مطلب یہ تھا کہ میں اٹھوں گا تو یہ بھی اٹھ کر چلے جائیں گے۔ لیکن وہ آپ کے مقصد کو سمجھے نہیں۔ وہ وہیں بیٹھے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب انہوں نے سمجھ لیا کہ حضور جو بار بار ہمیں دیکھ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں یہاں سے اٹھ کر چلے جانا چاہئے۔ وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ادب سکھایا۔ اے میرے محبوب کے غلاموں میرے نبی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوا کرو اور جب کھانے پر بلائے جاؤ تو کھانا پکنے سے پہلے نہ آ جایا کرو اور یہ بھی نہیں کہ کھانا کھا کر وہاں بیٹھے رہو بلکہ کھانا کھا کر چلے جایا کرو اس لئے کہ میرا محبوب رحمۃ للعالمین ہے وہ تمہیں نہیں اٹھائے گا۔ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میرے محبوب کا دل تنگ ہو۔

بعض علماء کرام نے کہا ہے: فرشتوں کو اگر یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں داخل کیا جائے تو پھر فرشتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئیں تو بغیر اجازت کے نہ آئیں۔

کشف الغمہ میں حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث شریف نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جبریل امین جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آتے تو دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگتے۔ اگر اجازت ملتی تو اندر داخل ہوتے ورنہ وہیں کھڑے ہو جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں۔ مرض وفات میں ہیں۔ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سرکار مدینہ کی خدمت اقدس میں موجود ہیں۔ کسی نے

آواز دی السلام علیک اہل بیت رسول اللہ۔اے رسول اللہ کے گھر والوتم پر سلام ہو۔خاتون جنت نے فرمایا: کون؟ کہا ایک اعرابی ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمار پرسی کے لئے آیا ہوں۔خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء نے فرمایا: اے اعرابی واپس چلا جا۔میرے والد محترم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔پھر کبھی آنا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آواز دی۔پوچھا کون؟ کہا: ایک اعرابی ہوں حضور کی عیادت کے لئے آیا ہوں۔خاتون جنت نے فرمایا: میں نے جو کہا میرے والد محترم کی طبیعت ناساز ہے۔تھوڑی دیر ٹھہرے تیسری مرتبہ خوفناک گرجدار آواز نکالی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا۔فرمایا: فاطمہ یہ کیا ہورہا ہے۔عرض کی: یارسول اللہ! ایک اعرابی آپ سے ملنا چاہتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! وہ اعرابی نہیں' وہ لذتو کو قطع کرنے والا ہے۔ انسانوں کی خواہشوں کوختم کرنے والا ہے۔یہ وہ فرشتہ ہے جو باپ کو بیٹے سے جدا کر دیتا ہے اور بچوں کو ماں باپ سے جدا کر دیتا ہے۔اس نے آج تک کبھی کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ ہی میرے بعد قیامت تک کسی سے اجازت مانگے گا۔جب خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ملک الموت کا سنا تو زاروقطار رونے لگیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ بیٹی کیوں روتی ہو۔ تمہیں بشارت ہو کہ میرے بعد سب سے پہلے تم آ کر مجھے ملو گی اور جاؤ امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بھی لے آؤ۔حسنین کریمین آئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سینے سے لگا کر پیار کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت ملک الموت آئے۔عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی بارگاہ میں بھیجا ہے۔اگر آپ کی اجازت ہو تو روح کو قبض کروں اور اگر اجازت

نہ ہو تو روح قبض نہ کروں۔ (مدارج النبوت)

سرکار مدینہ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرو گے؟ ہاں یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میرے محبوب کی رضا ہو تو روح قبض کرنا اور اگر رضا نہ ہو تو روح قبض نہ کرنا۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت ملک الموت بھی آتے ہیں تو اجازت لے کر آتے ہیں۔ حضرت جبریل امین آتے ہیں تو اجازت لے کر آتے ہیں۔ اسی لئے مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بے اجازت جن کے گھر میں جبریل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہلبیت

مومن جب واپس جاتے ہیں اجازت لے کر جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مومن تو وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اور جب وہ کسی ضروری کام کے لیے نبی کی بارگاہ میں ہوتے ہیں تو پھر وہ نبی سے اجازت لئے بغیر نہیں جاتے۔

ہمیں نبی کی بارگاہ کا یہ ادب سکھایا جا رہا ہے کہ اے میرے محبوب کے غلاموں جب تم میرے نبی کی بارگاہ میں آجاؤ تو پھر بغیر اجازت کے نہ جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ کا ادب کرنا

حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو چھپ گئے کیونکہ ان پر غسل واجب تھا۔ غسل کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے۔ حضور نے پوچھا ابوہریرہ تم کہاں چلے گئے تھے۔ عرض کی: اللہ کے محبوب! اس وقت مجھ پر غسل واجب تھا۔ میری غیرت ایمان نے گوارا نہیں کیا کہ میں بغیر غسل کے آپ کے ساتھ رہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ مومن ناپاک نہیں رہتا۔

(الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ)

امام بخاری کا ادب کرنا

حضرت امام بخاری جب بخاری شریف لکھنے لگتے تو پہلے استخارہ کرتے پھر آب زمزم سے غسل کرتے پھر مقام ابراہیم کے سامنے دو رکعت نفل پڑھتے۔ اس کے بعد ایک حدیث شریف لکھتے۔ بخاری شریف پوری کتاب اسی طرح لکھی۔ علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ۔ اللہ کی کتاب کے بعد جس کتاب کا سب سے بلند مرتبہ ہے۔ وہ کتاب بخاری شریف ہے۔ یہ تھا ادب۔

حضرت امام مالک کا ادب کرنا

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے۔ ایک بچھو نے آپ کی کمر پر ڈنگ مارا۔ آپ نے درس حدیث نہیں چھوڑا مسلسل درس دیتے رہے حتیٰ کہ بچھو نے کمر پر سولہ ڈنگ مارے جب درس حدیث ختم ہوا تو فرمایا: دیکھنا میری کمر پر کیا ہے جب کرتہ اٹھا کر دیکھا تو بچھو نے سولہ ڈنگ مارے ہوئے تھے۔ جو حدیث شریف کا اتنا ادب کرتا ہے حدیث والے کا کتنا ادب کرتا ہوگا۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ)

بے ادب کا انجام

حضور پُرنور شافع یوم النشور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنہوں نے ادب واحترام نہیں کیا۔ ان کا انجام کیا ہوا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرماتے دوران وعظ اگر کوئی بات کسی صحابی کو سمجھ نہ آتی تو وہ عرض کرتا: راعنا یارسول اللہ ۔ یارسول اللہ! ہماری رعایت فرمائیے۔ یعنی یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائیے ہمیں سمجھ نہیں آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ارشاد فرمادیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہودی بھی آتے تھے۔ مجلس میں بیٹھ کر وعظ سنتے تھے۔ وہ بھی راعنا کہتے وہ راعینا یعنی کھینچ کر لمبا کر کے پڑھتے۔ راعینا میں معنی بدل جاتا ہے۔ راعنا کا معنی ہے ہماری رعایت فرمائیے اور راعینا کا معنی ہے ہمارا چرواہا' گویا وہ اس طرح کہہ کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی اور بے ادبی کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقُولُوا۟ رَٰعِنَا وَقُولُوا۟ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (بقرہ:۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو اور ذرا توجہ سے سنا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت میں رَاعِنَا کہنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا تاکہ یہودیوں کو گستاخی کا موقع نہ مل جائے۔

معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ان یہودیوں کو کافر قرار دیا

جو حضور کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰی پڑھنے والے کو قتل کرادیا

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا۔ ایک قبیلے کا امام ہر روز فجر کی نماز میں سورۃ عَبَسَ وَتَوَلّٰی پڑھتا تھا۔

تیوری چڑھائی، اور پہلو تہی کی پھر منہ پھیرا۔ بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب کیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے اس کو بلایا۔ فرمایا: مجھے یہ پتہ چلا ہے تم ہر روز یہی سورت پڑھتے ہو۔ فرمایا: یہ منافق ہے اس کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس گستاخ کو قتل کرادیا۔ (تفسیر روح البیان اسماعیل حقی)

عتبہ اور عتیبہ کا انجام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہ کا ابولہب کے بیٹوں سے نکاح ہوا تھا۔ لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ رقیہ عتبہ کے نکاح میں تھی۔ اُمّ کلثوم عتیبہ کے نکاح میں تھی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان فرمایا تو ابولہب آپ کا سب سے بڑا دشمن بن گیا۔ اس نے اپنے بیٹوں کو کہا جاؤ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے آؤ۔ عتبہ نے طلاق دیدی لیکن عتیبہ نے حضور کی شان میں گستاخی کی۔ اس نے کہا نہ تو میں اے محمد تجھے مانتا ہوں اور نہ تیرے خدا کو مانتا ہوں اور آپ کی بیٹی کو میں طلاق دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر مسلط فرما۔ شام کی طرف ایک قافلہ روانہ ہوا۔ اس میں ابولہب او

راس کا بیٹا عتیبہ بھی موجود تھا۔ چلتے چلتے ایک جنگل میں ایک راہب کا گرجا آیا۔
انہوں نے سوچا یہاں کچھ آبادی ہے۔ یہاں پڑاؤ ڈال لیتے ہیں۔ گرجے کے پادری نے کہا اے قافلے والو! یہاں رات کو شیر آتا ہے' احتیاط سے رہنا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ ابولہب نے کہا قافلے والو تم جانتے ہو میں مکہ کا سردار ہوں۔ آج میری ایک بات مانوں۔ انہوں نے کہا وہ کیا کہا کہ چاروں طرف اپنے بستر لگاؤ اور درمیان میں سامان رکھ کر اس کے اوپر میرے بیٹے عتیبہ کا بستر لگاؤ۔

تاکہ اگر شیر آئے بھی تو وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ آدھی رات کا وقت ہوا' شیر آیا جو اردگرد سوئے ہوئے تھے سب کو سونگا۔ عتیبہ کو سونگا گستاخی کی بدبو آئی تو اس کو چیر پھاڑ دیا لیکن اس کی نجاست کی وجہ سے اس کو کھایا نہیں۔ معلوم ہوا نبی کے گستاخ کو جانور بھی پہچانتے ہیں۔ گستاخ بے ادب کو چیر پھاڑ ڈالا' ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

کسریٰ گستاخ کا انجام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو خط لکھے کہ اسلام کو قبول کر لو۔ ملک فارس کے بادشاہ کسریٰ کو بھی خط لکھا۔ خط حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ کسریٰ نے جب خط پڑھا تو غصے میں آ گیا اور خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ مکہ میں جس نے نبوت کا اعلان کیا ہے اس کے پاس دو سپاہی بھیجو تاکہ اس کا سر میرے پاس لے آئیں یا زندہ گرفتار کر کے لے آئیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ کے محبوب کو پتہ چلا کہ اس نے میرے خط کو پھاڑ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! جس طرح اس نے میرے خط کے

ٹکڑے ٹکڑے کیے ہیں تو اس کے ملک کے ٹکڑے کردے۔ یمن کے گورنر نے دو سپاہیوں کو مقرر کیا اور کہا جاؤ اور اس نبی کا سر لے کر آؤ۔ وہ پہلے مکہ میں آئے پتہ چلا کہ وہ مکہ سے مدینے ہجرت کر گئے ہیں پھر مدینے آئے۔

صحابہ کرام کو پتہ چلا تو صحابہ نے ان سپاہیوں کو گرفتار کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا یارسول اللہ! یمن سے دو آدمی آپ کو قتل کرنے کے لئے آئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی مہمان نوازی کرو۔ سات دنوں کے بعد میرے پاس پیش کرنا۔ ساتوے دن حضور کی خدمت میں ان کو پیش کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: کیسے آنا ہوا۔ بجائے اس کے کہ وہ کوئی بات کرتے وہ منہ کے بل نیچے گر پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھبراؤ نہیں ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ انہوں نے عرض کی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یمن کے گورنر نے ہمیں تمہارے قتل کے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے کہ کسریٰ نے حکم دیا ہے جس بادشاہ نے مجھے قتل کرنے کا حکم دیا یہ جو رات گزر گئی ہے اس رات اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ جا کر گورنر کو بتا دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تھا ساتویں دن وہ قتل ہو جائے گا ان کو اطلاع دے کر بھیجوں گا۔ جس نے مجھے قتل کا حکم دیا ہے وہ خود قتل ہو گیا ہے۔

گستاخ رسول تباہ و برباد ہو گیا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تیرہواں خطبہ

شبِ قدر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰـہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَہْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوْحُ فِیْہَا بِاِذْنِ رَبِّہِمْ ۚ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ ہِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

(پ۳۰)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

تمام حضرات درود شریف پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

میرے محترم بزرگو اور دوستو! آپ کے سامنے سورۃ القدر تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔ (پ۳۰ سورۃ القدر)

شانِ نزول

حضور پُرنور شافع یوم النشور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پہلی امتوں کے عابدوں کا ذکر فرمایا کہ ایک عابد ہزار مہینے تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا۔ صحابہ کرام کو سن کر رشک ہوا کہ پہلی امتوں کے لوگ تو ہم سے ثواب میں آگے بڑھ جائیں گے اور ہماری تو اتنی عمریں بھی نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خیال آیا کہ پہلی امتوں کی عمریں لمبی تھیں۔ میری امت کی عمریں چھوٹی ہیں تو اس طرح وہ میری امت سے اجر اور ثواب میں سبقت لے جائیں گے۔ آگے بڑھ جائیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے حبیب ہم آپ کو ایک رات ایسی عطا کریں گے جو ہزار مہینے سے بہتر ہوگی۔ برابر نہیں بہتر ہوگی۔ تراسی برس چار مہینے بنتے ہیں تو گویا جس نے شب قدر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس نے تراسی برس چار مہینے سے زیادہ عبادت کر لی۔ (تفسیر عزیزی) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ نے معتمد اہل علم سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی امتوں کی عمریں دکھائی گئیں تو آپ نے اپنی امت کی عمروں کو کم سمجھا اور یہ کہ وہ اتنے عمل نہیں کر سکیں گے جتنے لمبی عمر والے لوگ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا کی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک حدیث نمبر ۷۲۱ باب لیلۃ القدر)

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا۔
یعنی قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اسی رات میں اترا ہے۔
آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ
اور تم نے کیا جانا شب قدر یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ پھر فضائل کا ذکر فرمایا:
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔
تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا
اس رات میں فرشتے اترتے ہیں اور روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر میں حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔
بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝
اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔
سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝
یہ رات سراپا سلامتی ہے۔ شر اور فساد وغیرہ سے امن ہے۔ یہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔ یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص

حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو۔ بلکہ صبح ہونے تک ان برکتوں کا ظہور رہتا ہے۔

شب قدر کی اہمیت

شب قدر کس قدر اہم رات ہے کہ اس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمام دنوں میں جمعۃ المبارک کے دن کو اور تمام مہینوں میں رمضان المبارک کے مہینہ کو فضیلت عطا فرمائی ہے اسی طرح تمام راتوں میں شب قدر کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل فرمایا اور پھر تقریباً تیس سال کے عرصے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اس رات کی عبادت کو ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر قرار دیا۔ ہزار مہینوں کے تراسی سال چار مہینے بنتے ہیں یعنی جس نے زندگی میں ایک بار بھی شب قدر کی سعادت حاصل کی تو گویا اس نے تراسی سال چار مہینے سے زیادہ عرصہ عبادت کی اور اس زیادہ کا علم اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ جس طرح اس دور میں ہزار میلوں کا سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے اور اس پر کسی کو تعجب نہیں ہوتا' حیرانگی نہیں ہوتی بلکہ اسے ترقی کہا جاتا ہے کہ پہلے اونٹوں کی سواری ہوتی تھی اب طیاروں پر سفر ہوتا ہے۔ اس لئے مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اسی طرح لیلۃ القدر کی عبادت کو اللہ تعالیٰ نے پرواز عطا کی کہ وہ سالوں کے درجات گھنٹوں میں طے کرتی ہے۔ امت محمدیہ کو مالا مال کر دیتی ہے۔ جبریل عبادت کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ شب قدر کا ہر لمحہ سلامتی ہی سلامتی ہے اور یہ سلامتی صبح صادق تک رہتی ہے۔

فضیلت شب قدر

شب قدر کی فضیلت میں جس چیز کا خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے وہ ہے اس رات میں قرآن پاک کا نازل ہونا قرآن وہ قدر والی اور برکت والی عظمت والی مقدس کتاب ہے کہ اس کے ساتھ جس کا بھی تعلق ہو گیا وہ برکت والا ہو گیا۔

ایک قیمتی رومال

آپ کہیں بازار میں جا رہے ہوں تو راستے میں آپ کو ایک بہت بڑا قیمتی رومال مل جائے آپ اس کو اٹھا کر اور جھاڑ کر کندھے پر رکھ لیں گے۔ نہ کوئی اس کا احترام کیا نہ ہی عظمت۔ بس اک قیمتی کپڑا سمجھ کر اٹھا لیا۔ آپ مسجد میں جاتے ہیں تو آپ کو پرانا اور بوسیدہ قرآن کا غلاف ملتا ہے تو آپ اس کو اٹھا کر جھاڑتے ہیں اور چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں اور پھر اس کو عزت واحترام کے ساتھ الماری میں رکھ دیتے ہیں۔ آپ سے اگر کوئی پوچھے کہ بھائی بازار سے آپ کو قیمتی رومال ملا۔ آپ نے اس کو جھاڑ کر کندھے پر رکھ لیا۔ کوئی عزت نہیں کی اور غلاف کا اس قدر احترام کیوں کیا ہے۔

اس کی وجہ کیا ہے تو آپ فوراً جواب دینگے کہ بھائی جو رومال مجھے بازار سے ملا تھا وہ قیمتی ضرور تھا مگر وہ ایک عام کپڑا تھا لیکن یہ غلاف اگرچہ قیمتی کپڑا نہیں ہے مگر اس کی نسبت قرآن پاک سے ہے۔ اس لئے اس کی نسبت نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں اس کا احترام کروں اور اس کو آنکھوں سے لگاؤں کیونکہ جس چیز کا تعلق قرآن سے ہو گیا۔ وہ بابرکت ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک کی نسبت اس کو

اونچا کر دیتی ہے۔ چونکہ نسبت اونچی تھی اس لئے کپڑے کو اونچا کر دیا۔ معلوم ہوا قرآن پاک اونچا ہے۔ جس کو اس سے تعلق ہو گیا وہ بھی اونچا ہو گیا۔

جس سینے میں قرآن آیا وہ سینہ تمام سینوں سے افضل ہے۔

جس شہر میں قرآن آیا وہ شہر تمام شہروں سے افضل ہے۔

جس مہینے میں قرآن آیا وہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل ہے۔

جس رات میں قرآن آیا وہ رات تمام راتوں سے افضل ہے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

مسلمان کا عقیدہ قرآن کے مطابق ہو۔
مسلمان کا عمل قرآن کے مطابق ہو۔
مسلمان کا کردار قرآن کے مطابق ہو۔
مسلمان کا قول وفعل قرآن کے مطابق ہو۔

آخری عشرہ

''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رمضان شریف کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیا کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو جگا کر ہوشیار فرما دیتے تھے۔'' (متفق علیہ)

کمر کسنے کا مطلب یہ ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عبادت

زیادہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور پوری رات عبادت اور ذکر ودعا میں مشغول رہتے اور اپنے گھر والوں یعنی ازواج مطہرات اور دوسرے متعلقین کو بھی جگاتے تا کہ وہ بھی ان راتوں کی برکتوں کو حاصل کریں۔

حضرت جبریل امین کا آنا

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر میں حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کیساتھ اترتے ہیں (یعنی زمین پر) اور ہر اس شخص کے لئے جو (اس رات میں) کھڑے یا بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو اور عبادت میں مشغول ہو دعائے رحمت کرتے ہیں۔'' (بیہقی)

جس نے طلب ثواب کے لئے قیام کیا

من قام لیلة القدر ایمانا و احتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه

(متفق علیہ)

''جس شخص نے شب قدر میں قیام کیا۔ ایمان اور طلب ثواب کے لئے بخش دیئے جاتے ہیں اس کے گزشتہ گناہ۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب ماہ رمضان آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ایسی بھی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا۔ گویا بھلائی سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا

مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔ (ابن ماجہ)

طاق راتوں میں تلاش کرو

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں یعنی اکیسویں اور تیئیسویں اور پچیسویں اور ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں تلاش کرو۔'' (بخاری و مسلم)

شب قدر میں صرف ملائکہ ہی نہیں بلکہ تمام ملائکہ کا سردار امام خود آتا ہے۔ شب قدر میں رونے والوں' معافی مانگنے والوں' اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہونے والوں' دست سوال دراز کرنے والوں کے لئے اعلان ہوتا ہے۔ تمہارے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ بخشش ہی بخشش ہے۔

تیرے کرم سے اے کریم کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے ان کے یہاں کمی نہیں

گناہ گارو!
وہ کریم ہے
وہ غفور ہے
وہ رحیم ہے
وہ ستار ہے

وہ ذرہ نواز ہے

وہ اپنے در پر آنے

والوں کو خالی نہیں

لوٹاتا

گناہوں کی سیاہی

کو مٹا کر دھو کر

بھیجتا ہے

رحمت سے دامن بھر کر

بھیجتا ہے

ستائیسویں شب' شب قدر ہے

مفسرین کرام و محدثین کرام اور بزرگان دین کا شب قدر کے تعیُّن میں اختلاف ہے تاہم اکثریت کی رائے یہ ہے کہ ہر سال شب قدر ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو ہی ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات ہی کو ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''لیلۃ القدر'' کا لفظ نو حروف پر مشتمل ہے اور یہ کلمہ سورۂ قدر میں تین مرتبہ آیا ہے۔ اسی طرح تین کو نو سے ضرب دینے سے حاصل ضرب ''ستائیس'' آتا ہے جو اس بات کا غماز ہے کہ شب قدر ستائیسویں کو ہوتی ہے۔ شاہ صاحب دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ

اس سورۃ مبارکہ میں تیس کلمات ہیں۔ ستائیسواں کلمہ ''ھی'' ہے۔ جس کا مرکز

لیلۃ القدر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک لوگوں کے لئے یہ اشارہ ہے کہ رمضان شریف کی ستائیسویں کو شب قدر ہوتی ہے۔ حضرت ابی ابن کعبؓ حضرت غوث اعظمؒ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سب اس کے قائل ہیں کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں کو ہوتی ہے۔

(تفسیر عزیزی)

شب قدر کی قدر کریں

جن راتوں میں شب قدر ہونے کا زیادہ امکان ہے مثلاً رمضان شریف کا آخری عشرہ یا کم از کم اس کی طاق راتوں میں تو عبادت کا خاص اہتمام ضرور ہونا چاہئے اور خاص کر ستائیسویں شب کہ اس رات کے بارے میں قوی گمان شب قدر ہونے کا ہے۔ اس رات کو غفلت میں نہیں گزارنا چاہئے۔ ستائیسویں رات توبہ استغفار ذکر و عبادت میں گزارنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کو نیکیوں میں پوشیدہ رکھا۔

اپنی ناراضگی کو گناہوں میں پوشیدہ رکھا۔

اپنے بندوں میں ولی کو پوشیدہ رکھا۔

جمعہ کے دن ایک گھڑی ہوتی ہے۔

مقبولیت کی اسے پوشیدہ رکھا۔

اپنے ناموں میں اسم اعظم کو پوشیدہ رکھا۔

لیلۃ القدر کو بھی پوشیدہ رکھا تا کہ نیک لوگ تلاش کرتے رہیں۔

تمہیں شب قدر بتاؤں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تاکہ ہم کو شب قدر بتائیں (کہ کس رات میں ہے) دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتاؤں؟ لیکن فلاں فلاں شخص جھگڑ رہے تھے۔ اس لئے اس تعیُّن اٹھالیا گیا اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہو۔ اب اس کو (آخری عشرے کی) نویں یا ساتویں اور پانچویں راتوں میں ڈھونڈو۔

(بخاری شریف)

شب قدر کی علامات

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شب قدر کے بارے میں سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شب قدر رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے یعنی اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس یا انتیسویں شب میں ہے یا رمضان کی آخری شب میں ہے تو جو کوئی ایمان کے ساتھ بہ نیت ثواب اس مبارک رات میں عبادت کرے۔ اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اس کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مبارک شب کھلی ہوئی، روشن اور بالکل صاف وشفاف ہوتی ہے۔ اس میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی۔ بلکہ یہ رات معتدل ہوتی ہے۔ گویا کہ اس میں چاند کھلا ہوا ہوتا ہے۔ اس پوری رات میں شیاطین کو آسمان کے ستارے نہیں مارے جاتے۔ اس رات کے

گزرنے کے بعد جو صبح آتی ہے اس میں سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے اور وہ ایسا ہوتا ہے گویا کہ چودھویں کا چاند۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن طلوع آفتاب کے ساتھ شیطان کو نکلنے سے روک دیا ہے۔ (اس ایک دن کے علاوہ ہر روز سورج کے ساتھ ساتھ شیطان بھی نکلتا ہے۔ (درمنثور)

ان علامات کو پالینا سب کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ تو صرف اہل نظر ہی کا حصہ ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں ان باتوں کا علم ہر ایک کو نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کا تعلق کشف وکرامت سے ہے۔ اللہ عزوجل بسا اوقات اپنے خاص بندوں پر ان کا ظہور فرماتا ہے۔ شب قدر کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس رات میں سمندر کا کھاری پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ نیز انسان وجنات کے علاوہ کائنات کی ہر شئ اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے اعتراف میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے مگر یہ ہر ایک کو معلوم نہیں ہو سکتا۔

سمندر کا پانی میٹھا

عبید ابن عمران رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایک رات کو بحیرہ قلزم کے کنارے پر تھا اور اسی کھاری پانی سے وضو کرنے لگا۔ جب میں نے وہ پانی چکھا تو شہد سے بھی زیادہ میٹھا معلوم ہوا۔ مجھے بے حد تعجب ہوا۔ میں نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: اے عبید وہ لیلۃ القدر ہوگی۔ مزید فرمایا جس شخص نے یہ رات اللہ کی یاد میں گزاری۔ اس نے گویا ہزار ماہ سے بھی زیادہ عرصہ عبادت کی اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔

(تذکرۃ الواعظین)

حضرت عثمان ابن عاص کا غلام

حضرت عثمان ابن العاص کے غلام نے آپ سے عرض کیا کہ اے آقا! مجھے کشتی بانی کرتے۔ ایک عرصہ گزرا ہے۔ میں نے دریا کے پانی میں ایک عجیب بات محسوس کی ہے۔ جس کو میری عقل نہیں مانتی۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کیا عجیب بات ہے؟ عرض کیا: اے آقا! ہر سال ایک ایسی رات بھی آتی ہے جس میں سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ آپ نے غلام سے فرمایا کہ اس بار خیال رکھنا جیسے ہی رات میں پانی میٹھا ہو جائے تو مجھے مطلع کرنا۔ جب رمضان کی ستائیسویں رات آئی تو غلام نے آقا سے عرض کی کہ آقا! آج سمندر کا پانی میٹھا ہو چکا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

کلمہ شریف کا ورد

جس نے شب قدر میں تین مرتبہ کلمہ طیبہ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا تو پہلی مرتبہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیتا ہے اور دوسری مرتبہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ جہنم سے آزاد فرما دیتا ہے اور تیسری مرتبہ پڑھنے سے داخل جنت فرما دیتا ہے۔ (درۃ الناصحین)

آسمان کے دروازے کھلے رہتے ہیں

لیلۃ القدر میں آسمان کے دروازے کھلے رہتے ہیں جو بندہ شب قدر میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک تکبیر (یعنی ایک بار اللہ اکبر) کے بدلے میں جنت میں ایک ایسا سایہ دار درخت عطا فرمائے گا کہ اگر چلنے والا سو سال تک اس کے سائے میں چلے تو اس درخت کا سایہ طے نہ کر سکے گا اور ہر رکعت کے بدلے

ایک مکان جنت میں موتیوں یا قوت وزبرجد اور لوء لوء کا عطا فرمائے گا اور ہر سلام (پھیرنے) کے بدلے جنتی چادروں سے ایک چادر عطا فرمائے گا۔

(درۃ الناصحین)

جس نے لیلۃ القدر تھوڑی دیر عبادت کی

جن نے لیلۃ القدر میں تھوڑی دیر عبادت کی۔ اتنی دیر کہ جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہ لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے صائم الدھر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے والا) رہنے سے اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ بے شک شب قدر میں ایک آیت قرآنی کا پڑھنا اور راتوں میں پورے قرآن کریم پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ (درۃ الناصحین)

اتنے انعامات کے باوجود بھی اگر ہم شب قدر میں عبادت نہ کریں تو یہ ہماری بدنصیبی ہی ہوگی۔

شب قدر کی دُعا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا علم ہو جائے تو کیا پڑھوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس طرح دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ

یعنی اے اللہ! بے شک تو معاف فرمانے والا ہے۔

تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اور معافی دینے کو پسند بھی کرتا ہے لہٰذا مجھے بھی

معاف فرمادے۔ (مشکوۃ)

معافی کا اعلان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام ایک سبز جھنڈا لئے فرشتوں کی بہت بڑی فوج کے ساتھ زمین پر آتے ہیں اور اس سبز جھنڈے کو کعبہ معظمہ پر لہرا دیتے ہیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو صرف اسی رات کھولتے ہیں۔ وہ بازو مشرق و مغرب میں پھیل جاتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان آج رات قیام میں۔ نماز میں یا ذکر اللہ میں مشغول ہے اس سے سلام و مصافحہ کرو۔ نیز ان کی دعاؤں پر آمین بھی کہو۔ چنانچہ صبح تک یہی سلسلہ رہتا ہے۔ صبح ہونے پر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کو پھر واپس چلنے کا حکم فرماتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اے جبریل اللہ نے اپنے پیارے حبیب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حاجات کے بارے میں کیا کیا؟

حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں پر خصوصی نظر کرم فرمائی اور چار قسم کے لوگوں کے علاوہ تمام لوگوں کو معاف فرما دیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ چار قسم کے لوگ کون سے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

(۱) ایک تو عادی شرابی

(۲) دوسرا والدین کے نافرمان

(۳) تیسرے قطع رحمی کرنے والے یعنی رشتہ داروں سے رشتہ توڑنے والے

(۴) چوتھے وہ لوگ جو آپس میں بغض و کینہ رکھتے ہیں اور آپس میں قطع تعلق کرنے والے۔ (الترغیب والترہیب)

شب قدر عظمت والی رات ہے

شب قدر بخشش والی رات ہے

شب قدر معافی ملنے والی رات ہے

بدنصیب ہیں وہ لوگ

بدقسمت ہیں وہ لوگ

جن کی اس رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی جب تک وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔ حقوق العباد پورے نہ کریں۔ جب یہ لوگ توبہ کریں گے حقوق العباد ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے اپنی رحمت اور مغفرت کے دروازے کھول دے گا۔

فضل تیرے دی آس کریما ہور امید نہ کوئی
صدقہ اپنے پاک نبی دا بخش خطا جو ہوئی
عدل کریں تے تھر تھر کنبن اچیا شانا والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں جے منہ کالے
رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سکا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا تے کردے میوے بھریا

شب قدر کی تلاش

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو جو پالے گا۔ اس کا بیڑا پار ہو جائے گا۔ شب قدر کا تعین نہیں کیا۔ اسم اعظم کو اپنے ناموں میں چھپا دیا۔ ولی کو اپنے بندوں میں چھپا دیا۔ جمعہ کی ساعت کو چھپا دیا۔ اس میں حکمت ہے شب قدر کو چھپا دیا تاکہ تلاش میں رہیں۔ ساری راتوں میں عبادت کریں۔ کسی کا پیر آنے والا ہو انتظار میں لگے رہیں گے۔ انتظار میں جو مزا ہے وہ محبت والے ہی جانتے ہیں۔ ہر شب شب قدر است گر قدر بدانی۔ یہ حکمتیں ہیں وہ چھپا لیتا ہے لیکن مجنوں تو پا لیتا ہے۔ مجنوں ریت پر کچھ لکھ رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کیا لکھ رہا ہے اس نے کہا گفت مشق نام لیلیٰ می کنم۔ خاطر خود را تسلی می دہم۔

لیلیٰ کا نام لکھ کر اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔ وہ قبول کرے نہ کرے سجدے کرتے جاؤ۔ ایک شخص دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جبریل کو فرماتا ہے ٹھہر جا دعا قبول نہیں کرنی۔ ابھی اسے کچھ نہ دو اس کا رونا دھونا مجھے اچھا لگتا ہے۔ جب فاسق کچھ مانگتا ہے۔ جبریل کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسے جلدی دیدو یہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔

حضرت جبریل کی نماز

ایک مرتبہ حضرت جبریل نے نماز پڑھی۔ ہر رکن میں ستر ستر ہزار سال لگائے۔ عرض کی یا اللہ! ایسی نماز تو کسی نے نہیں پڑھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبریل میرے حبیب کے غلام شب قدر میں دو رکعت پڑھیں گے جو درجہ ان کی دو رکعت کا ہوگا۔ وہ تیری نماز کا نہیں۔ یہ سب صدقہ ہے حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کا۔

جنت کے آٹھ دروازے کھلے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے شب قدر میں دیکھا جنت کے آٹھ دروازے کھلے ہیں۔ ہر دراوزے پر ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ پہلا کہتا ہے خوشخبری ہے اس کے لئے جو اس رات میں قیام کرے۔ دوسرا کہتا ہے خوشخبری اس کے لئے جو اس رات میں رکوع کرے۔ تیسرا کہتا ہے خوشخبری ہے اس کے لئے جو اس رات میں سجدہ کرے۔ یہ ندا کرتے رہتے ہیں۔ حضور نے جبریل کو کہا کب تک کرتے ہیں۔ کہا طلوع فجر تک۔

جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔ اس کی چوڑائی آسمانوں کے برابر ہے۔ دروازے بھی بڑے بڑے ہوں گے۔ وہاں کھڑے ہو کر فرشتے ندا کر رہے ہیں۔ اللہ کا حبیب مدینے میں بیٹھ کر سن رہا ہے اور فرشتوں کو دیکھ رہا ہے۔ جو فرشتے کی ندا کو سن سکتا ہے کیا ہمارے درود پاک کو نہیں سن سکتا۔ جس نگاہ سے خدا نہیں چھپا خدائی کیسے چھپے گی۔ اس رات میں بے پناہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ بخشتا ہے مگر مشرک، قاطع رحم، بغض و حسد رکھنے والا مومن سے۔ عادی شرابی زانی۔ سود خور۔ ماں باپ کا نافرمان۔ جادو کرنے والا۔ جب تک سچے دل سے توبہ نہ کریں ان کی مغفرت نہیں ہوتی۔

نوافل پڑھیں

شب قدر میں نوافل جس طرح چاہیں پڑھیں اجر اور ثواب ملے گا اور گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تاہم اگر نیچے دی ہوئی ترتیب سے پڑھیں تو زیادہ

مناسب ہے۔ ان کے احادیث میں فضائل وارد ہوئے ہیں۔ چار رکعت اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ تکاثر ایک بار اور سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ عزوجل اس کو سکرات موت میں آسانی فرمائے گا۔ نیز عذاب قبر سے بھی محفوظ فرمائے گا اور نور کے چار ستون عطا فرمائے گا کہ ہر ستون میں ایک ہزار محل ہوں گے۔ (نزہۃ المجالس)

دوسری ترتیب

شب قدر میں دو رکعت نماز اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ استغفر اللہ واتوب الیہ پڑھیں تو اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخش دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ جنت میں اس کے لئے باغ لگائیں اور اس کے لئے مکانات بنائیں اور نہریں جاری کریں۔ وہ دنیا سے نہیں جاتا جب تک یہ سب کچھ دیکھ نہیں لیتا۔ (درۃ الناصحین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

چودھواں خطبہ

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ٥ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس: ۶۲)

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

تمام حضرات درود شریف پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! آج محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کو نذرانہ عقیدت پیش کروں گا۔ ربیع الاول کے بعد یہ ربیع الآخر کا مہینہ ہے۔ شہباز لامکانی حضرت غوث اعظم کے وصال کا مہینہ ہے۔ المعروف بڑی گیارہویں شریف کا مہینہ ہے۔

ربیع کا معنی ہے بہار۔ ربیع الاول پہلی بہار کا مہینہ ہے اور ربیع الآخر کا مہینہ آخری بہار کا مہینہ ہے۔ پہلی بہار نبوت کی بہار ہے اور آخری بہار ولایت کی

بہار ہے۔

سنّی دونوں بہاروں کو مانتے ہیں یعنی سنیوں کا عقیدہ بہاروں کا عقیدہ ہے۔ یہ جتنی بہاریں آرہی ہیں ان بہاروں کے صدقے آرہی ہیں۔ کوئی کسی بہار کونہیں مانتا کوئی کسی بہار کونہیں مانتا جو بہاروں کا دشمن ہے وہاں بہار کیسی آسکتی ہے وہاں پر تو خزاں ہی آئے گی۔

جہاں جہاں میلاد کے جلسے ہوتے ہیں وہاں وہاں گیارہویں شریف کے جلسے ہوتے ہیں۔ حضور کا ذکر کریں تو سارے نبیوں کا ذکر شامل ہے۔ غوث اعظم کا ذکر کریں تو سارے ولیوں کا ذکر شامل ہے۔ ہم رسول اعظم کے امتی ہیں اور غوث اعظم کے غلام ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ ہم نبیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں' ہم ولیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ

جس سے محبت ہوتی ہے۔ اکثر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم جو نبیوں ولیوں کا ذکر ہر وقت کرتے رہتے ہیں۔ یہ محبت کی نشانی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (ریاض الصالحین ج ا)

آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھے گا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ مانا کہ ہم گنہگار سیاہ ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں اٹھیں گے۔ انشاء اللہ حضرت غوث اعظم حضرت داتا صاحب۔ حضرت خواجہ صاحب کے غلاموں میں اٹھیں گے۔ جس طرح آج ان کا ذکر کرنے کی توفیق نصیب ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ قیامت کے دن ان کی زیارت کی بھی توفیق نصیب ہوگی۔

حضرت جنید بغدادی کا خبر دینا

اللہ تعالیٰ نے جو مقام نبیوں میں رسول اعظم کو عطا کیا ہے۔ وہی مقام اللہ تعالیٰ نے ولیوں میں غوث اعظم کو عطا کیا ہے۔ رسول اعظم کی ولادت کی بشارتیں نبیوں نے دی ہیں۔ غوث اعظم کی ولادت کی بشارتیں ولیوں نے دی ہیں۔

حضرت جنید بغدادی غوث اعظم کی ولادت سے تقریباً سو سال پہلے آپ نے ایک مرتبہ مراقبہ کیا۔ آپ کے مریدین بھی حلقے میں موجود تھے۔ سب مراقبے میں ہیں۔ اچانک حضرت جنید بغدادی نے مراقبے سے اپنا سر اٹھایا اور بلند آواز سے فرمایا: قَدَمِیْ عَلٰی رَقَبَتِیْ۔ اس کا قدم میری گردن پر۔ قَدَمِیْ عَلٰی رَاْسِیْ۔ اس کا قدم میرے سر پر۔ قَدَمِیْ عَلٰی قَلْبِیْ۔ اس کا قدم میرے دل پر جتنے مریدین بیٹھے تھے۔ سب حیران ہو گئے۔ عرض کی حضور وہ کون سی ہستی ہے۔ جس کا قدم مبارک آپ کی گردن پر۔ آپ کے سر پر۔ آپ کے دل پر حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: عنقریب ملک عراق میں ایک ایسی روحانی شخصیت پیدا ہوگی۔ جس کا نام نامی اسم گرامی عبدالقادر ہوگا۔ لقب محی الدین ہوگا۔ اس کا قدم ہوگا اور تمام ولیوں کی گردنیں ہوں گی۔ میں ابھی سے ہی اس کے قدم کے سامنے اپنی گردن خم کرتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی سو سال پہلے خبر دے رہے ہیں۔ کچھ لوگ نبی کے علم کو نہیں مانتے جب غلاموں کی شان یہ ہے' آقا کا مقام کیا ہوگا۔

حضرت غوث اعظم کے والد ماجد کا سفر

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کا نام نامی اسم گرامی سیّدنا ابو صالح موسیٰ جنگی دوست ہے۔ آپ کا جوانی کا عالم ہے۔ سفر کر رہے ہیں۔

دوپہر کا وقت ہے۔ آپ دریا کے کنارے سفر کر رہے ہیں۔ دیکھا کہ ایک سیب پانی میں بہتا ہوا جا رہا ہے۔ سفر کی وجہ سے بھوک کا غلبہ تھا۔ بھوک کے غلبے کی وجہ سے آپ نے سیب پکڑا اور کھانا شروع کر دیا۔ جب آدھا سیب کھا لیا فوراً احساس ہوا کہ میں نے آدھا سیب تو کھا لیا ہے لیکن مالک سے اجازت نہیں لی۔ اندازہ کریں آدھا سیب کیا حیثیت رکھتا ہے۔ فتویٰ کی رو سے جائز ہے لیکن تقوے کے منافی ہے۔ تقویٰ اجازت نہیں دیتا۔ ولی ہمیشہ تقوے پر عمل کرتا ہے۔ وہاں آدھا سیب یہاں جو چیز مل جائے ہضم کر جاتے ہیں۔ کل قیامت کے دن ایک ایک چیز کا حساب دینا پڑے گا۔

معاشرہ بہت بگڑ چکا ہے اس کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے۔ ایک ہی صورت ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ آ جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی کا کوئی غلام آ جائے تو قوم ضرور سنبھل سکتی ہے ورنہ صورت کوئی نہیں۔ مرض بڑے بڑے ہیں آپریشن کے لئے بڑے سرجن کی ضرورت ہے۔

حضرت غوث اعظم کے والد نے جب آدھا سیب کھا لیا تو فوراً خیال آیا۔ اس سیب کا کوئی نہ کوئی مالک ہوگا۔ اس کی اجازت کے بغیر میں نے آدھا سیب کھا لیا ہے۔ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ یہ احساس پیدا ہو تو مومن بنتا ہے۔ جدھر سے سیب بہتا ہوا آ رہا تھا۔ آپ نے ادھر چلنا شروع کر دیا۔ دریا کے کنارے جا رہے ہیں۔ آپ نے دیکھا دریا کے کنارے کے قریب سیبوں کا باغ ہے۔ سیب پکے ہوئے ہیں اور اس باغ کے درختوں کی ٹہنیاں دریا کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ آپ سمجھ گئے کہ اسی باغ کا سیب ہے۔ حضرت سیدنا ابو صالح نے باغ کے مالک کا پتہ پوچھا۔ پتہ بتایا گیا اس پتہ پر آپ وہاں پہنچے۔

دروازہ کھٹکھٹایا جب دروازہ کھلا تو اندر سے ایک نور کی تصویر نکلی۔ حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ بڑھاپے کا عالم ہے۔ عمر تقریباً 70 سال کے قریب ہے' آپ نے دروازہ کھول کر دیکھا تو دروازے پر ایک نوجوان شہزادہ کھڑا ہے۔ حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام حسین کے خاندان کے شہزادے ہیں اور حضرت ابو صالح سیّدنا حضرت امام حسن کے خاندانکے شہزادے ہیں۔ امام حسن کے خاندان کا شہزادہ امام حسین کے خاندان کے سامنے کھڑا ہے۔

سیّدنا عبداللہ صومعی

نے پوچھا بیٹا کیا بات ہے

سیّدنا ابو صالح نے عرض کی

کہ حضور آپ کے باغ کا سیب پانی

میں بہتا ہوا جا رہا تھا

میں نے بھوک کی وجہ سے آدھا

سیب کھا لیا ہے میں آپ سے

آدھا سیب معاف کرنے آیا ہوں

سیّدنا عبداللہ صومعی رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے غوث تھے۔ صاحب دل اور صاحب نظر تھے۔ ولی کامل تھے۔ آپ پہچان گئے اور دلہی دل میں کہا ایسا شاہین آ گیا ہے تو اب جانے نہ پائے۔ فرمایا: بیٹا تم نے میری اجازت کے بغیر آدھا سیب کھایا ہے تو میری دو شرطیں ہیں۔ اگر وہ تسلیم کر لو تو آدھا سیب معاف کر دوں گا اور اگر نہیں مانو گے تو کل قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا۔ تمہارا گریبان ہوگا۔ حضرت ابو صالح نے عرض کی حضور وہ کیا شرطیں ہیں۔ فرمایا: پہلی شرط یہ

ہے کہ جس باغ کا سیب تم نے کھایا ہے۔ اسی باغ کی تمہیں بارہ سال باغبانی کرنی ہوگی۔ عرض کی حضور مجھے منظور ہے بشرطیکہ آپ معاف کر دیں دوسری شرط بارہ سال کے بعد بتاؤں گا۔ اگر وہ شرط تم نے قبول کر لی تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ اگر قبول نہ کی تو قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا۔ تمہارا گریبان ہوگا۔ حضرت ابوصالح نے کہا حضور مجھے منظور ہے۔ آپ نے باغبانی شروع کر دی۔ درختوں کو پانی دیتے رہے۔ حفاظت کرتے رہے۔ بارہ سال پورے ہو گئے۔ پہلی شرط پوری ہوگئی ہے۔ اب دوسری شرط بتائیں۔ سیّدنا عبداللہ صومعی نے فرمایا کچھ سیب توڑ کر لاؤ۔ سیب توڑ کر ٹوکری میں رکھ کر لائے۔ حضرت صومعی نے سیب اٹھایا تو کچا تھا دوسرا پھیکا تھا۔ تیسرا کھٹا تھا۔ صومعی فرماتے ہیں تم اتنا عرصہ باغ کی باغبانی کرتے رہے ہو ابھی تک پتہ نہیں چلا میٹھا سیب کونسا ہے۔ پھیکا کون سا ہے۔ ابوصالح کی نگاہیں جھک گئیں۔ عرض کی حضور میں نے بارہ سال باغ کی باغبانی کی ہے۔ سیب نہیں کھایا۔ میں نے آدھا سیب کھایا تھا۔ بارہ سال باغبانی کرنی پڑی ہے۔ اگر روز بغیر اجازت کھاتا رہتا تو مجھے قیامت کے حساب سے کون بچا سکتا۔

آج کل کا کوئی ہوتا تو درختوں کے درخت غائب کر جاتا۔

علی احمد صابر کلیری

حضرت علی احمد صابر کلیری بابا فرید گنج شکر کے بھانجے ہیں اور داماد بھی ہیں۔ بابا فرید گنج شکر نے اپنی شہزادی کی شادی اپنے بھانجے علی احمد صابر کلیری سے فرمائی۔ بابا صاحب نے لنگر خانے کا سارا انتظام اپنے بھانجے کے سپرد کیا۔ فرمایا: بیٹا یہ لنگر کا سارا انتظام تمہارے سپرد ہے۔ جب کچھ عرصہ گزرا حضرت علی

احمد صابر سوکھ کر کانٹا ہو چکے ہیں۔ بابا صاحب نے فرمایا: بیٹا میں نے لنگر خانہ تمہارے سپرد کیا تھا۔ جتنا چاہتے کھاتے۔ معلوم ہوتا ہے تم کم کھاتے رہے ہو مہمانوں کو زیادہ کھلاتے رہے ہو۔ حضرت علی احمد صابر نے عرض کی بابا جی آپ نے کھلانے کی اجازت دی تھی نہ کہ خود کھانے کی اجازت دی تھی۔ حضرت ابوصالح نے عرض کی حضور میں نے بارہ سال تک باغبانی کی ہے۔ ایک سیب کھا کر نہیں دیکھا۔ اس امتحان میں تم پورے اترے ہو۔ اب دوسری شرط ہے۔

میری ایک بیٹی ہے جو آنکھوں سے اندھی ہے۔ کانوں سے بہری ہے۔ پاؤں سے لنگڑی۔ میں چاہتا ہوں تیرے ساتھ اس کی شادی کر دوں۔ سوچا شادی تو خدمت کے لئے ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے مجھے ساری زندگی خدمت کرنی پڑے گی۔ حضور مجھے منظور ہے۔ شادی ہوگئی۔ شب زفاف پہلی رات ہے۔ کمرے میں اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ آدھی رات کا وقت ہے۔ ایک مقدس خاتون کمرے میں آئی۔ خاتون پر نظر پڑی تو نظر کو بند کر لیا۔ آپ نے سمجھا کوئی اجنبی عورت ہے۔ شادی والا گھر ہے۔ راستہ بھول کر کوئی عورت ادھر آ گئی ہے۔ جو نشانیاں میری بیوی میں بتائی گئی ہیں وہ اس میں نہیں ہیں۔ نگاہ ناپاک نہ ہو جائے۔

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ حق نے دل کو کیا ہے نگاہ کا پیرو

حضرت ابوصالح حضرت عبداللہ صومعی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی ایک اجنبی عورت میرے کمرے میں داخل ہوگئی۔ حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا بیٹا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اجنبی عورت نہیں تھی۔ وہ تیری

بیوی تھی میری بیٹی تھی۔ عرض کی حضور آپ فرماتے ہیں اندھی ہے، بہری ہے، لنگڑی ہے وہ تو سالم الاعضا تھی۔

فرمایا بیٹا میں نے اندھی اس لئے نہیں کہا کہ اس کی آنکھیں نہیں ہیں۔ اندھی اس لئے کہا تھا کہ آج تک اس نے اپنی آنکھوں سے کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا۔ میں نے بہری اس لئے نہیں کہا تھا کہ اس کے کان نہیں ہیں۔ اس لئے کہا تھا کہ آج تک اس نے کسی غیر مرد کی آواز کو نہیں سنا۔ میں نے کہا تھا لنگڑی ہے۔ اس لئے نہیں کہا تھا کہ اس کے پاؤں نہیں ہیں۔ اس لئے کہا تھا کہ آج تک گھر سے باہر نہیں نکلی۔ جب بیوی ایسی ہو خاوند ایسا ہو تو بیٹا کیوں نہ غوث اعظم ہو۔ غوث اعظم گھر گھر پیدا نہیں ہوتا یہ اللہ کی عطا ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

رمضان شریف میں ولادت

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ رمضان شریف کی پہلی تاریخ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے پہلی تاریخ کو ہی روزہ رکھا۔ پورے رمضان میں روزے رکھے۔ والدہ ماجدہ فرماتی ہیں رمضان شریف میں میرے بیٹے نے دودھ نہیں پیا۔ دن کے وقت یا سحری کو پیتا ہے یا افطاری کو پیتا ہے۔ رمضان شریف کی انتیس تاریخ تھی۔ آسمان پر گہرے بادل تھے۔ چاند کے متعلق یقین نہیں ہو سکا کہ چاند نکلا ہے کہ نہیں۔ صبح کا وقت ہوا۔ محلے کی خواتین غوث پاک کی والدہ کے پاس آئیں۔ عرض کی رات آسمان پر گہرے بادل چھائے رہے۔ چاند نظر نہیں آیا۔ کیا حکم ہے؟ آج روزہ ہے کہ عید ہے۔ حضرت غوث اعظم کی والدہ نے فرمایا: آج روزہ ہے۔ آج رمضان شریف کی تیس تاریخ ہے۔ آج میرے بیٹے نے سحری کے وقت دودھ پیا ہے۔ اس کے بعد دودھ نہیں پیا۔ آج روزہ ہے۔

آسمان کی بلندیوں پر نظر ہے کہ چاند چڑھا ہے کہ نہیں۔

جب غلاموں کی شان یہ ہے آقا کا مقام کیا ہوگا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللہِ جَمْعًا

کَخَرْدِلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

آپ فرماتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کے تمام ملکوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح ہتھیلی پر رائی کا دانہ ہو۔ آج بے ادب کہتے ہیں حضور کو دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں ہے۔ حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں جب میں نگاہ اٹھاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی ساری خدائی کو دیکھ لیتا ہوں۔ خدا ہی جانتا ہے جب غوث اعظم کی شان یہ ہے تو رسول اعظم کا مقام کیا ہوگا۔

یک زمانہ صحبت باولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ولی کی بارگاہ میں ایک لمحہ جا کر بیٹھ جانا۔ سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ شرط یہ ہے کہ ولی ہو۔ وہ مرید قابل رحم ہیں جو بناوٹی پیروں کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔ دھوکے باز اور فراڈیے ولی کا غلام بن جانا پہلی نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں اور کامل ولی کے پاس ایک لمحہ بیٹھ جانا سو سال کی عبادت بے ریاء سے بہتر ہے۔

حضرت غوث اعظم کا جبہ اور ڈاکو

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جب کبھی سفر پہ جاتے تو ہمیشہ بوریا ٹاٹ کا لباس پہنتے تھے اوپر بڑا قیمتی۔ شاہانہ جبہ زیب تن کرتے تھے۔ آج ہمارے ہاں

جو جبے اور عمامے پہنتے ہیں۔ یہ سب بناوٹ ہے۔ حضرت غوث پاک فرماتے ہیں میں سفر میں قیمتی جبہ صرف اس لئے پہنتا ہوں۔ اگر سفر میں کوئی منگتا' کوئی محتاج' غریب' مسکین آجائے میرے پاس اور کچھ نہ ہو تو کم از کم اسے جبہ ہی اتار کر دے دوں تا کہ وہ زندگی بھر محتاج نہ ہو۔

حضرت شیخ سعدی

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم سفر پر تھے۔ ڈاکو نے جب آپ کے قیمتی جبہ کو دیکھا تو ڈاکے کی نیت سے آگے بڑھا اور آ کر غوث پاک کے جبے کو پکڑ لیا اور کہا اسے اتار دو۔ اپنی طرف سے وہ ڈاکو دھمکی دے رہا ہے۔ شہنشاہ بغداد کی نگاہ اس ڈاکو پر پڑی تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ اس نے میرا دامن پکڑ لیا ہے اب قیامت تک چھوٹنے نہ پائے۔ یا اللہ! اب اس کی نیت کو نہ دیکھ' میرے دامن کو دیکھ۔ آپ نے ایسی نظر اس ڈاکو پر ڈالی۔ ولی بنا دیا۔ ہزاروں سال وہ ڈاکو عبادت کرتا رہتا۔ یہ مقام نہ ملتا جو آپ کی نگاہ سے ایک لمحہ میں مل گیا۔

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں: مددے کعبۂ ایماں مددے

تفسیر بیان فرمائی

حضرات! آپ کے علمی کمال کا یہ حال تھا کہ جب بغداد میں آپ کی مجالس وعظ میں ساٹھ ساٹھ اور ستر ستر ہزار سامعین کا مجمع ہونے لگا تو بعض عالموں کو حسد ہونے لگا کہ ایک عجمی شخص کو بغداد میں اس قدر مقبولیت کیوں کر حاصل ہو گئی؟

چنانچہ حافظ ابوالعباس احمد بن احمد بغدادی اور علامہ حافظ عبدالرحمٰن بن الجوزی جو دونوں اپنے وقت میں علم کے سمندر اور حدیثوں کے پہاڑ شمار کیے جاتے تھے آپ کی مجلس وعظ میں بغرض امتحان حاضر ہوئے اور یہ دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ جب حضور غوثیت مآب نے وعظ شروع کیا تو ایک آیت کی تفسیر بیان فرمانے لگے۔ پہلی تفسیر سنائی تو ان دونوں عالموں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور دونوں نے تصدیق کرتے ہوئے سر ہلا دیا۔ اسی طرح گیارہ تفسیروں تک تو دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر سر ہلاتے اور تصدیق کرتے رہے مگر جب حضرت غوث اعظم نے بارہویں تفسیر بیان فرمائی تو اس تفسیر سے دونوں ہی لاعلم تھے۔ اس لیے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں آپ کا منہ تکنے لگے۔ اسی طرح چالیس تفسیریں آیت کی آپ بیان فرماتے چلے گئے اور یہ دونوں محو حیرت بنے رہے اور سر دھنتے رہے پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ رَجَعْنَا مِنَ الْقَالِ اِلَی الْحَالِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ یعنی اب قال سے ہم حال کی طرف پلٹے۔ یہ فرمایا اور ایک مرتبہ جو بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا نعرہ بلند فرمایا تو ساری مجلس میں ایک جوش کی کیفیت اور اضطراب پیدا ہو گیا اور علامہ ابن جوزی نے جوش حال میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ (بہجۃ الاسرار)

ایک سو علماء کرام امتحان کے لئے آئے

حضرات اسی طرح مفرج بن نبہان کا بیان ہے کہ بغداد کے ایک سو علماء کرام آپ کی مجلس میں امتحان کے لئے آئے۔ ہر ایک نے ایک ایک مسئلہ اپنے ذہن میں رکھا۔ حضرت غوث اعظم نے قبل اس کے کہ کوئی سوال کرے آپ سر جھکا کر مراقبے میں چلے گئے۔ پھر آپ کے سینے سے ایک نورانی تجلی نمودار ہوئی

اور بجلی کی طرح کوند کر تمام علماء کرام کے سینوں میں داخل ہو گئی۔ سب کے سب چیخ مار کر اپنے کپڑوں کو پھاڑنے لگے۔ عمامے پھینک دیئے۔ سر غوث اعظم کے قدموں میں رکھ دیئے۔ حضرت غوث اعظم نے ہر ایک کو اپنے سینے سے لگایا اور خود ہی ہر ایک کا سوال بھی بتایا اور اس کا جواب بھی بتایا۔ سب آرام سے بیٹھ گئے۔ مفرج بن نبہان کہتے ہیں میں نے علماء کرام سے بعد میں پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ انہوں نے کہا ہمارا سارا علم سلب ہو گیا تھا ہم بے قرار ہو گئے۔ لیکن جب غوث اعظم نے ہمیں اپنے سینے سے لگایا تو ہمارا سارا علم واپس آ گیا بلکہ علوم سے مالا مال ہو گئے۔ (قلائد الجواہر)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا علمی کمال اتنا بلند ہے کہ آپ کے اساتذہ کرام نے اعتراف کرتے ہوئے آپ کو بڑی بڑی بشارتیں دیں۔ حضرت ابو سعید مخزومی رضی اللہ عنہ جو آپ کے فقہ کے استاذ ہیں اور شیخ خرقہ ہیں۔ فرمایا کرتے تھے اے عبدالقادر عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ تمہاری ذات مرجع خلائق ہو گی اور تم سے رشد و ہدایت کا ایسا دریا جاری ہو گا جس سے فیض حاصل کر کے ہزاروں بندگان خدا سیراب ہوں گے۔

علم تصوف

حضرت غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ عنہ علماء کرام سے بغداد میں علم فقہ، علم تفسیر، علم حدیث پڑھنے کے بعد آپ نے علم تصوف پڑھا۔ حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم دباس بغداد کے صوفیاء کرام میں مشہور تھے۔ ان کی خانقاہ تشریف لے گئے۔ حماد کا اصلی وطن ''رجلہ'' ہے۔ مگر آپ بغداد کے محلہ مظفریہ میں رہتے تھے۔ مستجاب الدعوات اور صاحب کرامت تھے۔ عربی زبان میں انگور کا شیرہ بیچنے

والے کو ''دباس'' کہتے ہیں۔ آپ چونکہ انگور کا شیرہ بیچتے تھے اس لئے آپ کو ''دباس'' کہتے ہیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

علم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد میرے دل میں کچھ وسوسے اور خطرات پیدا ہو گئے تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی یا اللہ! مجھے اپنے نیک بندے کی صحبت عطا فرما جو میرے قلبی وسوسوں کو دور کر دے۔ چنانچہ دوسرے دن جب میں محلہ مظفریہ سے گزر رہا تھا تو ایک بزرگ نے اپنا دروازہ کھول کر مجھے میرا نام لے کر پکارا اور فرمایا کہ تم نے رات میں کیا دعا مانگی تھی؟ میں ان کی ہیبت سے اس قدر مرعوب ہو گیا کہ مجھے اپنی دعا کا خیال نہیں آیا اور میں کچھ بول نہ سکا تو انہوں نے میری خاموشی پر غضبناک ہو کر اتنے زور سے اپنا دروازہ بند کیا کہ دروازے کی خاک اور دھول اڑ کر میرے اوپر پڑ گئی۔ پھر میں جب کچھ دور چلا تو مجھے اپنی دعا کا خیال آ گیا اور میں فوراً ہی واپس لوٹ کر ان بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنے وسوسوں کو ان کے سامنے عرض کیا تو انہوں نے مجھ پر کچھ ایسا تصرف فرمایا کہ میرے شبہات اور وسوسے ایک دم دور ہو گئے اور مجھے ان سے ایسی والہانہ عقیدت ہو گئی کہ ایک مدت دراز تک ان کی خدمت میں رہ کر علم طریقت اور تصوف کا سبق لیتا رہا اور راہ سلوک کی منزلیں طے کرتا رہا۔ پھر فرمایا: یہ بزرگ حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم دباس تھے۔ (قلائد الجواہر)

ریاضت ومجاہدہ

علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کے بعد آپ ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ مہینوں تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔ ویرانوں اور جنگلوں میں بھوکے پیاسے

پھرتے رہتے تھے۔

بڑے بڑے مجاہدے کئے

مراقبے کرتے رہے

مہینوں تک کچھ نہیں کھاتے تھے

کبھی کبھی چالیس چالیس

دنوں تک بے آب ودانہ

عبادت میں مشغول رہ کر

خواہش نفسانیہ سے لڑتے رہتے

حضرت غوث اعظم پچیس سال تک عراق کے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک نہ میں لوگوں کو پہچانتا تھا اور نہ لوگ مجھے پہچانتے تھے۔ میں چالیس سال تک نماز عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتا رہا اور پندرہ سال تک نماز عشاء کے بعد سے صبح تک ایک قرآن مجید ختم کرتا رہا۔ (بہجۃ الاسرار)

شیطانی حملہ

مجاہدے کے دوران بارہا شیطان نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ کیا لیکن ہمیشہ ناکام رہا اور ذلیل ورسوا ہوا۔ ایک مرتبہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ ایسے میدان میں پہنچ گئے جہاں پانی کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ جب آپ پر شدت پیاس کا غلبہ ہوا تو کیا دیکھا کہ اچانک آسمان پر بادل کا ٹکڑا آ گیا اور بارش ہونے لگی۔ جس سے آپ سیراب ہو گئے پھر ایک دم ایک روشنی ظاہر ہوئی اور آواز آئی اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں تو میرا مقبول بندہ ہے۔ میں نے تمام حرام

چیزوں کو تیرے لئے حلال کر دیا ہے۔ آپ نے فوراً پڑھا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

''میں پناہ میں آتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے''

فرمایا: مردود تو دور ہو جا۔ ایک دم روشنی غائب ہوگئی اور آواز آئی اے عبدالقادر! آج تجھ کو تیرے علم نے بچالیا ہے ورنہ ستر اولیاء کو میں نے اسی طرح گمراہ کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر جاتے ہوئے حملہ کر رہا ہے۔ مجھے میرے علم نے نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل نے بچایا ہے۔ (قلائد الجواہر)

آجکل کا کوئی پیر ہوتا تو مریدوں کو کہتا تمام حرام چیزیں حلال ہو چکی ہیں۔ اب شریعت کی پابندی ختم ہو چکی ہے جو چاہو کرو۔ آج کے بناوٹی پیروں کے کام شیطان والے ہیں نام رکھ لیا ہے ولی۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

کار شیطان میکند نامش ولی
گر ولی این است لعنت بر ولی

بناوٹی پیر اپنی مریدنیوں میں بے پردہ آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مریدنیوں سے پیر دبواتے ہیں اور ان کے گال تھپکاتے ہیں۔ یہ ساری باتیں خلاف شرع ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

وَلَا وَاللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَدَ امْرَأَۃٍ قَطُّ غَیْرَ اَنَّہٗ یُبَایِعُھُنَّ بِالْکَلَامِ (مسلم شریف)

''اللہ کی قسم! عورتوں سے بیعت لیے وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کبھی کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا بلکہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم صرف زبانی زبانی عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔''

میرے عزیز دوستو! زندگی اسلام کے مطابق گزارو۔ اگر پیر اسلام کے خلاف ہے تو چھوڑ دو ثواب ہوگا۔

اگر تمہارا پیر بے نمازی ہے
اپنی بیوی کو پردہ نہیں کراتا
مریدنیوں کو پردے کا حکم نہیں دیتا
خلاف شرع حرکتیں کرتا ہے
حضور کی سنت کا خیال نہیں کرتا
اگر اس کے پاس قرآن
پڑھا جائے اسے پتہ ہی نہیں
قرآن پڑھا جارہا ہے کہ اخبار پڑھا جارہا ہے

وہ پیر جہنم میں جائے گا اور مریدوں کو بھی جہنم میں لے جائے گا۔ ہم ایسے پیروں کو مانتے ہیں جو جہنمیوں کو جنت میں لے جائیں۔ پیر وہ ہے جو سرکار مدینہ کی سنت پر عمل کرے اس کا ہر قدم قرآن وسنت کے مطابق اٹھے۔

بیعت

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سالہا سال کے مجاہدے کے بعد میں نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں کچھ نہ کھاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے نہ کھلائے اور کچھ نہ پیوں گا جب تک اللہ تعالیٰ نہ پلائے پھر چالیس دن بغیر کھائے پیئے گزار دیئے۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ میرے قریب سے گزرے اور مجھے اپنے گھر بلایا اور مجھے اپنے ہاتھ سے کھلایا اور پلایا۔

حضرت ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہیں کھلا پلا رہا ہوں۔ تمہارا عہد جو اللہ تعالیٰ سے کیا تھا پورا ہو گیا۔ پھر حضرت خواجہ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خرقہ پہنا کر اپنی خلافت عطا فرمائی۔

(بہجۃ الاسرار)

درس وتدریس

شیخ طریقت خواجہ ابو سعید مخزومی رضی اللہ عنہ آپ کے پیر و مرشد آپ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ اپنا مدرسہ جو باب الازج میں تھا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دیا جب آپ مدرسہ میں مسند درس پر بیٹھے تو آپ نے پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر طرف آپ کی شہرت ہوگئی۔ طالبعلموں کا اتنا ہجوم ہو گیا کہ مدرسہ کی عمارت تنگ ہوگئی۔ عمارت کو وسیع کرنا پڑا۔ آپ نے اہل بغداد کے امراء کو کہا تو انہوں نے شاندار عمارت تعمیر کر دی اور یہ مدرسہ آپ کے نام سے منسوب ہو کر "جامعہ قادریہ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ دوسرے ملکوں سے بھی طالبعلم آکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ طلبہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مختلف ممالک میں جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے عام لوگوں کے لئے وعظ کی مجلس بھی قائم فرمائی تا کہ عام لوگ بھی آپ کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی کو ولایت عطا کرتا ہے تو اسے علم کے خزانے عطا فرماتا ہے۔ جب کسی کے پاس علم نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا ولی بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے علم لدنی عطا فرماتا ہے بغیر علم کے ولی نہیں ہو سکتا۔

جامع مسجد بغداد میں پہلا خطبہ

عام لوگوں کے لئے آپ نے وعظ بھی شروع کیا تا کہ عام لوگ آپ کے

فیض سے محروم نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (پ۱۴)

حکمت اور عمدہ وعظ کے ذریعے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دعوت دو۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا جامع مسجد بغداد میں پہلا خطبہ تھا۔ آج فرشتوں کی ڈیوٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ لوگ کہتے ہیں ہم گھروں میں بیٹھے ہوئے یہ منادی سن رہے تھے۔ ہواؤں اور فضاؤں میں یہ اعلان ہو رہے تھے۔ چلو جامع مسجد بغداد میں چل کر عبدالقادر جیلانی کا وعظ سنو۔ لوگ دوڑے ہوئے جامع مسجد میں آئے۔ سیّدنا حضرت غوث اعظم پہلی مرتبہ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں۔ کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے ہیں۔

مسجد بھر گئی ہے
ہر طرف لوگ موجود ہیں
عام لوگ موجود ہیں
اولیاء موجود ہیں
رجال الغیب موجود ہیں
ہر طبقے کے لوگ موجود ہیں
چھوٹے بھی موجود ہیں بڑے بھی موجود ہیں

آپ نے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: یا اللہ! ایسا بیان کرنے کی توفیق دے جو آئے خالی دامن نہ جائے فیض

لے کر جائے۔

یہ رشد و ہدایت کا سلسلہ بند نہ ہو تا قیامت جاری رہے

گنہگار آئے تو متقی بن کر جائے

متقی آئے تو ولی بن کر جائے

ولی آئے تو قطب بن کر جائے

مشرک آئے تو مسلمان بن کر جائے

سیّدنا غوث اعظم کی آنکھیں ابھی بند تھیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیٹا تو وعظ شروع کیوں نہیں کرتا تو اپنا منہ کھول۔ غوث اعظم نے منہ کھولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن عطا کیا۔ غوث اعظم فرماتے ہیں کہ لعاب دہن چوس رہا تھا مجھے علم وحکمت کے خزانے مل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ لعاب دہن عطا کیا۔ حضور نے حضرت ابو ہریرہ کو لعاب دہن عطا کیا۔ حافظہ ٹھیک ہو گیا۔ علم کے خزانے عطا کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ فرمایا: بیٹا منہ کھولو۔ چھ مرتبہ لعاب دہن عطا کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس جانے لگے۔ غوث اعظم نے عرض کی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ لعاب دہن عطا کیا ہے۔ آپ نے چھ مرتبہ عطا کیا ہے۔ ایک مرتبہ اور عطا کر دیں تاکہ حساب برابر ہو جائے۔ حضرت علی نے فرمایا: بیٹا! وہ آقا ہیں میں غلام ہوں برابری کیسی۔ صحابی رسول ہو کر گنتی میں برابری نہیں کرتے۔

بعض لوگ ہر بات میں برابری کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرار نبوت کے خزانے عطا کئے۔ حضرت علی نے اسرار ولایت کے خزانے عطا

کیے ہیں۔ پھر غوث اعظم کی شان کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

جتنا بڑا ولی ہوگا

اتنا ہی بڑا عالم ہوگا

اگر ولایت میں آپ کی مثال نہیں ملتی

تو علم میں بھی آپ کی مثال نہیں ملتی

جب غوث اعظم وعظ فرماتے تو ستر ستر ہزار سامعین ہوتے دور دراز سے سواریوں پر سوار ہو کر آتے۔ ہر وعظ میں سینکڑوں گنہگار توبہ کرتے۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر رہوتا۔ یہود و نصاریٰ اور مشرک کفار اسلام قبول کرتے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کی تبلیغ کی ہر طرف اسلام کا نور پھیل گیا۔
(قلائد الجواہر)

ابن سقا کی حکایت

عبداللہ بن علی حضروں تمیمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ میں علم حاصل کرنے کے لئے بغداد شریف آیا اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ ابن سقا بھی میرے ساتھ پڑھتا تھا۔ میرا ہم جماعت اور ہم سبق تھا اور حضرت عبدالقادر جیلانی بھی ہم جماعت تھے۔ اللہ کی عبادت کرتے اور جب وقت ملتا اہل اللہ کی زیارت کے لئے نکل جاتے۔ بغداد شریف میں ایک شخص کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ وہ غوث وقت ہے۔ جب چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے غیب ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس کی زیارت کا شوق ہوا۔ عبداللہ تمیمی کہتے ہیں میں اور میرے دو ساتھی طالبعلم ابن سقا اور شیخ عبدالقادر جیلانی اس غوث کی زیارت کے لئے گئے۔ راستے میں ابن سقا نے کہا میں اس غوث

سے ایسا سوال کروں گا۔ وہ چکرا جائے گا اور میرے سوال کا جواب نہیں دے سکے گا۔ میں نے کہا میں سوال تو سخت کروں گا۔ دیکھوں گا کیا جواب دیتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا: تمہارے الفاظ ٹھیک نہیں ہیں۔ یہ کلمات بے ادبی اور گستاخی سے بھرے ہوئے ہیں میں تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دیکھوں گا مجھے کتنا فیض ملتا ہے۔ تینوں جب وہاں پہنچے وہ بزرگ ان کو دیکھتے ہی غائب ہو گئے پھر اچانک ظاہر ہو گئے اور ابن سقا کی طرف غضبناک ہو کر فرمایا اے ابن سقا خدا تیرا بھلا نہ کرے تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتا ہے جس کا جواب مجھے نہ آتا ہو۔ تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے جسم میں کفر کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔

عبداللہ تمیمی فرماتے ہیں کہ پھر وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے عبداللہ! تیرا خیال ہے کہ میں تیرے سوال کا جواب نہ دے سکوں گا۔ تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تیرے کانوں کی لو تک پہنچ چکی ہے۔ پھر وہ بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ فرمایا: اے عبدالقادر! تم نے ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی کر لیا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد کی جامع مسجد کے منبر پر بیٹھا ہوا ہے اور وعظ کر رہا ہے اور لاکھوں انسان تیرے وعظ سے مستفیض ہو رہے ہیں اور تو کہہ رہا ہے۔ قَدَمِیْ ھٰذَا عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔ ”میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے“۔

اور مجھ یہ بھی نظر آ رہا ہے کہ تمام اولیاء اللہ نے تیری بزرگی کے سامنے اپنی گردنوں کو جھکا دیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ ہم سے غائب ہو گئے اور پھر ان کا کسی

کو پتہ نہ چل سکا۔

حضرت عبداللہ تمیمی کہتے ہیں کہ جس طرح اس غوث نے کہا تھا اللہ تعالی نے اسی طرح کر دیا۔

ابن سقا کا انجام

ابن سقا نے ہر علم میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ ہر طرف اس کے علم کا چرچا ہونے لگا۔ بڑے بڑے عالم فاضل اس سے مناظرہ میں شکست کھا گئے۔ روم میں سفیر بن کر چلا گیا۔ روم کے عیسائی بادشاہ نے اپنے تمام پادریوں کو جمع کیا اور ابن سقا کو مناظرے کی دعوت دی۔ ابن سقا نے تمام پادریوں کو شکست فاش دی اور لاجواب کر دیا۔ روم کا بادشاہ اس صورت حال کو دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ اچانک اس کی جوان بیٹی پر ابن سقا کی نظر پڑ گئی اور وہ اس پر عاشق ہو گیا۔ ابن سقا نے بادشاہ کو کہا اپنی اس بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دے۔ بادشاہ نے کہا اس شرط پر نکاح کر سکتا ہوں کہ تو اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کر لے۔ ابن سقا نے اسلام کو چھوڑ دیا۔ مرتد ہو گیا اور عیسائیت کو قبول کر لیا۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دیا۔

نکاح کے ساتھ ہی اس کے جسم میں کوڑھ کی بیماری پھیل گئی۔ بادشاہ نے اس کو اٹھوا کر شہر سے باہر پھینکوا دیا۔ جو شخص اس کے پاس سے گزرتا تھا اس پر لعنت بھیجتا تھا۔ لوگ کہتے تھے یہ وہ آدمی ہے جس نے ایک ولی اللہ کی بے ادبی کی ہے۔ آخر وہ اسی حالت میں مر گیا۔

بے ادبان مقصود نہ حاصل نہ در گاہے ڈھوئی
تے منزل مقصود نہیں پہنچا باجھ ادب دے کوئی

عبداللہ تمیمی کہتے ہیں مجھے سلطان نورالدین شہید نے دمشق میں بلایا اور وزیر اوقاف بنا دیا۔ میں نے دیکھا دنیا میرے کانوں کی لو تک پہنچ چکی ہے۔ میرے بارے میں بھی غوث کا کہنا صحیح ہوا مگر میرا ایمان سلامت رہا کیونکہ میری بے ادبی کم تھی۔ شیخ عبدالقادر کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بغداد کی مسجد کے منبر پر فرما رہے ہیں میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ جتنے اولیاء اللہ مجلس میں تھے سب نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

جس کی منبر بنیں گردنیں اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

(نزہۃ الخاطر) (بہجۃ الاسرار)

آپ کا مشہور فرمان

آپ کا مشہور ارشاد ہے کہ جب تک کسی شخص میں بارہ خصلتیں بارہ وصف نہ ہوں مشائخ کی مسند پر بیٹھنا جائز نہیں ہے اور وہ بارہ خصائل یہ ہیں:

(۱) عیب پوشی (۲) رحم دلی (۳) شفقت۔ (۴) مہربانی (۵) سچائی (۶) حق گوئی (۷) نیکی کا حکم دینا (۸) برائی سے منع کرنا (۹) مسکینوں کو کھانا کھلانا (۱۰) راتوں کو جاگ کر عبادت کرنا (۱۱) ضروریات دین کا علم حاصل کرنا (۱۲) سخاوت و جواں مردی اختیار کرنا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کرامات غوث اعظم

اب چند کرامتیں غوث اعظم کی آپ کو سناتا ہوں۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے۔ لوگ صبح کی نماز پڑھ کر ہی بیٹھنا شروع ہو جاتے تھے کہ پتہ نہیں پھر جگہ ملے کہ نہ ملے۔ خلق خدا کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا تھا۔ لوگ دور دراز علاقوں سے سواریوں پر آتے تھے۔ بے شمار صفیں ہوتی تھیں۔ ایک شخص پہلی صف میں بیٹھا وعظ سن رہا تھا۔ غوث اعظم منبر پر وعظ فرما رہے تھے۔ غوث اعظم نے دیکھا کہ یہ نمازی پریشان ہے۔ آپ دوران وعظ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ نمازی کے سر پر ہاتھ رکھا پھر منبر پر رونق افروز ہو گئے اور وعظ شروع کر دیا جس وقت وعظ ختم ہوا تو لوگوں نے حضرت غوث اعظم سے عرض کی کہ آپ دوران وعظ منبر سے نیچے تشریف لائے۔

ایک نمازی کے سر پر ہاتھ رکھا پھر منبر پر واپس تشریف لے گئے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نمازی سے ہی پوچھ لو۔ سب نے اس نمازی سے پوچھا۔ اس نمازی نے کہا میں وعظ سننے کے لئے صبح سے ہی بیٹھا ہوا تھا میرے پیٹ میں درد شروع ہو گیا اور قضائے حاجت شدت اختیار کر گئی۔ میں نے سوچا اگر باہر مسجد سے جاتا ہوں تو سینکڑوں کی تعداد میں صفیں ہیں۔ مسجد سے باہر پہنچنے سے پہلے ہی میرا کام خراب ہو جائے گا۔ اگر اٹھ کر باہر نہیں جاتا تو پیٹ کی تکلیف بیٹھنے نہیں دیتی۔ میں بہت پریشان تھا۔ اچانک غوث اعظم منبر سے نیچے اترے۔ میرے سر پر ہاتھ رکھا تو میں نے محسوس کیا کہ میں مسجد سے باہر جنگل میں پہنچا ہوا ہوں۔ پورے اطمینان سے فارغ

ہوا۔ وضو کیا۔ دیکھا تو یہاں بیٹھا ہوں۔

مرغ زندہ ہو گیا

ایک بوڑھی عورت نے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پڑھنے کے لئے اپنا بیٹا پیش کیا۔ عرض کی اس کو تصوف و سلوک کی تعلیم دیں۔ چنانچہ یہ لڑکا عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گیا۔ ایک دن بیٹے کو دیکھنے کے لئے آئی تو یہ دیکھا کہ مائی کا بیٹا جو کی روٹی بغیر سالن کے کھا رہا ہے اور ریاضت و مجاہدہ کے اثر سے بہت کمزور اور لاغر ہو گیا ہے۔ پھر جب مائی غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو یہ دیکھا کہ آپ نے مرغ کھایا ہے۔ اس کی ہڈیاں برتن میں پڑی ہوئی ہیں۔ مائی نے عرض کی آپ مرغ کھاتے ہیں۔ میرا بیٹا جو کی روٹی کھاتا ہے۔ یہ سن کر مرغ کی ہڈیوں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ اے مرغ تو اس خدا کے حکم سے زندہ ہو جا جو گلی سڑی ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا۔ آپ کا یہ فرمان سنتے ہی مرغ زندہ ہو گیا۔

(قلائد الجواہر)

اندھا شفایاب ہو گیا

شفا پاتے ہیں صدہا جاں بلب امراض مہلک سے
عجب دارالشفا ہے آستانہ غوث اعظم کا

بغداد کے مشہور و معروف تاجر ابوغالب نے حضرت غوث اعظم کی دعوت کی۔ جب آپ اس کے گھر پہنچے تو عراق کے بڑے بڑے جید علماء کرام و مشائخ عظام پہلے ہی سے وہاں موجود تھے دستر خوان بچھا دیئے گئے۔ ان پر کھانے چن دیئے گئے۔ پھر گھر والوں نے ایک ٹوکرا مہمانوں کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

تمام علما اور مشائخ آپ کی ہیبت و جلالت سے خاموش بیٹھے رہے مگر آپ نے فرمایا ٹوکرا میرے سامنے لاکر کھولو۔ جب ٹوکرا کھولا گیا تو اس میں ابو غالب تاجر کا اندھا اور فالج زدہ بیٹا موجود تھا۔ حضرت غوث اعظم نے سمجھ لیا کہ اس دعوت کا مقصد یہی ہے کہ اس بچے کو دعا کے لئے علماء کرام اور مشائخ عظام کے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بچے کو دیکھ کر فرمایا اے لڑکے اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفایاب ہو کر کھڑا ہو جا۔ آپ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ لڑکا بینا ہو کر اور تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا اور دوڑنے لگ گیا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سب حیران ہو گئے اور حضرت غوث اعظم خاموشی کے ساتھ کھڑے ہو کر بغیر کھانا کھائے تشریف لے گئے۔

کشتی طوفان سے نکال دی

جہاز تاجراں گرداب سے فوراً نکل آیا
وظیفہ جب انہوں نے پڑھ لیا یا غوث اعظم کا

حضرت غوث اعظم کے مدرسہ میں پڑھنے والے طالبعلم بیان کرتے ہیں۔ ایک دن سبق پڑھانے کے دوران حضرت غوث اعظم کا چہرہ اقدس سرخ ہو گیا اور اپنی چادر کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکالا تو ہاتھ سے پانی ٹپکنے لگا۔ آپ کی ہیبت کی وجہ سے کسی کو کوئی بات پوچھنے کی جرات نہ ہوتی۔ مگر طلباء نے دن، تاریخ اور مہینہ نوٹ کر لیا۔ دو ماہ کے بعد کچھ تاجر حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ ہم سمندر میں اپنی کشتی پر تجارت کا مال لا رہے تھے کہ ایک دم سمندر میں طوفان آ گیا اور طوفان کے طلاطم اور موجوں کے تھپیڑوں میں ہماری کشتی ڈگمگانے لگی۔ قریب تھا کہ ہم غرق ہو جاتے مگر جب ہم نے آپ کو پکارا

اور ''یا غوث اعظم المدد'' کا نعرہ بلند کیا تو ہم نے یہ دیکھا کہ پانی کے اوپر ایک ہاتھ ظاہر ہوا۔ اس نے ہماری کشتی کو طوفان کی موجوں سے نکال کر کنارے پر پہنچا دیا۔ (برکات قادریہ)

اونٹ مل گئے

بشر قرظی کے چار اونٹ جنگل میں رات کو گم ہو گئے۔ اس نے پریشانی کے عالم میں ''المدد یا غوث'' پکارا اور فریاد کی تو اسی وقت اس نے دیکھا ایک نورانی چہرے والے سفید ریش بزرگ ایک اونچے ٹیلہ پر کھڑے ہوئے ہاتھ کے اشارہ سے مجھے بلا رہے ہیں لیکن ٹیلہ پر جب جا کر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا مگر جب ٹیلے سے نیچے کی طرف نظر گئی تو میں نے دیکھا کہ میرے چار اونٹ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں انہیں پکڑ کر لے آیا اور قافلہ میں شامل ہو گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری رہنمائی فرمانے والے حضرت غوث اعظم تھے۔ (بہجۃ الاسرار)

اشرفیوں سے خون بہنے لگا

خلیفہ بغداد مستنجد باللہ عباسی ایک مرتبہ اشرفیوں کی دس تھیلیاں لے کر آیا اور غوث اعظم کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیں۔ آپ نے یہ نذرانہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے اصرار کیا آپ جلال میں آ گئے۔ دو تھیلیوں کو دونوں ہاتھوں میں لے کر قوت غوغیث سے دبایا تو خون ٹپکنے لگا۔ آپ نے فرمایا یہ غریبوں کا خون چوس کر میرے پاس لایا ہے۔ خلیفہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ کی قسم! اگر تیری نسبت خاندان نبوت سے نہ ہوتی تو میں اس کو اتنا بہاتا کہ تیرے محل تک پہنچ جاتا اور اسے بھی بہا کر لے جاتا۔ (بہجۃ الاسرار)

دو سیب

ایک مرتبہ خلیفہ بغداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور آج کرامت دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بولو کیا چاہتے ہو؟

خلیفہ نے کہا اس وقت سیب کھانے کو جی چاہتا ہے۔ یہ سیب کا موسم نہیں تھا۔ غوث اعظم نے اپنا ہاتھ بلند کیا تو دو سیب ہاتھ میں آ گئے۔ ایک خلیفہ کو دیدیا ایک اپنی پاس رکھ لیا۔ جب آپ نے سیب کاٹا تو میٹھا اور شیریں نکلا جب خلیفہ نے کاٹا تو بدبودار نکلا۔ خلیفہ حیران ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ظالم کا ہاتھ جب کسی چیز کو لگے تو وہ خراب ہو جاتی ہے۔ خلیفہ انتہائی شرمندہ ہوا۔ آپ نے اسے ظلم سے باز رہنے کی تاکید کی۔ (بہجۃ الاسرار)

دریائے دجلہ کا سیلاب

ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں اتنا خطرناک سیلاب آیا کہ شہر بغداد کے سیلاب میں غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ بغداد والے حضرت غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ اپنا عصا لے کر اٹھے اور دریا کے کنارے جا کر اپنا عصا دریا کی پرانی حد پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ اے دریائے دجلہ! خبردار اپنی حد سے آگے نہ آنا۔ اس کے بعد فوراً ہی دریائے دجلہ کی طغیانی ختم ہو گئی اور آہستہ آہستہ پانی اپنی اصلی حد پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ (بہجۃ الاسرار)

وفات مبارک

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو اپنی وفات سے چند دن پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اب میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس کے بعد

آپ بیمار ہو گئے اور دو ماہ تک بیمار رہے۔ کلمہ شریف کا ورد کرتے ہوئے اکیانوے سال کی عمر میں 11 ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو بروز دوشنبہ عشاء کے بعد وصال فرمایا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالوہاب قادری نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مدرسہ قادریہ کے ایک سائبان کے نیچے آپ کو دفن کیا گیا۔ بغداد شریف میں آج بھی آپ کا مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔

آپ کی بیویوں کی تعداد

آپ کی چار بیویاں ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

(۱) بی بی مدینہ (۲) بی بی صادقہ (۳) بی بی مومنہ (۴) بی بی محبوبہ

آپ کی اولاد

آپ کے انچاس بچے پیدا ہوئے جن میں سے بیس بیٹے اور باقی بیٹیاں تھیں۔ مشہور صاحبزادوں کے نام: (۱) سید عبدالوہاب (۲) سید عبدالرزاق (۳) سید عبدالعزیز (۴) سید محمد یحیٰ (۵) سید عبداللہ (۶) سید عبدالجبار (۷) سید محمد عیسیٰ (۸) سید ابراہیم (۹) سید محمد موسیٰ (۱۰) سید محمد

آخر میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں اعلیٰ حضرت کی ایک منقبت پیش کرتا ہوں۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیا تیرا؟
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو
اے خضر! مجمع بحرین ہے دریا تیرا

قسمیں دیدے کر کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور یہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

مرغ سب بولتے ہیں بول کر چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو
سید جید ہر دہر ہے مولیٰ تیرا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پندرھواں خطبہ

وفات النبی ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ .

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (پ۶ ع۵ المائدہ آیت ۳)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

درود شریف پڑھیں

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو!

قرآن حکیم کی جو آیت مقدسہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

حجۃ الوداع

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی میں چار عمرے ادا کیے ہیں ان میں سے تین ماہ ذی قعدہ میں اور ایک حجۃ الوداع کے ساتھ ماہ ذی الحجہ میں پہلا عمرہ ادا کرنے کے لئے حدیبیہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو قریش مکہ نے رکاوٹ ڈالی۔ اس لئے یہ عمرہ مکمل نہ ہو سکا۔ آئندہ سال عمرہ قضا کیا ذی القعدہ میں اور جعرانہ کے مقام پر مال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد جو عمرہ حضور نے کیا وہ بھی ذی قعدہ میں تھا۔ البتہ جو عمرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے ساتھ کیا وہ ماہ ذی الحجہ میں تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے کتنے حج کئے اس میں اختلاف ہے۔ ابن اثیر فرماتے ہیں آپ ہر سال حج فرماتے تھے کیونکہ عرب والے سلام قبول کرنے سے پہلے بھی ہر سال حج کرتے تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کفار تو حج کریں اور حضور حج نہ کریں۔

البتہ ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجری دس میں ایک حج کیا۔ تمام مسلمانوں کی آبادیوں میں ہر طرف یہ اعلان کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جانا چاہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانا چاہے وہ تیار ہو جائے۔ یہ اعلان جس نے بھی سنا اس پر بے خودی کا عالم طاری ہو گیا۔ حج کے لئے سفر وہ بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب کی قیادت میں۔

کعبہ شریف کی زیارت وہ بھی اپنے آقا کی معیت میں
مناسک حج کی ادائیگی وہ رسول اللہ کی رہنمائی میں

زہے سعادت زہے قسمت

ہر عاشق اپنی خوش بختی پر ناز کرنے لگا

سفر حج کی ذوق اور شوق سے تیاری کرنے لگا

جوں جوں حج کا مہینہ قریب آ رہا تھا

محبت شوق کے جذبات میں بے قراریاں بڑھتی جا رہی تھیں

ہر طرف سے قافلوں کے قافلے مدینہ منورہ پہنچنے لگے

مدینہ شریف کے اردگرد جو میدان تھے وہ مسلمانوں کے ہجوم سے بھر گئے۔ ہر طرف مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر نظر آتا تھا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اس سفر پر روانہ ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا۔ یہ قافلہ جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچا تو سب کو رکنے کا حکم دیا۔ اہل مدینہ کے لئے یہی مقام میقات ہے یعنی جو شخص یہاں سے حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کرے۔ اس پر لازم ہے کہ جب اس مقام پر پہنچے تو احرام باندھ کر آگے بڑھے۔ ظہر کی نماز کے لئے پہلے حضور نے احرام کے لئے غسل کیا سر مبارک میں تیل لگایا۔ بالوں میں کنگھی کی' خوشبو لگائی پھر دو چادریں احرام کی باندھیں پھر دو رکعت ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا' پھر تلبیہ کہا۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

حاضر ہوں میں اللہ۔ میں حاضر ہوں۔ حاضر ہوں میں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ ساری تعریفیں تیرے لئے اور ساری

نعمتیں تو نے عطا فرمائی ہیں۔ سارے ملکوں کا تو بادشاہ ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ بلند آواز پڑھتے تھے۔ حضور کے چاروں طرف حد نگاہ تک پھیلا ہوا مسلمانوں کا یہ سمندر ان کلمات کو دہراتا تھا۔ ان کی گونج سے سارے صحرا و جبل گونجنے لگے۔ یہاں سے یہ عشاق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنی نبی کی قیادت میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔

اتوار کا دن تھا۔ ذوالحجہ کی چار تاریخ تھی اور ہجرت کا دسواں سال تھا۔ اس سفر کو طے کرنے کے لئے آٹھ راتیں راستے میں گزارنا پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے مسجد حرام میں تشریف لے آئے۔ طواف کیا سعی کی لیکن احرام نہیں کھولا۔ آٹھ تاریخ کو مکہ سے منیٰ تشریف لے گئے۔ صحابہ بھی ہمرکاب تھے۔ عرفات تشریف لے گئے۔

خطبہ حجۃ الوداع میدان عرفات میں

بَعْدَ الْحَمْدِ لِلّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ اِلٰى اَنْ تَلْقَوْا رَبَّكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا ۔

اے لوگو! تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر عزت و حرمت والے ہیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ یہ اس طرح ہے جس طرح تمہارا آج کا دن حرمت والا ہے، جس طرح تمہارا یہ مہینہ حرمت والا ہے اور جس طرح تمہارا یہ شہر حرمت والا ہے۔

اور تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔تم کیا جواب دو گے؟
انہوں نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اس کو ادا کیا
اور خلوص کی حد کر دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا۔پھر
لوگوں کی طرف موڑا اور فرمایا۔اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔اے اللہ! تو بھی گواہ
رہنا۔اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

فرمایا: جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں۔ان تک پہنچا
دیں ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ اس کلام کو یاد رکھنے اور اس کی
حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔ (بخاری شریف باب حجۃ الوداع)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔
حضور نے تمام بنیادی چیزوں کو اجمالاً بیان فرما دیا ہے۔خطبہ پر غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ اب ہم اس دار فانی سے
جانے والے ہیں۔

قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ
وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (پ ۶ المائدہ آیت ۳)

آج کے دن تمہارے لئے دین مکمل ہو گیا۔نعمت پوری ہو گئی اور دین
اسلام تمہارے لئے پسند کر لیا۔

اب ہر قسم کی تکمیل ہو گئی۔اسلام ہر طرف پھیل گیا۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں رہے یا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند فرمائے تو اس بندے نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند فرمایا ہے۔" (بخاری شریف)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (ﷺ)

حجۃ الوداع سے مدینہ واپسی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع سے مدینہ شریف واپس تشریف لائے۔ اس روز ذی الحجہ کی پچیس تاریخ تھی اور دس ہجری تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۱۱ ہجری کا ماہ محرم اور ماہ صفر مدینہ شریف میں گزارا۔

شہدائے احد کی قبروں پر

شہدائے احد جو اسلام کی بلندی کے لئے جان کی بازی لگا کر ہمیشہ کے لئے جنت چلے گئے تھے۔ آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔ ایک دن آٹھ سال کے بعد شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے گئے۔ آپ نے احد کے شہیدوں کی نماز جنازہ پڑھی۔ شہدائے احد کو کچھ اس انداز سے رخصت فرمایا جیسے کوئی دنیا سے رخصت ہونے والا اپنے عزیز و اقارب کو رخصت کیا کرتا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۸)

صلّٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ قتلٰی احد بعد ثمانٍ سنین کالمودع للاحیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی نماز جنازہ آٹھ سال کے بعد پڑھی اور ان کو الوداع کہا جیسے دنیا سے رخصت ہونے والا اپنے زندہ عزیز واقارب کو کیا کرتا ہے۔

رحمت دو عالم جنت البقیع میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور قبروں کے مکینوں کو فرمایا۔ اے قبروں کے مکینوں تم پر سلامتی ہو۔ جس حالت میں تم ہو وہ تمہیں مبارک ہو کیونکہ تمہاری حالت اس حالت سے بہتر ہے جس میں آج کل لوگ مبتلا ہیں۔ تاریک رات کی طرح فتنوں کی تاریکی چھا رہی ہے۔ اگلے فتنے کے پیچھے دوسرا فتنہ ہے اور دوسرے کے پیچھے تیسرا اور بعد والا فتنہ پہلے سے زیادہ سخت اور شدید ہے۔ (ابن کثیر)

مرض کا آغاز

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (سورۃ الزمر آیت ۳۰)

بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بیشک یہ بھی مرنے والے ہیں۔

۱۱ ہجری ماہ صفر کی انتیس تاریخ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا وصال ہو گیا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حضور جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب حضور واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں ہی سر درد شروع ہو گیا۔ درد کی شدت کے باعث بخار چڑھ گیا۔ بخار اتنا تیز تھا کہ جس رومال سے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا اس کے اوپر بھی اگر ہاتھ رکھا جاتا تو بخار کی گرمی محسوس ہوتی۔ یہی بیماری حضور کی اللہ سے ملاقات کا ذریعہ بن گئی۔

اس بیماری کا عرصہ پندرہ دن ہے۔ اس بیماری کے دوران گیارہ دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں تشریف لاتے رہے اور نماز کی امامت بھی فرماتے رہے۔ صحابہ کرام سرکار مدینہ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے رہے۔ درد کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے کیونکہ آج ان کی باری تھی۔ بیماری میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی باریوں کا خیال رکھا۔ مکان تبدیل کرنے میں جب دقت محسوس ہوئی تو ازواج کو طلب کر کے ان سے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رہنے کی اجازت طلب کی۔ جب انہوں نے بخوشی اجازت دیدی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے آئے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کندھوں کا سہارا لے کر آپ کے قدم مبارک نقاہت کی وجہ سے زمین کے ساتھ گھسٹ رہے تھے۔

خیبر کا کھانا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور فرماتے تھے اے عائشہ! میں اس کھانے کا درد آج بھی محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس زہر کی وجہ سے میری رگ دل کٹ رہی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۲۴)

یہود و نصاریٰ پر لعنت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسَاجِدَ

''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر اپنی لعنت بھیجے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ قبروں کو مساجد بنانے سے مراد یہ ہے کہ قبروں کی طرف سجدہ کرتے تھے۔ صاحب قبر کی عبادت کی نیت سے یہ حرام ہے۔ کسی نبی ولی کی قبر کے نزدیک مسجد تعمیر کرنا اور اس میں اس نیت سے نماز پڑھنا کہ صاحب قبر کی نورانیت کی برکت سے عبادت کو درجہ قبولیت حاصل ہوگا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب تک رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نقاہت اور کمزوری زیادہ نہیں ہوئی۔ آپ مسجد میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے۔

بخار میں جب شدت آ گئی تو غشی طاری ہونے لگی۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مختلف کنوؤں سے پانی کے سات مشکیزے بھر کر لاؤ اور انہیں مجھ پر انڈیل دو تاکہ مجھے سکون ہو اور میں لوگوں کے پاس جا کر انہیں وصیت کرسکوں۔ سات کنوؤں سے پانی کے سات مشکیزے لائے گئے اور حضور پر پانی انڈیل دیا گیا یہاں تک کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس۔ بس اس طرح بخار کی شدت میں بہت کمی آگئی اور آپ کو آرام محسوس ہونے لگا۔

عدل وانصاف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے دنوں میں منبر پر جا کر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام کو خطبہ دیا۔

اَیُّھَا النَّاسُ اَمَنْ کُنْتُ جَلَدْتُہٗ ظَھْرًا ظَھْرِیْ فلیستقدْمِنِیْ وَمَنْ اَخَذْتُ لَہٗ مَالًا فَھٰذَا مَالِیْ فَلْیَاْخُذْ مِنْہُ وَلَا یَخْشٰی الشھْنَاءَ فَھِیَ لَیْسَتْ مِنْ شَأْنِیْ

اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہ مارا ہے تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے۔ وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری آبرو حاضر ہے۔ وہ مجھ سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے وہ اپنا حق لے سکتا ہے۔ تم میں سے کوئی یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا یہ میری شان نہیں۔

(بخاری شریف)

حضرت ابوبکر صدیق کی امامت کا حکم

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری میں ہزاروں حکمتیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بھی امت کے لئے رحمت ہے۔ امامت جیسا مسئلہ حل ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں بستر علالت پر رونق افروز ہیں۔ بیماری کی شدت کی وجہ سے مسجد میں امامت کے لئے تشریف نہیں لائے۔ مسجد نبوی شریف صحابہ کرام سے بھری ہوئی ہے۔

تمام صحابہ کرام موجود ہیں

بیعت رضوان والے موجود ہیں

عشرۂ مبشر موجود ہیں

مہاجرین وانصار موجود ہیں

حضور کے جانثار موجود ہیں

بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام موجود ہیں

حضرت علی المرتضٰی حضور کے پاس موجود ہیں

حضرت فضل ابن عباس حضور کے پاس موجود ہیں

نماز کا وقت آ گیا

امامت کا اعلان خود محبوب خدا نے کیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرُوْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ (مشکوٰۃ شریف)

ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تمام مسلمانوں کی ماں۔ منصب نبوت کو بھی جانتی ہیں اور اپنے والد ابوبکر کی طبیعت کو بھی جانتی ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتی ہیں۔ حضور آپ نے میرے والد کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔

آپ کو معلوم ہے

میرے والد رقیق القلب ہیں

نرم دل ہیں

آپ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں

آپ کی جدائی برداشت نہ کرسکیں گے

امامت کے فرائض کماحقہ ادانہ کرسکیں گے

میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ کسی اور کو امام بنائیں اور حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اُمّ المومنین کا یہ مشورہ بہت اچھا تھا لیکن جب حضور نے سنا' نگاہ نبوت اٹھائی تو چہرے پر جلال آ گیا۔ فرمایا: عائشہ

اِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْ اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ

(بخاری ج ۱ '۹۳)

تم زنان یوسف ہو۔ ابوبکر کو حکم دو۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کو خدشہ تھا کہ اگر حضور کی جدائی کا خیال آ گیا تو فرائض امامت ادانہ کرسکیں گے۔ آپ کا یہ خیال صحیح تھا لیکن میرا ایمان یہ کہتا ہے۔ ابوبکر رقت قلبی کے باوجود امامت کے فرائض شایان شان طریقے سے ادا کیے ہیں۔ یہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مصلیٰ امامت پر تشریف لائے تو پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے

حضرت فاروق اعظم ہیں

حضرت عثمان غنی ہیں

حضرت علی المرتضٰی ہیں

حضرت بلال حبشی ہیں

عشرہ مبشرہ ہیں

بیعت رضوان والے ہیں

مہاجرین وانصار ہیں

جلیل القدر صحابہ کرام ہیں

جن کی تاریخ عالم میں مثال نہیں ملتی

جب مقتدی شان والے ہیں

تو امام کتنی شان والا ہوگا

صدیق اکبر کی شان کے منکر کہتے ہیں۔ تمہیں پتہ نہیں حضرت علی تو امام الاولیاء ہیں۔ صدیق اکبر تو امام الاولیاء نہیں۔ ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ حضرت علی امام الاولیاء ہیں۔ ولیوں کے امام ہیں لیکن صدیق اکبر تو حضرت علی کے بھی امام ہیں۔ تم نے حضرت علی کا مقام سمجھا ہی نہیں ہے۔ حضرت علی کی ایک نماز قضا ہوگئی تو ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹ آیا۔ میں حضور کے دامن کا سہارا لے کر کہتا ہوں۔ اگر حضرت علی کی نماز ابوبکر کے پیچھے نہ ہوتی تو سورج وہیں ٹھہر جاتا۔ حضرت علی کی نماز ہو رہی ہے۔ سورج چل رہا ہے۔ تمہیں ابھی بھی ابوبکر کی امامت پر شک ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

"میرا محبوب اپنی مرضی سے نہیں بولتا وہ تو وہی کہتا ہے جو خدا کہتا ہے۔"

نتیجہ کیا نکلا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اعلان محبوب خدا نے کیا ہے۔

آپ کی امامت کا حکم اللہ نے دیا اور حضور نے امت تک پہنچایا ہے۔

ابوبکر کا انتخاب اللہ کی طرف سے ہے۔

قدرت کا فیصلہ یہی تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہی تھا۔

حضرت علی نے بھی اس فیصلے کو تسلیم کیا
حضرت علی نے کوئی اعتراض نہیں کیا

اعتراض تو در کنار حضرت علی نے ابوبکر کے پیچھے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھی ہیں۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ سے محبت والفت ہے تو پھر ان کے فیصلے کو بھی دل و جان سے تسلیم کرو۔

ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سترہ نمازوں کی امامت فرمائی۔ ان سترہ نمازوں میں ایک نماز ایسی آئی ہے جس میں حضرت ابوبکر کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے وقت پر تشریف نہ لا سکے۔ نماز کا وقت آ گیا۔ صحابہ کرام سے مسجد نبوی بھری ہوئی ہے۔ نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے ہیں لیکن صدیق اکبر کسی کو نظر نہیں آئے۔ حضرت ابوبکر کی غیر حاضری میں صحابہ کرام نے اتفاق رائے سے فاروق اعظم کو امام تسلیم کر لیا۔ نماز پڑھانے کے لئے مصلیٰ پر تشریف لائے۔ فاروق اعظم نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر۔ آپ کی آواز میں گرمی ہے۔ جلال ہے رعب ہے۔ جب تکبیر تحریمہ کہی فضا گونج اٹھی اور آواز حجرہ مقدسہ میں پہنچی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سنی تو بستر علالت پر ہی فرمایا۔ حضور نے تین مرتبہ فرمایا۔

لا لا لا ''نہیں، نہیں، نہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَا يَنۡبَغِیۡ لِقَوۡمٍ فِيهِمۡ اَبُوۡبَكۡرٍ اَنۡ يَّؤُمَّهُمۡ غَيۡرُهُمۡ (بخاری شریف) ''کسی قوم کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ صدیق موجود ہو اور امام کوئی اور ہو۔''

فرمایا: اگر مجبوری کی وجہ سے ابوبکر نہیں آئے تو انتظار کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے اس فرمان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدیق اکبر کی موجودگی میں کوئی امام ہی نہیں بن سکتا۔ ابوبکر ہر لحاظ سے افضل ہیں۔ امام وہی ہوتا ہے جو سب سے افضل ہو اعلیٰ ہو۔ حضرت ابوبکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں جو نمازیں پڑھائیں۔ ان نمازوں میں ایک نماز ایسی آئی ہے کہ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے ہیں اور صحابہ کرام پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ سرکار مدینہ نے حجرہ مقدسہ کا پردہ اٹھایا اور مسجد نبوی میں تشریف لائے' انوار نبوت چمکے۔ نور نبوت سے مسجد کے درودیوار چمک اٹھے مسجد روشن ہو گئی۔

حضور صف میں آ کر بیٹھ گئے

حضرت ابوبکر نے محسوس کیا۔ محبوب خدا تشریف لا رہے ہیں۔ ابوبکر نے مصلی سے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب نے فرمایا اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے پہلو میں آ کر بیٹھ گئے صدر جہاں بھی صدر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام ہیں۔ ابوبکر کی حیثیت مکبر کی ہے۔ اس سے بڑی دلیل ابوبکر کی امامت کی اور کیا ہو سکتی ہے۔

کسی کو امام مسجد کی انتظامیہ نے بنایا

کسی کو امام قوم نے بنایا

کسی کو امام حکومت نے بنایا

لیکن ابوبکر وہ شخصیت ہیں جن کو امام الانبیاء نے امام بنایا۔

ظاہری حیات مبارکہ کا آخری دن

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ان ابابکر کان یصلی لهم فی وجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی توفی فیہ حتی کان یوحذالا ثنین وهم صفوف فی الصلوٰۃ فکشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستر الحجرۃ ینظر الینا وهو قائم کان وجهه ورقة مصحف تبسم بضحك فهممنا لنا نفتتن من الفرح بروية النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنکص ابوبکر علی تهیبیه لیصل الصف وظن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خارج الیا لصلوٰۃ فانثار الینا ان اتموا صلاتکم واخی الستر وتوفی من یومه (بخاری شریف ج:۱:۹۳)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ جب پیر کا دن ہوا اور لوگ نماز میں صفیں باندھے کھڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور ہمیں کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مصحف کا ایک ورق تھا۔ پھر آپ بشاشت سے مسکرا دیئے۔ ہم نے چاہا کہ ازراہِ مسرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار میں مشغول ہو جائیں اور ابوبکر پیچھے ہٹے تاکہ صف میں مل جائیں۔ انہوں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے آنے والے ہیں۔ لیکن آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کر لو اور آپ نے پردہ گرا دیا۔ اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی'' چنانچہ حضرت ابوبکر نے اس دوران سترہ نمازیں

پڑھائیں۔ رسول اللہ کا خود ابوبکر صدیق کو اپنے مصلّی پر کھڑا کرنے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر ہی منصب خلافت کے اہل ہیں۔

سیدۃ النساء فاطمۃ حضور کی خدمت میں

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: ایک روز رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اسی اثناء میں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بھی تشریف لے آئیں۔ آپ کی چال میں اور آپ کے والد کی چال میں ذرا تفاوت نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خاتون جنت کو دیکھا فرمایا: مرحبا یا بنتی۔ اے میری بیٹی میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ پھر حضور نے انہیں اپنی ایک جانب بٹھایا پھر ان سے سرگوشی کی۔ آپ زار وقطار رونے لگیں۔ پھر دوبارہ سرگوشی کی۔ خاتون جنت ہنسنے لگیں۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول نے آپ سے سب سے علیحدہ ہو کر راز کی بات کی ہے آپ رو رہی ہیں۔ تھوڑی دیر آپ حاضر خدمت رہیں۔ جب خاتون جنت واپس جانے لگیں تو میں نے پوچھا کہ اے اپنے پدر بزرگوار کی نور نظر۔ حضور نے آپ سے کیا سرگوشی کی ہے؟ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا نہیں کر سکتی۔ پھر رحمت عالم کا وصال ہو گیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ پھر کہا کہ وہ حق جو میرا آپ پر ہے۔ اس کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتی ہوں کہ مجھے بتائیں اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا سرگوشی کی تھی۔ آپ نے جواب دیا ہاں اب میں بتاتی ہوں۔ آپ نے بتایا کہ پہلی بار

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ سرگوشی کی تو فرمایا: اے فاطمہ جبرائیل اس سے پہلے ہر سال میرے ساتھ ایک بار قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ میرے ساتھ قرآن پاک کا دورہ کیا ہے اور میرا خیال ہے اب میرے وصال کی گھڑی قریب آ گئی ہے۔ اے میری لخت جگر اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہنا اور اس مصیبت پر صبر کرنا۔ بیٹی فاطمہ! میری لخت جگر میں اب تمہیں داغِ مفارقت دینے والا ہوں۔ جدائی کے لحات قریب ہیں تمہارے لئے بہترین پیش رو ہوں۔ یہ خبر سن کر میں رونے لگی۔ دوبارہ رسول اللہ نے میرے کان میں راز سے ایک بات فرمائی۔ اے فاطمہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تجھے تمام مومن عورتوں کی سردار بنا دیا تو میں ہنسنے لگی۔

حضرت ملک الموت کی بارگاہ نبوت میں حاضری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دنوں میں ایک رات حضرت جبریل علیہ السلام سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا:

اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا مجھے درد کی شدید تکلیف ہے۔ دوسری رات پھر حضرت جبریل حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پہنچایا اور مزاج پرسی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ تیسری رات سوموار کی رات حضرت جبریل پھر حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا اور مزاج پرسی کی۔

اسی دوران حضرت ملک الموت حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول

اللہ! ملک الموت دروازے پر حاضر ہے اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے اور ساتھ ہی عرض کی کہ ملک الموت نے اندر آتے ہوئے آج تک کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ حضور کے بعد وہ کسی سے اجازت طلب کریگا۔ سرکار مدینہ نے فرمایا: ملک الموت کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ حضرت ملک الموت حجرہ میں داخل ہوئے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب کے ساتھ دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ عرض کی یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور کی خدمت اقدس میں بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کی تعمیل کروں۔ اگر مجھے روح قبض کرنے کی اجازت دیں گے تو میں روح قبض کروں گا اور اگر اجازت نہیں دیں گے تو میں روح مقدس کو جسم اطہر میں ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ واقعی تم ایسا ہی کرو گے؟

ملک الموت نے عرض کی مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں حضور کے ہر حکم کو مانو ہر حکم کی تعمیل کروں۔ حضرت جبریل نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کا بڑا مشتاق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کو اجازت دیدی کہ روح مبارک کو قبض کرلیں۔ ملک الموت نے روح قبض کرلی۔ (ضیاء النبی)

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری بوقت چاشت خالق حقیقی سے جاملے۔

تاجدار کائنات کا سفر آخرت

مرض کی شدت کے دوران سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت سکرات

طاری ہوگئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کی دعا کرتیں اور کہتی تھیں موت کی کتنی سخت سکرات ہوتی ہے۔ حضور بار بار پانی کے پیالے میں ہاتھ مبارک ڈالتے چہرہ مبارکہ پر ملتے اور فرماتے: اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یہی الفاظ کہتے ہوئے رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ آپ کے درجات کو بلند کرنے کے لئے آپ کو شدت سکرات میں مبتلا کیا گیا۔

یہ دعا ہے۔ اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے ملادے۔ رفیق سے مراد انبیاء کی جماعت ہے جو اعلیٰ علیین میں سکونت پذیر ہے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ سے ملادے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر نرمی فرماتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں فوت ہوئے اور میری باری میں فوت ہوئے۔ اس وقت آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے وقت میرے اور آپ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا۔ اس وقت میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اللہ اس وقت مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کو پسند فرمارہے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا میں اس کو لے لو۔ آپ نے سر کے اشارے سے فرمایا: ہاں میں نے آپ کو مسواک دی۔ آپ نے اس کو مضبوطی سے پکڑلیا۔ میں نے پوچھا کیا میں اس کو آپ کے لئے نرم کردوں؟ آپ نے سر کے اشارے سے فرمایا: ہاں! پھر میں نے اس کو آپ کے لئے نرم کیا۔ آپ کے سامنے پانی کا برتن تھا۔ آپ اس برتن

میں ہاتھ ڈال کر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ۔ بے شک موت کے لئے سکرات ہے۔ (سختیاں اور شدتیں ہیں) پھر آپ اپنا ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے۔

"اَلرَّفِيْقُ الْاَعْلٰى" میں حتیٰ کہ آپ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ ڈھلک گیا۔ (بخاری حدیث نمبر ۴۴۳۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کو بخار ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو بہت شدید بخار ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر آپ کو اس کا دگنا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اسی طرح ہوگا۔ مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچے خواہ کانٹا چبھنے کی ہو یا اس سے زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ جیسے درخت کے پتے گرا دیئے جاتے ہیں (اور جب گناہ نہ ہوں تو ان کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام) (بخاری حدیث نمبر ۵۶۴۸)

رسول اللہ کا وصال ہو گیا

میرے دوستو! محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کا وصال ہو گیا۔

صحابہ کرام جو صبح وشام

زیارت کے لئے تڑپتے رہتے تھے

جب آقا کی زیارت ہوتی

تو ان کی عید ہو جاتی

حضور کا وصال ہوا تو

صحابہ کرام غم کی تصویر بن کر بیٹھے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جذبات یہ تھے کہ آپ ہاتھوں میں تلوار لئے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے جس نے کہا حضور فوت ہو گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

ابو بکر نے حضور کی پیشانی کو چوما

حضرت ابو بکر اس وقت گھر گئے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیمار ہونے کی وجہ سے ہر وقت قدموں میں رہتے تھے۔ اجازت لے کر گھر والوں کا پتہ کرنے کے لئے گئے۔ بعد میں حضور کا وصال ہو گیا۔ گھر مسجد نبوی سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ وہاں آپ کو خبر ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکر فوراً تشریف لائے۔ حضور کے جسد اقدس پر سر سے لے کر پاؤں تک چادر پڑی ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکر نے چہرہ اقدس سے چادر کو ہٹایا۔ آفتاب نبوت کی زیارت کی اور پیشانی کو چوم لیا۔

معراج کی رات حضرت

جبریل نے قدموں کو چوما ہے

معلوم ہوا پیشانی کو چومنا

حضرت ابو بکر کی سنت ہے

قدموں کو چومنا یہ جبریل کی سنت ہے

حضرت ابو بکر نے صحابہ کرام کو خطبہ دیا

تم النبوۃ۔ نبوت تمام ہو گئی۔

اب قیامت تک وحی نازل نہیں ہوگی۔

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۗ (پ ۴، ع ۶، سورۃ آل عمران، آیت ۱۴۴)

''نہیں ہیں محمد مگر اللہ کے رسول، ان سے پہلے بھی رسول گزر گئے، نبی پاک اگر فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو لوگ الٹے پاؤں پھر جائیں گے۔''

جب حضرت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی تو صحابہ کرام میں تبدیلی آ گئی۔ فوراً ہوش میں آ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبے نے عین موقع پر قوم کی زندگی کے لئے آب حیات کا کام دیا ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں ایسے معلوم ہوتا تھا

کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے۔ اس وقت یہودیوں کی نگاہ مدینے پر تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اب مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ ابوبکر کے سامنے قیامت نما مسئلے کھڑے ہو گئے۔ یہ وقت ایسا تھا کہ مسلمانوں کو اندرونی خطرہ بھی تھا اور بیرونی خطرہ بھی تھا لیکن آپ نے سب کا مقابلہ کیا۔

اگر امریکہ دشمن بن جائے

روس دشمن بن جائے

برطانیہ دشمن بن جائے

بھارت دشمن بن جائے

تمہیں کسی کی پرواہ نہیں

اگر تم خدا و مصطفیٰ کو راضی کرلو

اگر اپنی جگہ بیٹھ کر اپنی حفاظت چاہتے ہو

اپنی مسجدوں کی حفاظت چاہتے ہو

قرآن کریم کے نسخوں کی حفاظت چاہتے ہو

تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرلو اس سے صلح کرلو

اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو جماعتیں تھیں۔ایک مہاجرین جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اور دوسرے انصار جو مدینے کے رہنے والے تھے۔جنہوں نے مہاجرین کی مدد کی تھی۔جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار صحابہ کرام اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب حکومت ہماری ہونی چاہئے۔مدینہ شریف ہمارا ہے۔

مہاجرین تو مکہ سے آئے ہیں۔ یہ خبر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم کو ملی۔وہاں خلافت کے فیصلے ہو رہے ہیں۔حضرت ابوبکر اور حضرت فاروق اعظم انصار کی میٹنگ میں پہنچے۔جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ واقعی خلافت کے فیصلے ہو رہے ہیں۔حضرت ابوبکر نے فرمایا: اے انصار بھائیو! میں پیارے آقا کی حدیث شریف سناتا ہوں۔سرکار مدینہ نے فرمایا:

الائمة من قریش

خلیفہ قریش سے ہوگا۔

قریش سارے مہاجرین ہیں۔

انصار میں قریش کوئی نہیں

حدیث کے مطابق خلیفہ قریش سے ہوگا

انصار نے اس حدیث کو قبول کرلیا

سب سے زیادہ عالم ابوبکر ہیں

اسلام کی تاریخ میں جب بھی کوئی نازک مقام آتا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا مشورہ پیش نہیں کرتے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتے تھے۔ صحابہ کرام حیران رہ جاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سب سے زیادہ عالم کون ہے تو حضرت علی نے فرامیا:

هوا علمنا ابابكر الصديق

''ہم میں سے سب سے زیادہ عالم ابوبکر ہیں۔''

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث پیش کی تو انصار صحابہ کرام نے کہا حضور ہمیں قبول ہے لیکن ہمارا مشورہ ہے کہ اگر وزیراعظم مہاجرین سے ہو جائے تو نائب وزیراعظم انصار سے ہو جائے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا: سرکار مدینہ کا حکم ہے حاکیت صرف قریش سے ہوگی۔ میں حدیث شریف کو تقسیم کیسے کرسکتا ہوں۔ انصار صحابہ کرام نے آپ کی بات کو قبول کرلیا۔ حضرت ابوبکر نے بڑے اہم موقع پر کنٹرول کیا۔ آپ نے جب دیکھا انصار صحابہ کرام نے میرے اس فیصلے کو قبول کرلیا ہے تو آپ نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا میں عمر کی بیعت کرتا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم نے فوراً اپنا ہاتھ چھڑایا اور حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا میں ابوبکر صدیق کی بیعت

کرتا ہوں۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا: ابوبکر ہمارے امام بھی ہیں اور ہمارے خلیفۃ المسلمین بھی ہیں۔ جب فاروق اعظم نے بیعت کی تو مہاجرین اور انصار سب نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی اور متفقہ طور پر حضرت ابوبکر خلیفۃ المسلمین بنے۔ جب خلافت کا مسئلہ حل ہو گیا تو حضور کو غسل دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین

جب مسلمان خلافت کے معاملے سے فارغ ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا۔ غسل دینے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور شقران مولیٰ رسول اللہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدری صحابی حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ بھی اس دوران حاضر رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قمیص میں غسل دیا گیا۔ غسل دیتے وقت حضرت علی کہتے جا رہے تھے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ زندگی میں بھی آپ کتنے اچھے معلوم ہوتے تھے اور وصال کے بعد بھی آپ کتنے اچھے معلوم ہو رہے ہیں۔

میت میں جو چیزیں دیکھی جاتی ہیں وہ رسول اللہ میں ذرا بھی نہ تھیں۔

(سیرت ابن ہشام ۲: ۶۶۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کا مشورہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو سوال پیدا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کس مقام پر کیا جائے؟ تمام صحابہ کرام نے بیٹھ کر مشورہ کیا۔

کسی نے مشورہ دیا کہ حضور کو ولادت کے مقام پر دفن کیا جائے

کسی نے کہا کہ فلاں مقام پر دفن کیا جائے

کسی نے مشورہ دیا مسجد میں دفن کیا جائے

آخر میں حضرت ابوبکر اٹھ کر کھڑا ہو گئے

فرمایا صحابہ کرام میں اپنا مشورہ نہیں دینا

حضور کی حدیث شریف سناتا ہوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی اسی مقام پر دفن ہوتا ہے

جس مقام پر اس کا وصال ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف)

جو مرے کسی اور جگہ دفن ہو کسی اور جگہ وہ نبی نہیں ہوتا

مرزا غلام احمد قادیانی مرا لاہور میں

دفن ہوا قادیان میں اسی لئے

ہم کہتے ہیں وہ نبی نہیں ہے

حضور کی نماز جنازہ

اس کے بعد نماز جنازہ کا سوال پیدا ہوا۔ نماز جنازہ کہاں پڑھی جائے۔ صحابہ کرام دور دراز سے آرہے ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش تعداد ہے۔ حجرہ مبارکہ چھوٹا ہے۔ نماز جنازہ کیسے ہوگی؟ یہ مسئلہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حل فرمایا' قربان جائیں آپ کی بصیرت و بصارت پر آپ کے علم و حکمت پر فرمایا۔ نبی کی نماز جنازہ اور امتی کی نماز جنازہ میں فرق ہے۔ بس نبی کی نماز جنازہ یہی ہے۔ دس دس آدمی درود شریف پڑھتے ہوئے حجرے کے ایک دروازے سے داخل ہوں زیارت کر کے درود شریف پڑھتے ہوئے دوسرے

دروازے سے نکل جائیں۔ بس یہی نبی کی نماز جنازہ ہے۔ نبی پر صرف درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ حضور کی نماز جنازہ کی کسی نے امامت نہیں کی۔

قبر مبارک

جب قبر کھودنے کا وقت آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ تم میں سے ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو بلا کر لائے اور دوسرا حضرت ابوطلحہ بن سہل انصاری کو بلا کر لائے۔ حضرت ابوطلحہ لحد والی قبر کھودنے کے ماہر تھے۔ اور حضرت ابوعبیدہ بغیر لحد کے قبر کھودنے کے ماہر تھے۔ دو آدمی ان کو بلانے کے لئے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی: اللّٰھم خر لرسولك "اے اللہ! تو ان دونوں میں سے جس کو اپنے رسول کے لئے پسند کرتا ہے اس کو بھیج دے۔ حضرت ابوعبیدہ کو بلانے کے لئے جو آدمی گیا تھا۔ وہ اسے نہ مل سکے وہ واپس آ گیا۔ حضرت ابوطلحہ کو دوسرا آدمی اپنے ہمراہ لے آیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحد والی قبر تیار کی گئی۔

تدفین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سوموار کے دن ہوئی اور تدفین بدھ کی رات کو ہوئی۔

سرکار مدینہ کے وصال پر صحابہ کرام کا حزن وملال

صحابہ کرام بیان کرتے ہیں حضور کے وصال کا مدینہ کی تاریخ کا تاریک دن تھا۔ جب حضور ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ دن روشن ترین دن تھا۔

ہر شخص غم سے نڈھال تھا۔

چودھویں کا چاند آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے بے ساختہ نکلا یا ابتاہ اجاب ربًّا دعاہ۔اے پیارے ابا جان! آپ نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کر لیا۔

یا اَبَتَاہُ! الی جنۃ الفردوس مَاْ واہُ۔اے ابا جان! آپ جنت الفردوس میں تشریف فرما ہو گئے۔

یا اَبَتَاہُ! الی جبریل تنعاہ۔اے ابا جان! آپ کی وفات کی خبر جبریل کو کون پہنچائے گا۔

اے خداوند عالم! مجھے اپنے پیارے رسول کا ہم نشین بنا دے۔

اے میرے رب! مجھے اپنے حبیب کی جدائی کے غم کے ثواب سے محروم نہ فرمانا۔ مجھے روز حشر اپنے محبوب کی شفاعت سے محروم نہ کرنا۔(ضیاء النبی)

تین چاند میری گود میں آ کر گرے

امام بیہقی حضرت سعید بن مسیب سے راویت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں اپنا ایک خواب بیان کیا کہ تین چاند میری گود میں آ کر گرے۔ آپ نے فرمایا: اگر تیرا یہ خواب سچا ہوا تو تیرے گھر میں ساری دنیا سے تین بہترین آدمی دفن ہوں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: اے عائشہ! یہ ان تین چاندوں سے افضل ترین چاند ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سولھواں خطبہ

فضائل ذکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ہ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (پ۱۳ ع۱۰)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

تمام حضرات محبت کے ساتھ ذوق اور شوق کے ساتھ درود شریف پڑھیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! آج تمام دنیا میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ کوئی گھر کوئی شہر کوئی بستی کوئی ملک ایسا نہیں جہاں بے چینی' بے قراری اور بدامنی نہ پائی جاتی ہو۔ آج ہر شخص بے چین نظر آ رہا ہے۔ آج کل کا انسان شراب کی محفلوں میں' نائٹ کلبوں میں' ڈراموں میں' سینما گھروں میں جنسی اور رومانی ناولوں کے مطالعہ میں سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے لیکن سکون کہیں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کہتا ہے سکون اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے۔ الا

بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (پ۱۳ع۱۰)

سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

دوستو! یہ جو بے چینی' بے اطمینانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کا چین ہے۔ دل کا سکون ہے۔ دل کا اطمینان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کی غذا ہے۔ دل کو جب غذا نہیں ملتی وہ بے چین ہو جاتا ہے۔

غافل انسان اپنے رب کو یاد کر
دل کی اجڑی بستیاں آباد کر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ (پ۲۲ع۳ سورۃ الاحزاب)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بولو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً (پ۹ع۱۴)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو۔ زاری (عاجزی) اور ڈر سے۔

ذکر اللہ وسیع معنوں میں آتا ہے۔ نماز۔ تلاوت قرآن۔ دعا۔ استغفار۔ یہ سب ذکر اللہ ہے۔ لیکن عام طور پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کو ذکر اللہ کہا جاتا ہے۔ (جیسے سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر) اللہ تعالیٰ کا نام لینا۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خلوت اور جلوت میں دل کی دنیا کو آباد رکھنا۔ یہ تمام ذکر اللہ کی شکلیں بنتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ۲۸ سورۃ الجمعہ)

اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی ہے اور فرمایا ہے۔ ان کے ساتھ رحمت اور مغفرت کا خاص معاملہ کیا جائے گا اور ان کو اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (پ۲۲ ع۲)

اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

خسارہ پانے والے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

(پ۲۸ سورہ المنافقون)

اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مال اور اولاد کا ذکر فرمایا ہے کبھی اولاد کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو طاقتور سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں جھکتا اسی طرح

مال و دولت کی وجہ سے فرعونیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کے ذکر سے دوری مقدر بن جاتی ہے۔ یاد ہی نہیں رہتا کہ میں نے کسی دن مرنا بھی ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر حساب بھی دینا ہے۔ فرمایا: میرا ذکر فراموش نہ کر دینا کہیں ہلاکت سے دوچار ہونا پڑے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (پ۲ ع۲)

تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

اللہ والوں کے پاس جا کر اپنے دل میں اللہ کے ذکر کی شمع روشن کرو اور ہر طرف ذکر کا نور پھیلاؤ۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کی فضیلت بیان فرمائی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى: يَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَكَرَنِیْ وَتَحَرَّكَتْ بِیْ شَفَتَا (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو اس وقت میں اپنے اس بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔

اس ساتھ ہونے سے مراد قرب ہے اور رضائے الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے اپنے بندے کو یہ مرتبہ عطا فرماتا ہے۔

فرشتے جمع ہو جاتے ہیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا جَمَعَھُمُ الْمَلَائِکَۃُ وَ غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْہِ عِنْدَہٗ (مسلم شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی اور جہاں بھی بیٹھ کر کچھ بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔

اس حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے ذکر کرنے والوں کی محفل کو گھیر لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام عبادتوں کی روح ہے۔ ذکر کرنے والوں کو رحمت الٰہی اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ ذکر کرنے والوں کے دل پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ میں ان بندوں کا ذکر کرتا ہے۔ جن کا اللہ تعالیٰ خود فرشتوں میں ذکر کرے ان بندوں کی شان کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ قرآن نے بار بار ذکر اللہ کا مختلف انداز سے ذکر کیا ہے۔ ذکر پر بہت زور دیا ہے اس لئے ہمیں ہر وقت ذکر کرنا چاہئے۔

ذکر کی تین قسمیں ہیں

(۱) ذکر باللسان (۲) ذکر بالقلب (۳) ذکر بالجوارح' ذکر باللسان (یعنی

زبان سے ذکر کرنا) مراد اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تقدیس۔ ثنا وغیرہ کرنا ہے۔ خطبہ۔ توبہ۔ استغفار۔ دعا وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ (خزائن العرفان)

ذکر بالقلب۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا۔ اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا۔ علماء کا استنباط مسائل (قرآن و حدیث سے مسائل کا اخذ کرنا) میں غور کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ (خزائن العرفان) ذکر بالجوارح (اعضا) اس ذکر کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال میں غور کرے۔ اس کی جبروت وملکوت (یعنی عظمت وسلطنت میں محو فکر ہو اور زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات پر جو نشانیاں قائم کی ہیں۔ ان نشانیوں کو تلاش کرے اور اس نشان پر پہنچ کر صاحب نشان (یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرے) مثلاً درندوں کی چیرہ دستی کو دیکھ کر (یعنی قوت وہیبت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کو یاد کرے) اولاد پر شفقت ومہربانی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو اور رحمت کو یاد کرے اور بلند پہاڑوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت کو یاد کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر نے والے کا ذکر کرتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے متعلق میرا بندہ جو گمان رکھتا ہے اس کے لئے ایسا ہی ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو دل میں یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اسے ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہے۔ (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کرنے والے کو فرشتوں کی جماعت میں یاد کرتا ہے۔

جس بندے کو اللہ کریم فرشتوں میں یاد کرے وہ بندہ بہت خوش نصیب ہے۔اس کے دونوں جہاں سنور جائیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ذکر سے خلوت و جلوت میں دل کی دنیا کو آباد رکھا ہے۔ذکر اللہ کی لذت و چاشنی سے قلب وجگر کو آشنا رکھا ہے۔

تیری زبان ذکر خدا سے تر رہے

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ایک دفعہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے احکام میرے لئے بہت زیادہ ہیں۔مجھے کوئی ایسی چیز بتادیں جسے میں اپنے اوپر لازم کرلوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تیری زبان ہمیشہ ذکر خداوندی سے تر رہا کرے۔'' (ترمذی شریف)

حضور کے غلاموں کو ہر وقت اپنی زبان ذکر سے تر رکھنی چاہئے۔جھوٹ اور غیبت سے اپنی زبان کو بچانا چاہئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی افسوس نہیں ہوگا۔

سوائے اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزر گئی۔(طبرانی)

اگر ہم ہر وقت اللہ کریم کے ذکر میں لگے رہیں گے تو کل قیامت کے دن افسوس بھی نہیں ہوگا بلکہ خوشی اور راحت ہوگی کہ میں نے وقت ضائع نہیں کیا۔

حلقہ ذکر والوں کی بخشش

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو لوگ ذکر اللہ کے لئے جمع ہوں اور ان کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے۔

"تم لوگ بخشش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔"

(طبرانی)

دوزخ پر حرام کردیتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں تاکہ وہ خوش رہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس کے کہنے ہی پر اکتفا کرلیں گے اور عمل میں سستی کریں گے۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت علم کے چھپانے کے گناہ سے بچنے کی وجہ سے یہ حدیث شریف بیان کی کہ جو شخص اس بات کی گواہی دے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں) تو اللہ تعالیٰ اس گواہی دینے والے کو دوزخ پر حرام کردیتا ہے۔ (بخاری شریف)

وہ گھر ویران ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس گھر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا۔ ان کی مثال ایسے ہے جیسے زندہ اور مردہ۔ (مسلم شریف)

یعنی جس گھر میں ذکر اللہ ہوتا ہے وہ زندہ اور آباد اور جہاں ذکر نہیں ہوتا وہ گھر مردہ اور ویران ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد

فرماتے ہیں ''جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا۔ ان کی مثال ایسے ہے جیسے زندہ اور ایک مردہ۔ (بخاری شریف)

موسیٰ علیہ السلام کا وظیفہ

حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کیا کروں اور تجھے پکارا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔ موسیٰ نے عرض کی یہ کلمہ تو تیرے سارے بندے پڑھتے ہیں۔

مجھے کوئی خاص وظیفہ بتا کوئی خاص ذکر بتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور جو اس میں آباد ہیں۔ میری ذات کے سوا اور ساتوں زمینے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا جس میں کلمہ طیبہ رکھا ہوا گا۔ (مشکوۃ شریف)

تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کے ایک شخص کو تمام مخلوق کے سامنے کھڑا کرے گا۔ اس کی سیاہ کاری کا یہ عالم ہوگا۔ اس کے سامنے اس کے اعمال نامہ کے ننانوے دفتر کھولے جائیں گے' ہر دفتر حد نگاہ تک لمبا ہوگا۔ پھر اس سے ارشاد ہوگا کہ اس میں کسی بات کا انکار کر سکتے ہو؟ میرے ان فرشتوں نے جو نیکی بدی لکھنے پر مقرر ہیں۔ تم پر کوئی زیادتی تو نہیں کی۔ وہ بندہ عرض کرے گا پروردگار نہ

تو انکار کر سکتا ہوں اور نہ تیرے فرشتوں نے کوئی زیادتی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اسی وقت ایک پرچہ نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

جو اس نے خلوص کے ساتھ دنیا میں پڑھا تھا

اس پرچے کو میزان میں رکھا جائے گا

وہ بندہ عرض کرے گا یا اللہ میرے۔

ننانوے دفتر گناہوں کے مقابلے میں اس کی کیا حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس پرچہ کو ضرور تولا جائے گا۔ چنانچہ اس کو تولا جائے گا تو وہ ننانوے دفتروں پر بھاری ہو جائے گا (ترمذی شریف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ کلمہ شریف پڑھے گا اگر اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ سے نکلے گا۔ (بخاری، مسلم)

دس کروڑ نیکیاں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص یہ کلمات دس مرتبہ کہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَّمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ واحد معبود ہے۔ ایک ہے۔ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے اور نہ اولاد اور اس کے برابر کا کوئی نہیں۔ ایسے آدمی کے لئے دس

کروڑ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔(ترمذی شریف)

مخدومہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لونڈیاں اور غلام آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خاتون جنت کو مشورہ دیا کہ تم گھر کا کام سارا خود کرتی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لونڈیاں اور غلام آئے ہیں تم ایک لونڈی مانگ لو وہ تمہارا کام کردیا کرے گی۔

خاتون جنت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی۔ لونڈی عنایت فرمادیں۔ ہاتھوں پر کام کی وجہ سے جو نشانات پڑ گئے تھے وہ بھی دکھائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیٹی فاطمہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ فرائض کی پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ گھر کا کام کاج بھی خود کرتی رہو۔ جب سونے کے لئے لیٹو تو سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمدللہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو۔ تمہارے لئے لونڈی سے بہتر ہے۔ حضرت فاطمہ نے عرض کی۔ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہوں۔

(ابوداؤد شریف)

ایک عابد غلام

ایک آدمی نے ایک غلام خریدا۔ غلام نے کہا اے میرے مالک میری تین شرطیں ہیں۔ آپ مجھے فرض نماز سے منع نہیں کریں گے جب وقت ہوجائے۔ آپ دن کو جو چاہیں حکم دیں رات کو حکم نہیں کریں گے۔ اپنے گھر میں میرے

لئے ایک کمرہ جدا کر دیں۔ جس میں میرے سوا کوئی دوسرا داخل نہ ہو۔ مالک نے کہا مجھے یہ شرطیں منظور ہیں۔ مالک غلام کو خرید کر اپنے گھر لے گیا اور کہا کہ تم اپنے لئے ایک کمرہ پسند کرلو۔ چنانچہ غلام نے ایک ٹوٹا پھوٹا کمرہ اپنے لئے پسند کرلیا۔ مالک نے کہا تو نے خراب اور خستہ کمرہ کیوں پسند کیا۔ غلام نے کہا اے میرے مالک کیا تم نہیں جانتے کہ ٹوٹا پھوٹا کمرہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر کی برکت سے باغ بن جاتا ہے۔ چنانچہ وہ غلام دن کو اپنے آقا کی خدمت کرتا اور رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا کچھ دنوں کے بعد ایک رات کو اس کا مالک گھر میں چلتے ہوئے غلام کے کمرے میں پہنچ گیا تو دیکھا کمرہ روشن ہے اور غلام مصلٰی پر سر بسجود ہے اس کے سر پر آسمان وزمین کے درمیان ایک روشن قندیل لٹک رہی ہے۔ غلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ مناجات کر رہا ہے۔ اے اللہ! تو نے مجھ پر مالک کا حق اور دن کو اس کی خدمت لازم کر دی ہے۔ اگر یہ مصروفیات نہ ہوتی تو میں دن رات صرف تیری ہی عبادت میں مصروف رہتا۔ اس لئے اے میرے رب میرا عذر قبول فرمالے۔ مالک اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور وہ روشن قندیل واپس ہوگئی۔

اور کمرے کی چھت مل گئی۔ یہ سارا منظر دیکھ کر مالک واپس آ گیا اور رات کا واقعہ بیوی کو سنایا۔ دوسری رات اپنی بیوی کو ساتھ لے کر غلام کے دروازے پر آیا تو دیکھا کہ غلام سجدے میں پڑا ہے اور قندیل اس کے سر پر ہے۔ وہ دونوں کھڑے ہو کر یہ سب منظر دیکھتے رہے اور روتے رہے۔ آخرکار صبح ہوئی تو انہوں نے غلام کو بلا کر کہا تم اللہ کے لئے آزاد ہو تا کہ تم جو عذر پیش کر رہے تھے وہ دور ہو جائے اور تم یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکو۔ تو غلام نے اپنا سر

آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا۔

یَا صَاحِبَ السِّرِّ اِنَّ السِّرَّ قَدْ ظَهَرَا وَلَا اُرِیْدُ حَیَاتِیْ بَعْدَ مَا اِشْتَهَرَا

اے صاحب راز۔ راز تو کھل گیا۔ اب راز کھلنے کے بعد میں زندگی نہیں چاہتا۔ بس اسی وقت غلام نیچے گرا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (مکاشفۃ القلوب)

پورے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ذکر و درود شریف پڑھو بلکہ زبان کو ہر وقت ذکر سے تر رکھو پتہ نہیں کب وقت آ جائے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ میرا ذکر کرتا ہے تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا۔ یہ کیوں کر؟ انہوں نے فرمایا: جب میں اس کا ذکر کرتا ہوں تو وہ میرا ذکر کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ" (تم میرا ذکر کرو۔ میں تمہارا ذکر کروں گا)
(تنبیہ المغترین)

سات پتھروں کی گواہی

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

تجھ سا سیاہ کار کون ان سا شفیع ہے کہاں؟
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ تیرا گمان ہے

حضرت ابراہیم واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار حج کے موقع پر میدان عرفات میں سات کنکر ہاتھ میں اٹھائے اور ان کنکروں سے فرمایا۔ اے کنکرو! تم گواہ ہو جاؤ کہ میں کہتا ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ پھر جب سوئے تو خواب کی دنیا میں پہنچ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ محشر برپا ہے اور حساب وکتاب ہو رہا ہے۔ ان سے بھی حساب لیا جا رہا ہے اور دوزخ جانے کا حکم سنایا جاتا ہے۔ اب فرشتے جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ جب جہنم کے دروازے پر پہنچتے ہیں۔ ان سات کنکروں میں سے ایک کنکر دروازے پر آ کر رکاوٹ بن جاتا ہے۔ پھر دوسرے دروازے پر پہنچے تو دوسرا کنکر اسی طرح دروازے کے آگے آ گیا۔ یونہی جہنم کے ساتوں دروازوں پر ہوا۔ پھر ملائکہ عرش معلیٰ کے پاس لے کر حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ابراہیم! تو نے کنکروں کو اپنے ایمان پر گواہ بنایا تو ان بے جان پتھروں نے تیرا حق ضائع نہ کیا تو میں تیری گواہی کا حق کیسے ضائع کر سکتا ہوں؟

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اسے جنت کی طرف لے جاؤ۔ چنانچہ جب جنت کی طرف لے گئے تو جنت کا دروازہ بند پایا۔

کلمہ پاک کی گواہی آئی اور آپ جنت میں داخل ہو گئے۔ (درۃ الناصحین)

دوستو! ذکر کرتے ہوئے درختوں' پہاڑوں' نہروں' دریاؤں کو اپنے ایمان کا

گواہ بناتے رہنا چاہئے۔کل قیامت کے دن فائدہ ہوگا۔ ہر چیز گواہی دے گی۔

سونے کا پہاڑ خیرات کرنے سے زیادہ ثواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص (بیماری وغیرہ کی بناء پر) بے چینی سے رات گزارے یا مال خرچ کرنے میں بخل کرے یا دشمن سے لڑنے میں بزدلی کرے تو اسے چاہئے کہ ان کلمات یعنی (سبحان اللہ وبحمدہ) کو بکثرت پڑھے۔ کیونکہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کو اس سونے کے پہاڑ سے بھی زیادہ پسند ہے جو اس کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ (طبرانی)

کھجور کا درخت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، جو شخص یہ کہتا ہے۔

''اللہ تعالیٰ پاک ہے عظمت والا اور تمام خوبیاں اسی کے لئے ہیں۔''

اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

دوستو! اپنی زبان کی حفاظت کرو غیبت۔ چغلی۔ جھوٹ۔ غلیظ گالیوں سے بچاؤ اور ہر وقت اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رکھو۔ قرآن کریم کی تلاوت کرو۔ درود شریف پڑھو۔

سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر پڑھو اور جن اذکار کا ذکر میں نے لکھا ہے وہ کرو ورنہ کل قیامت کے دن پچھتاؤ گے ہم نے اللہ کو یاد کیوں نہ کیا لیکن پھر کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے عظمت

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ (الحشر)

اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے تم ان میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا (پھر اس کی پاداش میں) اللہ نے ان کو ان کے نفس بھلا دیئے یعنی خدا فراموشی کے نتیجہ میں وہ خود فراموش ہو گئے۔ زندگی کی خوشیاں حاصل کرنے کے لئے رات دن مصروف رہا مگر یہ بھول ہی گیا کہ اک دن یہ سب ختم ہو جائے گا اور انسان ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ لوگوں کے جنازے تو پڑھے لیکن یہ بھول ہی گیا کہ ایک دن میرا بھی اسی طرح جنازہ اٹھے گا اور پڑھا جائے گا۔

خدا فراموشی سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

قرآن کریم میں ایک مقام پر فرمایا اولاد اور مال کی وجہ سے میرا ذکر بھول نہ جانا اگر میرا ذکر مال، اولاد کی وجہ سے بھول گیا تو تمہیں ہلاکت اور تباہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سترہواں خطبہ

دُنیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ o وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
وَمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَھْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ o (پ۲۱ ع۲)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

تمام حضرات درود شریف پڑھیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میرے محترم بزرگو اور معزز دوستو! آپ کے سامنے جو آیت مقدسہ تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے۔ کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

حضرات محترم! آج دنیا کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے اکیسویں سپارے کی وہ آیت مقدسہ پڑھی ہے جس میں اللہ کریم نے دنیا کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو کھیل کود فرمایا ہے۔ کھیل تماشا چونکہ وقتی طور پر بہت خوش کرنے والا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے دیکھنے والوں کو خوش کر دیتا ہے پھر خود بھی نہیں رہتا اور نہ وہ خوشی رہتی ہے جو تھوڑی دیر کے لئے حاصل ہوئی تھی اس لئے دنیا کو کھیل تماشا فرمایا۔ دنیا فانی چیز ہے اس میں جو کچھ ہے سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○ (پ۲۲ ع۱۳)

اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچ ہے۔ کیا وعدہ ہے؟ وہ وعدہ یہ ہے کہ ایک دن مرو گے اور اس کے سامنے پیش ہو گے اور پھر تمام اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ لہٰذا دنیاوی زندگی تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے او وہ دھوکے باز یعنی شیطان تمہیں اللہ سے دھوکے میں نہ ڈالے۔ دنیا دار الامتحان ہے۔ اس میں زندگی گزارو مگر اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اس دنیا میں ایسے مناظر ہیں جو انسان کا دل لبھاتے ہیں اپنی طرف کھینچتے ہیں اس لئے اس دنیا کی طرف متوجہ نہ ہو اس دنیا میں پھنس کر نہ رہ جاؤ۔

مسافر کی طرح رہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا تم دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر ہو یا سڑک پار کرنے والے اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ جب شام ہو تو تم صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو تو تم شام کا انتظار نہ کرو (یعنی مسلسل عمل کرتے رہو) اور اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے لئے عمل کرلو اور زندگی میں موت کے لئے عمل کر لو۔ (بخاری شریف ۶۴۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے لئے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کو تلاش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور توبہ کرنے والے کی توبہ کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ (بخاری شریف ۶۴۳۶)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ایک چمڑا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری شریف)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

ہم پر ایسا مہینہ آتا تھا کہ پورے مہینہ آگ نہیں جلتی تھی۔ ہم صرف کھجور کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے الا یہ کبھی گوشت آجاتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! آل محمد کو اتنا رزق دے جس سے رشتہ حیات برقرار رہ سکے۔ (بخاری ۶۴۶۰)

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو مالی اور جسمانی حالت میں افضل دیکھے تو فوراً اس شخص کو دیکھے جو اس سے کمتر ہو اور جس سے یہ افضل ہو۔ (بخاری ۲۹۶۳)

دنیا مچھر کے پر کے برابر

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی حیثیت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (بخاری ۲۳۲۰)

کون سا شخص اچھا ہے؟

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کون سا شخص سب سے اچھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھے ہوں' اس نے کہا کون سا شخص سب سے برا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل برے ہوں۔ (بخاری ۲۳۳۰)

پیٹ پر دو پتھر

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنا پیٹ کھول کر ایک ایک پتھر بندھا ہوا دکھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے (بندھے ہوئے) دو پتھر

دکھائے۔ (بخاری ۲۳۷۱)

دنیا بے حقیقت

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِالْحُلَيْفَةِ فَإِذَا هُوَ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ شَائِلَةٍ بِرِجْلِهَا فَقَالَ أَتُرَوْنَ هٰذِهٖ هَيِّنَةً عَلٰى صَاحِبِهَا فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهٖ عَلٰى صَاحِبِهَا وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جُنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِنْهَا قَطْرَةً أَبَدًا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ذی الحلیفہ کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ ایک مردہ بکری کے پاس کھڑے تھے۔ جس کی ایک ٹانگ اٹھی ہوئی تھی۔ کہا تم دیکھتے ہو کہ یہ اس کے مالک پر بے حیثیت ہو چکی ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ اپنے مالک پر جس طرح بے حیثیت ہو چکی ہے۔ دنیا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے زیادہ بے حیثیت ہے۔ اگر دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مچھر کے پر جیسی بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو اس سے ایک قطرہ بھی عطا نہ کرتا۔

دنیا مومن کا قید خانہ

عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

دنیا مردار ہے

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے۔ برادران ملت دنیا واقعی مردار ہے۔ قابل اجتناب ہے۔ جو لوگ دنیا میں منہمک ہو کر آخرت کو بھول گئے ہیں ان کو ہوش کرنی چاہئے۔

دنیا چند روزہ ہے

دنیا فانی ہے

دنیا بے وفا ہے

دنیا نہ رہنے والی چیز ہے

دنیا کی مثال

دنیا کی مثال ایسے سمجھے جیسے کشتی کے لئے پانی ضروری ہے۔ پانی نہ ہو تو کشتی کا تیرنا مشکل ہے مگر یہ پانی کشتی سے باہر باہر رہے تو کشتی کو تیرائے گا۔ اگر یہی پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو اسے لے ڈوبے گا۔ اسی طرح دنیا انسان کے لئے ضروری ہے۔

اگر روپیہ پیسہ نہ ہو

دولت نہ ہو

دنیا نہ ہو

تو حج کیسے کرے گا

تو زکوۃ کیسے دے گا

فطرانہ کیسے دے گا

غریبوں کی خدمت کیسے کرے گا

مسکینوں کی مدد کیسے کرے گا

تو گویا روپیہ پیسہ دولت سونا چاندی یہ نیکیوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اگر قارون کی طرح دنیا کی محبت دل کے اندر داخل ہوگئی تو سمجھو بیڑا غرق ہے۔ اس دنیا فانی میں مشغول ہو کر آخرت کو بھول جانا بہت بڑی غفلت ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

آب اندر زیر کشتی پشتی است

آب در کشتی ہلاک کشتی است

یعنی جب تک پانی کشتی کے اردگرد ہو تو وہ کشتی کو چلاتا ہے اور دھکا دیتا ہے۔ لیکن وہ اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہو جاتا ہے تو وہ ڈبو دیتا ہے۔

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی طرف بلانا چاہتا ہے تو اس کے لئے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل اور مشہور و معروف بزرگ تھے۔ آپ عطر کے بہت بڑے تاجر تھے۔ عطر اور دوائیوں کی بہت بڑی بازار میں دکان تھی۔ کاروبار پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ ایک دن دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دکان عطر کی شیشیوں اور دوائیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک درویش مجذوب دکان کے اندر داخل ہوا اور دکان کو دیکھنے لگ گیا۔ کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر دیکھتا ہے۔ کبھی ایک شیشی کو دیکھتا ہے کبھی دوسری شیشی کو دیکھتا ہے۔

شیخ فریدالدین نے اس سے پوچھا تم کیا دیکھ رہے ہو۔ یہ شیشیاں دیکھ رہا ہو تو نے کچھ خریدنا بھی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ مجھے کچھ نہیں خریدنا۔ بس ویسے ہی دیکھ رہا ہوں۔ پھر شیخ فرید نے پوچھا تم کیا دیکھ رہے ہو؟ مجذوب نے کہا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جب آپ مریں گے تو آپ کی جان کیسے نکلے گی؟ جب جان نکلنے کی کبھی اس شیشی میں داخل ہو جائے گی کبھی اس شیشی میں داخل ہو جائے گی۔ باہر نکلنے کا راستہ کس طرح ملے گا۔ شیخ فریدالدین کو غصہ آ گیا تو میری جان کی فکر کر رہا ہے۔ تیری جان کیسے نکلے گی جیسے تیر جان نکلے گی ویسے ہی میری جان نکلے گی۔ مجذوب نے کہا میری جان کی پریشانی ہے اس لئے کہ میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔

میرے پاس نہ تجارت ہے

میرے پاس نہ دکان ہے

میرے پاس نہ شیشیاں ہیں

میرے پاس نہ سازوسامان ہے

میری جان تو اس طرح نکلے گی بس اتنا کہہ کر مجذوب دکان کے باہر نیچے زمین پر لیٹ گیا اور بلند آواز سے کلمہ پڑھا۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ۔ روح پرواز کر گئی۔ یہ عجیب وغریب واقعہ دیکھنا تھا کہ فریدالدین عطار کے دل پر چوٹ لگی دل کی حالت بدل گئی۔ یہ واقعہ ہدایت کا سبب بن گیا۔ کاروبار چھوڑ دیا۔ دوسروں کے سپرد کر دیا۔ خود اللہ اللہ کرنا شروع کر دی اور بہت بڑی ولی کامل بن گئے۔

سلطان ابراہیم ادہم

مولانا رومی مثنوی شریف میں حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت لکھتے ہیں کہ ابراہیم رات کو شاہی محل میں شاہی تخت پر لیٹے ہوئے تھے کہ چھت پر کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ آپ نے فرمایا کون ہے اس وقت چھت پر۔ جواب آیا چھت پر اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اونٹ کو کوئی کوٹھے کی چھت پر بھی ڈھونڈتا ہے۔ وہ یہاں کیسے مل سکتا ہے۔ یہ بے جوڑ بات ہے۔ انہوں نے جواب دیا تخت و تاج اور مال و دولت میں رہ کر رب کی ملاقات کو تلاش کرنا یہ بھی بے جوڑ بات ہے۔

یہاں کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے تخت و تاج نہ ہونا ضروری ہے۔ نہیں یہ بات نہیں۔ دنیا وہ بری ہے جس میں محو ہو کر خدا کو بھلا دیا جائے۔

اگر دنیا میں رہ کر خدا کی یاد بھی قائم رہے تو وہ دنیا بری نہیں ہے۔ تخت و تاج میں انہماک یہ وصال حق میں مخل ہے خلل ڈالتا ہے۔ اس کے بعد حضرت سلطان ابراہیم ادہم نے تخت و تاج چھوڑ کر یکسوئی کے ساتھ طلب حق شروع کر دی۔

حضرت ابراہیم ادہم اور گدڑی

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنی گدڑی سی رہتے تھے اور اللہ اللہ بھی کر رہے تھے۔ آپ کے دور میں جو وزیر رہ چکا تھا اس کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے آپ کو دیکھ کر کہا حضرت میں نے تو اسی وقت کہا تھا آپ نے حکومت چھوڑ کر غلطی کی ہے اب بتائیں وہ وقت اچھا تھا یا یہ وقت اچھا

ہے۔اس وقت آپ کے پاس ہزاروں کپڑوں کے جوڑے تھے۔

غلام موجود تھے

لونڈیاں حسین وجمیل موجود تھیں

کوٹھیا موجود تھیں

بنگلے موجود تھے

خدمت کے لئے نوکر موجود تھے

آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی سوئی کو دریا میں پھینک دیا اور مچھلیوں کو کہا مچھلیو مجھے سوئی واپس لا کر دو۔ وزیر نے کہا بھلا مچھلیاں بھی کسی کی بات سنتی ہیں۔ وزیر ابھی یہ بات کہہ ہی رہا تھا۔ ہزاروں مچھلیاں اپنے منہ میں سونے کی سوئیاں لے کر نکل آئیں۔

صد ہزاراں ماحی اللھیے　　سوزن زر برلب ہر ماہیئے

آپ نے کہا مجھے سونے کی سوئیاں نہیں چاہئیں مجھے میری زنگ آلودلو ہے کی سوئی چاہئے۔ ایک مچھلی آپ کی اصلی سوئی لے کر واپس آ گئی اور اس نے آپ کو دیدی۔ آپ نے وزیر سے کہا بتا یہ حکومت اچھی ہے یا وہ حکومت اچھی تھی تم میرے سامنے تعریف کرتے تھے بعد میں میری شکایت کرتے تھے۔

خدا تعالیٰ کی طلب میں دینوی حکومت کو چھوڑ دیا تو خدا نے کس قدر کرم کیا کہ دریا کی مچھلیوں پر بھی حکم چلنے لگا۔

شام کے گورنر ابوعبیدہ بن جراح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رحمۃ اللہ علیہ کو شام کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس لئے کہ شام کا بہت سا علاقہ انہوں نے ہی

فتح کیا تھا' اس وقت شام بہت بڑا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ اس کے گورنر تھے شام کا صوبہ بہت زرخیز تھا۔ دولت بہت زیادہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے حکومت کی کمان آپ کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ حضرت عمر ایک مرتبہ شام کے دورے پر تشریف لائے۔ دورے کے دوران ایک مرتبہ حضرت عمر نے ابوعبیدہ بن جراح کو کہا بھائی میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تمہارا گھر دیکھوں جہاں تم رہتے ہو۔ حضرت عمر کے ذہن میں تھا کہ ابوعبیدہ اتنے بڑے صوبے کے گورنر ہیں یہاں دولت بے حساب ہے ان کا گھر دیکھنا چاہئے۔ انہوں نے کیا کچھ جمع کیا ہے۔

ابوعبیدہ بن جراح کا گھر

حضرت ابوعبیدہ نے جواب دیا امیر المومنین آپ میرے گھر کو دیکھ کر کیا کریں گے۔ جب میرا گھر دیکھیں گے آنکھیں آنسو بہائیں گی۔ حضرت عمر نے اصرار کیا فرمایا: میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ حضرت عمر کو لے کر گھر کی طرف چلے۔ شہر کی آبادی ختم ہوگئی۔ حضرت عمر نے پوچھا کہاں لے کر جا رہے ہو؟ ابوعبیدہ نے جواب دیا بس گھر اب قریب آ گیا ہے۔ جب دمشق شہر ختم ہوگیا تو کھجور کے پتوں سے بنا ہوا ایک جھونپڑا آ گیا۔ فرمایا: امیر المومنین یہ ہے میرا گھر اس میں' میں رہتا ہوں۔ جب امیر المومنین حضرت فاروق اعظم اندر داخل ہوئے۔ چاروں طرف دیکھا تو وہاں سوائے مصلی کے کوئی شے نظر نہ آئی۔ حضرت عمر نے فرمایا: تم عبیدہ یہاں رہتے ہو۔ یہاں تو کوئی ساز و سامان نہیں ہے کوئی برتن وغیرہ نہیں ہے۔ کوئی کھانے پینے کا انتظام نہیں ہے۔ یہاں پر کیسے گزارا کرتے ہو۔ ابوعبیدہ نے جواب دیا۔ فاروق اعظم الحمد للہ یہاں پر ضرورت کا سارا سامان میسر ہے۔ یہ مصلی ہے۔ اس پر نماز پڑھتا ہوں اور رات کو جب نیند

آتی ہے تو اس پر سو جاتا ہوں۔ پھر ہاتھ چھت کی طرف لے گئے اس میں سے ایک پیالہ نکالا اور نکال کر دکھایا اور کہا فاروق اعظم برتن میرے پاس یہ ہے۔ فاروق اعظم نے جب برتن دیکھا تو اس میں پانی تھا۔ سوکھی ہوئی روٹی کے ٹکڑے اس میں بھیگے ہوئے تھے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: امیر المومنین میں رات دن تو حکومت کے سرکاری کاموں میں مصروف رہتا ہوں' کھانا تیار کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ ایک عورت میرے لئے دو تین دن کی روٹیاں ایک وقت میں پکا دیتی ہے۔ میں ان روٹیوں کو رکھ لیتا ہوں۔ جب وہ سوکھ جاتی ہیں تو میں ان کو پانی میں بھگو دیتا ہوں اور رات کو سوتے وقت کھا لیتا ہوں۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۷)

دوستو! دنیا میں انہماک چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں دن رات گزارو۔ اس دنیا میں رہو لیکن اپنے خالق حقیقی کو نہ بھولو۔ یہ دنیا فانی ہے۔ فانی چیز سے دل لگایا تو نہ چیز رہے گی نہ تم رہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے دل لگایا تو اس کی یاد کے صدقہ میں تم بھی حیات ابدی حاصل کر لو گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔

دنیا اچھی ہے

دوستو! یہ دنیا بذاتہ بری نہیں ہے۔ یہ دنیا بری اس وقت ہے جب انسان اپنے خالق اور مالک کو بھول جائے۔ بس دنیا کا ہو کر رہ جائے۔ ایسے شخص کے لئے دنیا بری ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ سے دل لگائے رکھے دنیا کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھ کر استعمال کرے۔ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرے۔ غریبوں' یتیموں' مسکینوں پر خرچ کرے پھر یہ دنیا بہت اچھی دنیا ہے۔ یہ دنیا دنیا نہیں رہتی بلکہ دین بن جاتی ہے۔ مولانا رومی کیا خوب فرماتے ہیں:

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا کیا ہے؟ خدا تعالیٰ سے غافل ہو جانے کا نام ہے۔ یہ چاندی سونا، بیوی بچے ان کا نام دنیا نہیں ہے۔ ہاں اگر ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا جائے تو پھر یہ سب کچھ دنیا ہے۔

چنانچہ آپ جانتے ہیں بزرگان دین میں ایسے بھی گزرے ہیں جو بڑے بڑے مالدار تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے اور بڑے مالدار تھے لیکن دنیا کا مال یاد حق سے غافل نہ کر سکا بلکہ وقت آنے پر اپنا سب کچھ مال، اولاد، جان سب کچھ راہ حق میں قربان کر کے دکھا دیا۔

فرشتے بشریت کے لباس میں سائل بن کر آئے

ایک مرتبہ چند فرشتے بشریت کے لباس میں سائل بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دروازے پر آئے اور سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْت ۔

سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ الخ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ مانگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کریم کا نام سن کر بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: مجھے میرے اللہ کا ذکر پھر سناؤ۔ فرشتوں نے جو بشریت کے لباس میں آئے تھے جواب دیا اگر آپ کچھ دیں گے تو پھر سنائیں گے ورنہ نہیں۔

فرمایا: میرا بکریوں کا ریوڑ موجود ہے آدھا ریوڑ تم لے لو۔ مجھے میرے محبوب کا ذکر پھر سناؤ۔ چنانچہ فرشتوں نے پھر وہی ذکر سنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا ایک مرتبہ ذکر اور سناؤ۔ فرشتوں نے کہا باقی ریوڑ بھی دیدیں ورنہ نہیں سنائیں گے۔ فرمایا: اچھا جاؤ سارا ریوڑ تمہارا۔ ذکر پھر سناؤ۔ چنانچہ فرشتوں نے پھر ذکر سنایا۔ حضرت ابراہیم بہت خوش ہوئے۔ پھر فرمایا ایک بار اور سناؤ۔ فرشتوں نے کہا اب تو آپ کے پاس کچھ رہا ہی نہیں۔ اب آپ ہمیں کیا دیں گے۔ فرمایا: اس ریوڑ کی حفاظت کے لئے مجھے ہی ساتھ لے چلنا۔ مگر اللہ کا نام پھر سناؤ۔ فرشتوں نے جب یہ ایثار دیکھا تو بول اٹھے۔ مان لیا۔ واقعی آپ اللہ کے خلیل ہیں۔ ہم فرشتے ہیں۔ ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آپ کے ایثار اور قربانی کا جلوہ دیکھنے آئے تھے۔

ایسی دنیا اچھی ہے' جنت میں لے جائے گی۔

قارون والی دنیا' دنیا بری ہے' جہنم میں لے جائے گی۔

فرعون والی دنیا بری ہے' جہنم میں لے جائے گی۔

دنیا شریعت کے دائرہ میں رہ کر کمائیں۔

سب کچھ حاصل کریں امیر بنیں۔

مگر شریعت سے قدم باہر نہ جائے۔

یہ بلیک

رشوت

سود

غبن

یہ سب حرام ہے۔ یہ مردار ہے۔ یہ سب ملعون ہے۔ یہ سب منحوس ہے۔ کل قیامت کے دن ایک ایک پائی کا حساب دینا پڑے گا۔ کل قیامت کے دن سب پوشیدہ حرکتیں اور خفیہ حرکتیں ظاہر ہو جائیں گی۔

ایک آدمی جنگل میں جا رہا تھا

دنیا کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی جنگل میں جا رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک شیر میرے پیچھے چلا آتا ہے۔ یہ دیکھ کر بھاگا۔ دوڑتے دوڑتے اس کا سانس پھول گیا۔ چلنے سے تھک گیا۔ اسی اثناء میں اس کو ایک گڑھا نظر آیا۔ خیال کیا کہ گڑھے میں گر کر جان بچا سکے لیکن دیکھا کہ اس میں ایک بڑا اژدھا بیٹھا ہے۔ ادھر شیر کا خوف ہے اور ادھر گڑھے میں اژدھا کا ڈر ہے۔ اسی خیال میں تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک درخت کی ٹہنی لٹک رہی ہے۔ اپنی جان بچانے کے خوف سے اسے پکڑ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہے کہ دو چوہے سیاہ اور سفید اس ٹہنی کو کاٹتے ہیں۔ اسکے دل میں آیا کہ اگر یہ چوہے ٹہنی کو کاٹ دیں گے تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ اسی خیال میں تھا کہ درخت پر عمدہ پھل لگا ہوا دیکھا۔ اس کو کھانا شروع کیا اور اس کے دل سے شیر اور اژدھا کا خوف جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ٹہنی کٹ گئی اور یہ گر پڑا اور شیر نے شکار کر کے گڑھے میں پھینک دیا۔

بس اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ جنگل دنیا ہے اور شیر مثل موت کے ہے کہ انسان اس سے بھاگتا پھرتا ہے حالانکہ وہ ہر دم ساتھ ہے۔ کسی طرح اس سے چارہ نہیں ہے اور گڑھا قبر ہے اور اژدھا دوزخ کی آگ ہے۔ درخت کی ٹہنی اس کی عمر ہے اور سیاہ اور سفید چوہے رات دن ہیں جو عمر کو ختم کرتے رہتے ہیں اور درخت کا پھل دنیا کی محبت ہے کہ وہ اس کی محبت میں مبتلا ہوتا ہے اور آخرت کو بھلا دیتا ہے اور ادھر عمر ختم ہو جاتی ہے اور موت کا نقارہ بج جاتا ہے۔ انسان اپنے گناہوں کی گٹھڑی اٹھائے قبر میں جا پہنچتا ہے۔

اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللہِ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ (مشکوۃ شریف ص ۴۴۱)

خبردار! دنیا لعنت کی گئی ہے اور سب چیزیں دنیا کی ملعون ہیں مگر ذکر خدا اور جسے اللہ دوست رکھے اور عالمؔ اور علم سیکھنے والا۔ دنیا ناپائیدار ہے۔ دنیا بے وفا ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
کس مردار پہ تو للچایا' دنیا دیکھی بھالی ہے

ہم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ؕ (پ ۱۵ ع ۲)

''اپنا نامہ پڑھ۔ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔''

کل قیامت کے دن نامہ اعمال سامنے پیش کیا جائے گا جس میں ہر چھوٹی

بڑی، ظاہر، پوشیدہ حرکت لکھی ہوگی اور کہا جائے گا خود ہی اس کو پڑھ لے۔

دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ

(پ۱۵، ع۱۸)

اور نامہ اعمال رکھا جائے گا، تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے ڈرتے ہوں گے۔

مجرم نامہ اعمال دیکھ کر ڈرتے ہوں گے، ڈرتے اس لئے ہوں گے کہ اپنے سب کرتوت اعمال نامے میں لکھے ہوں گے۔ جو گناہ چھپ کر کئے ہیں وہ بھی اس میں لکھے ہوں گے۔ مجرم دیکھے گا تو ہر بات اس میں لکھی پائے گا۔

مجرم کہے گا

يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ (پ۱۵، ع۱۸)

ہائے خرابی ہماری اس نوشتہ کو کیا ہوا۔ نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا۔ جسے گھیر نہ لیا ہو اور اپنا سب کیا۔ انہوں نے سامنے پایا۔

نامہ اعمال پیش کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پھر ارشاد فرمائے گا: کیوں اے بندے اس نامہ اعمال میں جو کچھ لکھا ہوا ہے کیا تم نے یہ حرکتیں نہیں کیں؟ مجرم عرض کرے گا الٰہی شاید میرا یہ نامہ اعمال نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: نہیں یہ بات نہیں بلکہ یہ نامہ اعمال تیرا ہی ہے۔ میرے فرشتے جو میں نے تیرے اعمال لکھنے پر متقرر کر رکھے ہیں وہ غلطی نہیں کرتے۔ یہ نامہ اعمال بالکل صحیح ہے اور تیرا ہی ہے۔ مجرم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا۔ الٰہی اس پر کوئی گواہ بھی ہونا

چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اچھا گواہ بھی پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ زمین کا ٹکڑا جس پر مجرم نے گناہ کیا ہوگا۔ اس سے کہا جائے گا۔ اے زمین گواہی دے۔ کیا اس نے تجھ پر یہ حرکتیں کی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ زمین کا وہ ٹکڑا بولے گا اور کہے گا۔ الٰہی! جو کچھ اس نامہ اعمال میں لکھا ہے صحیح ہے۔ واقعی اس بندے نے مجھ پر یہ حرکتیں کی ہیں۔

قرآن کریم میں آتا ہے:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا

''اس دن وہ زمین اپنی خبریں بتائے گی۔ اس لئے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔''

مزید گواہی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے بندے! اگر تو مزید گواہی چاہتا ہے تو یہ تیرے اعضاء ہی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تو نے یہ حرکتیں کی ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ مجرم کے منہ پر خاموشی کی مہر لگا کر اس کے ہاتھ پاؤں کو حکم فرمائے گا کہ تم گواہی دو کہ اس نے تمہارے ساتھ یہ کام کئے ہیں یا نہیں۔

ہاتھ پاؤں بولیں گے

قرآن کریم میں آتا ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (پ۲۳ ع۴)

''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے

بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔''

مجرم حیران رہ جائے گا اور کہے گا کہ تمہارے ہی بچاؤ کے لئے تو اتنے حیلے کر رہا تھا' مگر تم نے بھی میرے خلاف گواہی دے دی۔

قرآن کریم میں آتا ہے:

شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (پ۲۴ ع۱۷)

ان کے کان ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے سب ان پر ان کے کئے کی گواہی دیں گے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے۔ تم نے ہم پر کیوں گواہی دی۔ وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے بلوایا ہے جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ان گواہوں کے علاوہ تیری بداعمالیوں پر میں خود بھی گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف کر دے ہم اس کی بارگاہ میں معافی مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بروز پیر ۸ رمحرم الحرام ۱۴۳۸ھ

۱۰ را کتوبر ۲۰۱۶ء